Presented by: Rana Jabir Abbas

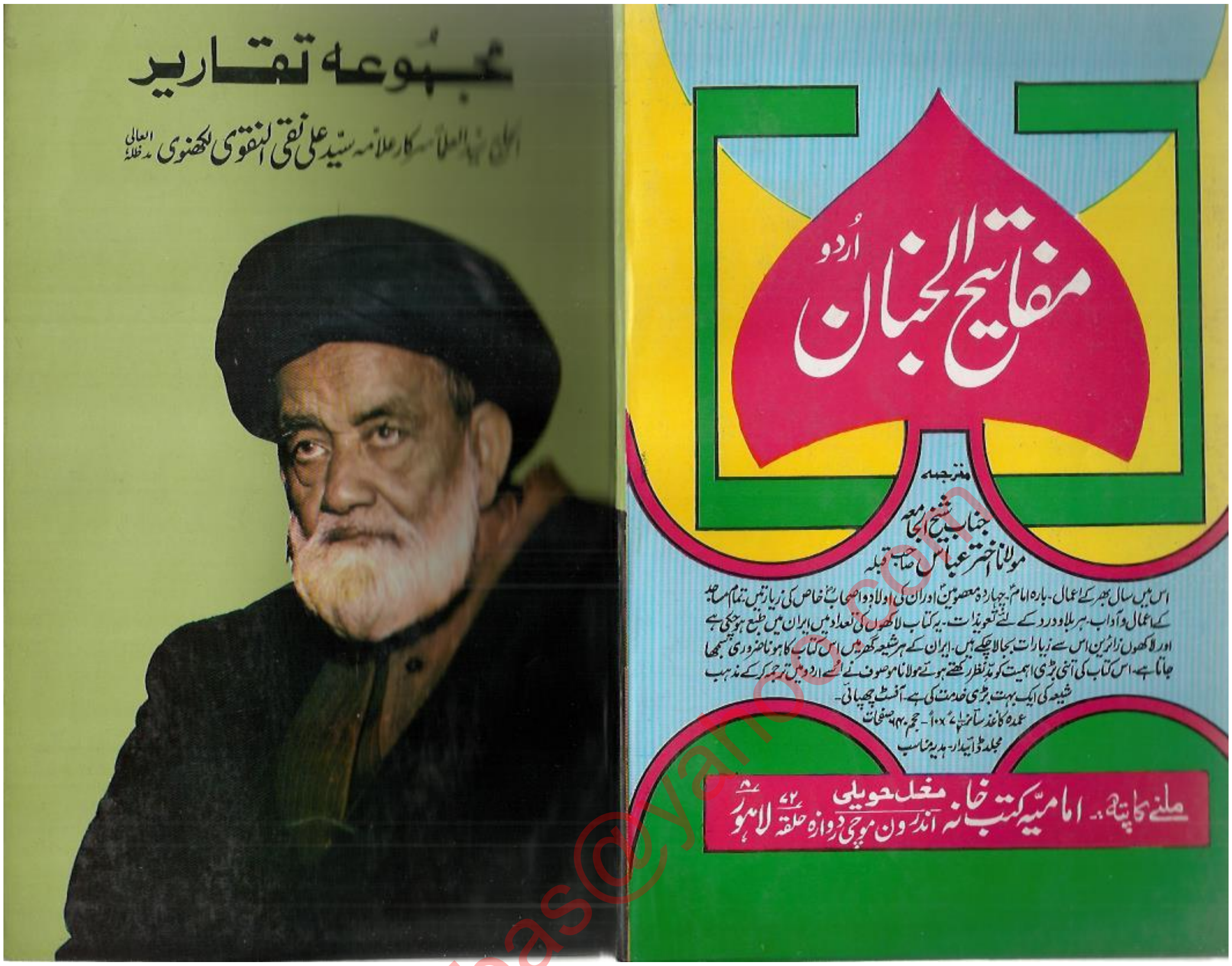

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجموعہ تقاریر

الحاج سید العلماء سرکار علامہ سید علی نقی النقوی لکھنوی مدظلہ العالی

حصہ دوم

مرتبہ

مولانا سید افسر عباس زیدی

ناشران

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مفاتیح الجنان اُردو

مترجمہ :۔ جناب شیخ الجامعہ مولانا مولوی اختر عباس صاحب قبلہ

یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں ایران میں طبع ہو چکی ہے اور لاکھوں زائرین اس سے زیارات بجالا چکے ہیں۔ ایران میں ہر شیعہ کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس کتاب کی اتنی بڑی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اُسے اُردو میں ترجمہ کر کے مذہبِ شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔

نوٹ :۔ کتاب مفاتیح الجنان اُردو ہر سائز میں خریدتے وقت امامیہ کتب خانہ لاہور کی مطبوعہ خریدیں کیونکہ یہ ایڈیشن ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

آفسٹ چھپائی۔ عمدہ کاغذ۔ سائز ۷½" × ۱۰" حجم ۶۴۰ صفحات ہدیہ عام سفید کاغذ مجلد ڈائیدار
- ہدیہ آفسٹ پیپر ولائتی مجلد پلاسٹک کور

بڑا سائز یعنی ۹" × ۱۱½" عام سفید کاغذ مجلد ڈائیدار۔
" " " آفسٹ پیپر ولائتی مجلد ڈائیدار ہدیہ مناسب۔
چھوٹا سائز یعنی ۵½" × ۷½" عام سفید کاغذ مجلد ڈائیدار ہدیہ ۔
" " " " مجلد پلاسٹک کور ۔

سفر میں ہمراہ لے جانے کے لئے بہترین تحفہ
خرچہ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کُتب خانہ ۔ مُغل حویلی
اندرون موچی دروازہ لاہور

فہرست مضامین ۔ مجموعہ تقاریر حصّہ دوم

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	دیباچہ	۴
۲	مجلس ۱ شعائر اللہ	۷
۳	مجلس ۲ " "	۲۹
۴	مجلس ۳ " "	۴۷
۵	مجلس ۴ " "	۶۳
۶	مجلس ۵ " "	۷۸
۷	مجلس ۶ خلافت الٰہیہ	۹۹
۸	مجلس ۷ " "	۱۲۲
۹	مجلس ۸ فلسفہ جہاد	۱۴۲
۱۰	مجلس ۹ صادقین	۱۵۶
۱۱	مجلس ۱۰ امامت	۱۷۶
۱۲	مجلس ۱۱ اولوالامر	۱۹۷
۱۳	مجلس ۱۲ اسلامی معاشرت	۲۱۸

مجموعہ تقاریر الحاج سیّد العلماء سرکار علامہ سیّد علی نقی النقوی لکھنوی مدظلہ العالی حصّہ سوم موجود ہے
لہٰذا اپنا آرڈر آج ہی بھیجدیں:

ملنے کا پتہ :۔ امامیہ کُتب خانہ مُغل حویلی اندرون موچی دروازہ ۔ لاہور

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیباچہ

گزشتہ سال راقم الحروف نے سید العلما علامہ سید علی نقی النقوی مدظلہ العالی کی بارہ تقاریر کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جسے امامیہ کتب خانہ کے مالک جناب راحت علی صاحب نے خاصی آب و تاب کے ساتھ شائع کیا تھا۔ علامہ موصوف نے ۸۰ء میں لاہور کی مختلف مجالس میں جو تقاریر فرمائی تھیں اور ان میں سے جو دستیاب ہو سکی تھیں یہ مجموعہ ان پر مشتمل تھا۔ مجھے اس مرتبہ بھی راحت علی صاحب ہی کی تحریک پر یہ سعادت حاصل ہوئی کہ میں نے سید العلما مدظلہ العالی کی تقریروں کا ایک دوسرا مجموعہ مرتب کیا ہے۔ اس مجموعہ میں جو تقریریں ہیں وہ وہ ہیں جو موصوف نے لاہور میں ۸۱ء میں مختلف مقامات پر مجلسوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمائیں۔ اسے ایک حسنِ اتفاق سمجھ لیجئے کہ جو تقریریں پچھلی مرتبہ دستیاب ہوئی تھیں ان کی تعداد بھی بارہ تھی۔ اور جو اس مرتبہ حاصل ہو سکیں ان کی تعداد بھی بارہ ہی ہے۔ اس ہندسہ سے ہمارا جو روحانی اور ایمانی تعلق ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ دونوں مرتبہ ذہن و دل کو ایک خاص قسم کی تشفی ہی محسوس ہوئی۔ موجودہ مجموعہ تقاریر میں پانچ تقریریں توشعائر اللہ کے موضوع پر ہیں اور مسلسل ہیں۔ دو خلافتِ الٰہیہ کے عنوان پر ہیں وہ بھی مسلسل ہیں باقی پانچ تقریریں۔ امامت صادقین اولوالامر وغیرہ کے موضوعات پر مشتمل ہیں اور ایک ایک موضوع پر صرف ایک ہی تقریر ہے۔ ٹیپ سے ایک ایک لفظ کو سنکر لکھنا خاصا دشوار مرحلہ ہے بعض اوقات غلط ریکارڈنگ کی وجہ سے الفاظ بالکل سمجھ میں نہیں آتے اور پھر اپنی طرف سے الفاظ شامل کرنے کی جسارت بھی نہیں کی جا سکتی تو سلسلہ کلام کو مرلوط رکھنے کے لئے بڑی ذہنی اذیت ہوتی ہے۔ بہر کیف جہاں تک

ممکن ہو سکا نہایت احتیاط کے ساتھ ان تقریروں کو تحریر کی صورت میں منتقل کیا ہے امید ہے کہ قارئین کرام گزشتہ مجموعہ کی طرح اس مجموعہ کو بھی بنظر استحسان دیکھیں گے۔ سید العلما جناب علامہ علی نقی النقوی کی تقریروں کا حسبِ استطاعت فہم جو تجزیہ میں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تقریریں میر تقی میرؔ کی غزلوں کی طرح بظاہر بڑی آسان معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقتاً بڑی مشکل ہیں۔ میرؔ کے اشعار کی یہی خوبی ہے کہ بظاہر بالکل سادہ ہیں مگر حقیقتاً بڑے پُرکار ہیں۔ بعینہٖ یہی کیفیت موصوف کی تقریروں کی ہے۔ علمی سطح اتنی بلند کہ جسکو سمجھنے کے لئے اچھی خاصی دماغی صلاحیت کی ضرورت لیکن اندازِ بیان اتنا سلیس کہ جس سے زیادہ سلیس ممکن نہیں۔ یہ صورت حال صلاحیت علمی اور فن خطابت کے امتزاج کا وہ حسین شاہکار ہے کہ جو کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ ایک اور بات جو شدت سے محسوس ہوئی وہ یہ کہ علامہ موصوف کا جو لب ولہجہ ہے اس کو نظر انداز کر کے ہم ان کی تقریروں کا کما حقہ لطف نہیں اُٹھا سکتے جس فرد کے پاس علامہ موصوف کے بیانات صرف تحریر کی صورت میں پہنچے ہیں وہ ان کے انداز خطابت کی حقیقی دل آویزی اور حسن گفتار کی بے مثل اثر آفرینی کے تجربہ سے نہیں گزر سکا۔ اس لذت سے وہی آشنا ہیں جنہوں نے انکے لب گفتار کی جنبش سے محشر داد و تحسین برپا ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ لاہور میں جن مقامات پر علامہ صاحب کی تقاریر ہوئی ہیں ان میں گلستان زہرا ایبٹ روڈ، زینبیہ لٹن روڈ اور ماڈل ٹاؤن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ چونکہ ٹیپ پر درج نہیں تھا کہ کونسی تقریر کہاں ہوئی اس لئے میں یہ طے شدہ صورت میں عرض کرنے سے قاصر ہوں۔ کتاب کو اغلاط سے مبرا رکھنے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے لیکن چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے لہٰذا پھر بھی اس بات کا امکان ہے کہ کچھ مقامات محل نظر ہوں۔ پھر اس میں میری علمی بے بضاعتی کا بھی دخل ہے۔ بہر حال مومنین کرام سے ملتجی ہوں کہ وہ دُعا فرمائیں تا کہ میں تیسرے اور چوتھے مجموعہ تقاریر کو بھی مرتب کر سکوں جن کے ٹیپ میری فرصت اور توجہ کے منتظر ہیں۔

(مولوی) سید افسر عباس زیدی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ فِیْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

مجلس اوّل

شعائرُاللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

ارشادِ حضرت احدیت ہے۔ سورہ حج میں ارشاد ہوا کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ عمل دلوں کی پرہیزگاری کا اک جز ہے۔ ابھی فرض کیجئے کہ اللہ کے شعائر کے معنی معلوم نہ ہوں کیونکہ شعائر کی لفظ ان عربی الفاظ میں سے نہیں ہے جو اُردو کا جز بن گئے ہیں۔ بہت سی عربی کی لفظیں اُردو میں اس طرح استعمال ہوتی ہیں جیسے اصلاً اردو ہوں مگر شعائر کی لفظ ایسی ہے جو بس مجالس وغیرہ میں اور اہل علم سے سنی ہوگی۔ عام طور سے اُردو میں استعمال نہیں ہوتی۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اس ترجمہ سے شعائر کے معنی نہ سمجھے۔ میں بھی اسے شاید آج بیان نہیں کروں کا کل اس کی نوبت آئے گی کہ میں شعائر کے مفہوم کی تشریح کروں مگر جب یہ الفاظ ہیں کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ عمل تقویٰ و پرہیزگاری کا جز ہے تو اسی سے ہر صاحب فہم مسلمان کو یہ نتیجہ تو نکال لینا چاہیئے کہ تعظیم میں عبادت نہیں ہے اس لئے کہ عبادت کے لئے کہا گیا ہے کہ لا تعبدوا الا ایاہ۔ سوا اللہ کے اور کی عبادت کبھی نہ کرنا۔ اور تعظیم کے لئے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے شعائر کی تعظیم تقویٰ کا جز ہے۔ اور یہ ہر زبان کے لحاظ سے صاف ظاہر ہے کہ اضافت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جس سے اردو میں کا کے اور کی پیدا ہوتے ہیں یہ اضافت کی وجہ سے ہوتے ہیں تو وہ اضافت خود پتہ دیتی ہے کہ مضاف اور ہے اور مضاف الیہ اور ہے میں کہوں میرا لباس تو میں اور ہوں لباس اور ہے میرا مکان تو میں اور ہوں مکان اور ہے میرا عزیز میں اور ہوں عزیز اور ہے اور یہاں میرے بھی نہیں۔ میرے یعنی اللہ کے شعائر تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ایک ہے شعائر اس کے ایک سے زیادہ ہیں۔ بہر حال وہ چاہے دو چار ہوں چاہے دس بیس ہوں چاہے سو پچاس ہوں لیکن ایک سے بہر حال زیادہ ہیں جبھی تو جمع ہیں۔ تو جب یہ کہا گیا کہ جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تعظیم اللہ سے مخصوص نہیں ہے۔ عبادت اللہ سے مخصوص ہے۔ تو جو مخصوص ہو اللہ سے وہ اور چیز ہے۔ جو عام چیز ہے اللہ کے سوا بھی ہو سکتی ہے وہ اس سے الگ چیز ہے تو عبادت کے لئے قرآن میں نہیں آسکتا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرو، کیونکہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے اور شرک کے لئے کہا گیا ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ تو اللہ شرک کا نہ حکم دے گا نہ شرک کی اجازت دے گا۔ اللہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں ہے تو شرک سے کہاں راضی ہوگا یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت کی دعوت تو دی ہی نہیں جا سکتی۔ مگر اللہ کے سوا اور کچھ ہے۔ میں نے کہا ابھی شعائر کے معنی نہیں معلوم تو اللہ کے سوا کچھ چیزیں ہیں کہ جن کی تعظیم کو اس نے جزو تقویٰ کہا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر قسم کی تعظیم کو شرک سمجھنا غلط ہے ادھر کسی چیز کی تعظیم ہوئی اور کہا کہ یہ شرک ہے۔ اسے میں فطرت کے تقاضے پر بھی جانچنا چاہتا ہوں فطرت کسی مذہب کی بھی ملک نہیں ہے۔ پھر قرآن کے معیار پر جانچنا چاہتا ہوں جو تمام مسلمانوں کا مشترک ہے۔ ایک مرکز ہے۔ پھر حدیث کے معیار پر جانچنا چاہتا ہوں۔ حدیث میں کچھ متفق علیہ ہیں کچھ مختلف بھی ہو سکتی ہیں۔

گر قرآن کا تو کوئی جزا ایسا نہیں جس میں اختلاف ہو۔ مفہوم میں اختلاف ہو وہ اور بات ہے۔ اصل قرآن کی آیت میں کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ اُسے معاذ اللہ غیر معتبر کہے تو اب پہلے فطرت کے تقاضے پر غور کیجیے کہ کیا تعظیم شرک ہے تعظیم کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ سب کے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہیئے لیکن کسی ایک کے ساتھ ایسا برتاؤ کہ جو اس کے امتیاز کا بلندی کا بزرگی کا پتہ دے تو وہ تعظیم ہے۔ اب کوئی ادنیٰ درجہ کی تعظیم ہوگی کوئی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہوگی۔ ادنیٰ درجہ کی تعظیم ہے تو چھوٹا شرک ہوگا۔ اُونچے درجہ کی تعظیم ہے تو بڑا شرک ہوگا۔ لیکن شرک تو پھر ہر ایک ہوگا۔ تو اب یہ اصول کہ اِدھر اپنے عمل سے کسی کے ساتھ امتیاز نمایاں کیا اور بس شرک ہو گیا۔ تو اب جناب جو صاحب جس نقطۂ نظر کے حامی جس مکتب خیال کے آدمی یہ کہتے ہوں کہ تعظیم مطلق تعظیم شرک۔ میں کہتا ہوں خود ان کے گھر پر جا کر پہلے ان سے تعلقات قائم کیجیے۔ بلا وجہ کے مہمان ہو جیئے گا۔ ان سے پہلے کچھ دوستانہ بڑھایئے پھر جا کر ان کے ہاں مہمان ہوئیے۔ کسی بات کے غلط ہونے کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ جو اس کا علمبردار ہے وہ خود اس پر عمل نہ کر سکے۔ اور جو خلاف فطرت بات ہوگی اس پر کوئی عمل نہیں کر سکے گا۔ تو کسی بھی شرک کی آواز بلند کرنے والے کے ہاں جا کر مہمان ہوئیے دو چار دن۔ اور یہ اندازہ لگایئے کہ جس انداز سے وہ اپنے نوکر سے بات کرتا ہے اسی انداز سے اپنے والد ماجد سے بھی بات کرتا ہے اگر ذرا سا بھی اس نے فرق کیا تو وہیں سے پھر شرک شروع ہوا۔ کیونکہ وہ فرق ظاہر ہے اظہار بزرگی کے لئے ہی ہوگا وہ فرق احساس عظمت کے ہی لحاظ سے ہوگا لہٰذا وہ تعظیم ہوگا اور جب تعظیم ہوگا تو شرک ہو جائے گا۔ اب یہ چیزیں رواج کے لحاظ سے بدل سکتی ہیں۔ [illegible] کا ہوں وہ بھی لکھنؤ کا رہنے والا۔ یہاں مجمع میں بہر حال۔ وہ ہجرت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی ہوا جو چلی تھی اس کے لحاظ سے بہت سے یوپی کے بھی حضرات ہوں گے اور ممکن ہے لکھنؤ کے بھی ہوں۔ ممکن ہے کچھ باتیں وہاں رائج ہوں۔ پنجاب میں ان پر عمل نہ ہوتا ہو مگر کچھ نہ کچھ باتیں تو ضرور مشترک ہوں گی دونوں جگہ۔ تو حضور میں اپنے ہاں کے جو محاورات ہیں ان کے لحاظ سے پہلے کہوں جس پر بہت سے یہاں کے بھی حضرات عامل ہو گئے ہوں گے کہ جناب کوئی چھوٹا بچہ آیا اس سے تو کہہ کر بات کی۔ اب اپنے برابر کے ساتھ کے رفیق آئے۔ سکول کے کالج کے۔ ان سے تم کہہ کر بات کی۔ بس ادھر تو سے تم کی تبدیلی ہوئی اور شرک شروع ہوا اور جب تم سے آپ ہوا تو شرک میں اضافہ ہوا اور جب جناب و قبلہ و حضرت و سرکار ہو گیا تو لیجیے شرک عظیم ہو گیا۔ بچہ اپنا آیا پیر پھیلائے ہوئے لیٹے تھے لیٹے رہے۔ اب آ گئے اپنے بزرگوار کوئی اُستاد۔ ارے اُستاد نہ سہی حاکم ضلع آ گیا۔ کمشنر صاحب آ گئے۔ تو اب اسی طرح لیٹے رہیں گے؟ اب اگر ان کو آتے ہوئے دیکھ کر ذرا بھی اپنی جگہ سے جنبش کی تو شرک ہو گیا۔ یہ اٹھ کے بیٹھ گئے یا کھڑے ہو گئے تو بہت بڑا شرک ہو گیا۔ تو اب دیکھنا ہے کسی بھی نقطۂ نظر کا آدمی۔ کسی بھی متمدن ماحول میں۔ کسی بھی مہذب فضا میں اس اصول کا پابند ہے کہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے سب کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔ ذرا بھی امتیاز کسی کے ساتھ۔ اپنے قول و عمل میں۔ انداز گفتگو میں طریق معاشرت میں ظاہر نہ ہونے دے تو یہ ایسی چیز ہو گی جس پر اس مہذب دنیا کا کوئی فرد عامل نہیں ہے۔ اور میں تو سمجھتا ہوں۔ ہم ان میں رہے سہے نہیں ہوں اس لئے نہیں بتا سکتے کہ شاید جنگلوں میں پہاڑوں کے رہنے والوں میں بھی اپنے انداز معاشرت کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہو چھوٹے اور بڑے کا۔ کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہو ایسے کا جس کی نظروں میں عزت زیادہ ہو۔ اب کیونکہ ہم اس معاشرت سے واقف نہیں ہیں ہم نہیں بتا

سکتے۔ ورنہ جہاں سے شعور کی ابتدا ہوئی وہیں سے یہ فرق مراتب لازمی طور پر پیدا ہو جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ایک ایسا تصور ہے کہ مطلق تعظیم شرک ہو کہ جو دورِ وحشت کے ساتھ شاید سازگار رہو لیکن دورِ تہذیب و تمدّن کے ساتھ یہ سازگار نہیں۔ فطرت بشری اور شعور انسانی کے تقاضوں کے خلاف ہے کہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا جائے۔ اب آیئے قرآن مجید میں دیکھیں قرآن مجید کیا کہہ رہا ہے۔ ماں باپ کے لئے دیکھیے۔ آغاز وہی ہے جو خود اس اصول کو تقویت پہنچاتا ہے۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ کہ تمہارے اللہ کا یہی فیصلہ ہے کہ عبادت تو سوا اس کے کسی اور کی نہ کرو تو اب جو جو کہا گیا ہے وہ عبادت تو ہے نہیں اب اسے سمیٹ کر ملوں کہا کہ تمہارے رب کا فیصلہ ہے کہ عبادت سوا اس کے کسی کی نہ کرو مگر ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ احسان کے معنی وہ نہیں ہیں کہ کسی کو اپنا ممنون کرم بنا کر اس کی گردن کو جھکائیں۔ احسان کے معنی ہیں اچھا سلوک حسن عمل۔ تو والدین کے ساتھ حسن سلوک سے کام لو۔ اب یہ ان کے حسنِ سلوک کی اہمیت ہے کہ عبادت الٰہی کے بعد بلا فاصلہ اس کا حکم دیا جاتا ہے۔ یعنی اب حقیقی کے بعد ذہن کو مجازی کی طرف موڑا جاتا ہے۔ دیکھو عبادت تو بس اس کی ہے جو حقیقی ہے مگر یہ ماں باپ۔ ان کے ساتھ حسن سلوک۔ مگر حسنِ سلوک کو مبہم نہیں چھوڑا جاتا۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔

دیکھو ان میں سے دونوں یا ایک کبرسنی کی منزل تک پہنچ جائیں تو ان سے ... اور اب ماشاءاللہ صاحبانِ عمل ہیں اور اہل فہم ہیں۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ والدین میں سے کوئی کبرسنی کی منزل تک پہنچ جائے یہ درحقیقت قید حکم نہیں ہے ... صاحب ہوں کہ ان کے والد صاحب ابھی بوڑھے نہیں ہوئے ہوں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بعض ہوتے ہیں کہ ابتدائے عمر میں صاحبزادے متولد ہوئے تھے۔ اب بعد میں
اتنا فرق نمایاں نہیں ہوتا دیکھنے والے کو کہ وہ رشتہ بھی محسوس کرے کہ وہ باپ
ہیں یہ بیٹے ہیں۔ بعض جگہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ بڑے بھائی ہیں اسی طرح یہ
خواتین میں زیادہ ہوتا ہے بعض اوقات ان میں فرق اتنا کم محسوس ہوتا ہے
کہ ماں بیٹی معلوم نہیں ہوتیں۔ ناواقف آدمی سمجھتا ہے کہ وہ بڑی بہن ہیں یہ
چھوٹی بہن ہیں۔ تو اب اگر ایسے صاحبان ہیں جن کے ماں باپ میں کچھ زیادہ
فرق پیدا نہیں ہوا ہے تو وہ کہیں کہ جناب قرآن مجید میں جو کلیہ ہے وہ تو
انہیں یاد تھا کہ جو ماں باپ سن رسیدہ ہو جائیں۔ ہمارے ماں باپ یا مادرِ
محترمہ تو ابھی کبر سنی کی منزل تک نہیں پہنچے ہیں تو اس لئے ہم جو چاہیں کریں۔
تو حقیقت میں یہ قید شرط نہیں ہے۔ نفسیاتی طور پر غور کیجئے کیونکہ کبر سنی
میں یہ زیادہ ہوا کرتا ہے کہ ان کی باتیں تکلیف دہ ہو جائیں۔ ضعیف العمری
کی وجہ سے بے جا خفا بھی ہونے لگتے ہیں۔ کبر سنی کی وجہ سے بے بات کے
غصہ بھی کرنے لگتے ہیں۔ یہ چونکہ انسان میں کبر سنی کی وجہ سے ہوتا ہے تو
اس لئے کہا گیا کہ اگر کبر سنی کی وجہ سے یعنی ایسی باتیں ہونے لگی ہیں کہ تمہیں ناگوار
گزرتی ہیں تو دیکھو۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تمہیں اذیت ہوتی
ہے مگر چونکہ ماں کے ہاتھ سے ہے باپ کے ہاتھ سے ہے لہٰذا خبردار اُف
بھی نہ کرو اور اب اہلِ فہم غور کریں کہ اُف کہنا کوئی اذیت پہنچانا نہیں ہے
اپنی اذیت کا اظہار ہے مگر چونکہ ماں باپ کے ہاتھ سے وہ سلوک ہو رہا
ہے تو اپنی اذیت کا اظہار بھی نہ کرو۔ اب اس دَور کے تعلیم یافتہ اور ترقی پسند
جوانانِ روزگار غور کریں کہ وہ ماں باپ سے کس کس طرح بات کرتے ہیں۔
ایک ادنیٰ انداز تو یہ ہے۔ مشاہدات میں ہر ایک کے۔ ایک ادنیٰ انداز

[illegible] کہہ کر، آپ ان باتوں کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ہمارے معاملات ہیں آپ دخل نہ دیا
[illegible] والد یا جد سے بہت ہلکی بات ہے جو کہہ دی جائے۔ اور اس سے آگے
آپ [illegible] زمانے کے آدمی ہیں۔ آپ کیا جانیں ہمارے معاملات کو لہٰذا آپ جو
[illegible] دخل دیا کرتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اور دَور تو وہ آگیا ہے کہ صاحبزادیوں
[illegible] کسی کے آنے جانے کو وہ روکیں تو وہ کہہ دیتی ہیں کہ ہمارے نجی معاملات
[illegible] آپ کو دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ تو یہ دنیا کا تقاضا جو ہے مجھے اس سے
[illegible] مگر قرآن تو یہ کہہ رہا ہے کہ ماں باپ سے اذیت بھی پہنچ رہی ہے
[illegible] کی وجہ سے تو خبردار اُف نہ کرو۔ اور ان سے جھڑک کر بات نہ کرو۔ اب
[illegible] کہا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ لفظیں سخت نہیں ہیں بس کہنے کا انداز
[illegible] ہے۔ کاغذ پر وہ لفظیں آئیں تو ان میں کوئی بُرائی نہیں ہے مگر انداز گفتگو
[illegible] ہے اور سختی ہے اسے منع کیا جا رہا ہے لا تنھرھما انہیں جھڑکو
[illegible] وقل لھما یہ تو منفی احکام تھے اور اب اس کے مقابل ہیں قل لھما
[illegible] ان سے بات کرو اس طرح جس سے ان کی بزرگی نمایاں ہوتی ہو
اور [illegible] ان کے ساتھ عاجزی کے ساتھ اپنے کاندھوں کو جھکائے رکھو یعنی بیٹھو
[illegible] کہ تمہارے بیٹھنے سے ظاہر ہو کہ چھوٹا بڑے کے سامنے بیٹھا
[illegible] ان کے ساتھ کھڑے ہو تو اس طریقہ سے کہ تمہارے کھڑے ہونے کے
[illegible] کہ تم اپنے کو چھوٹا سمجھتے ہو ان کے ساتھ راستہ چلو تو اس
[illegible] معلوم ہو کہ چھوٹا بڑے کے ساتھ راستہ چل رہا ہے اور یہ سب کچھ
[illegible] بھی نہ سمجھو کہ حق ادا ہوا تو اب ہم سے کہو۔ وقل اور یہ کہو کہ
[illegible] کما ربّیانی صغیرا۔
اور اب [illegible] قرآن مجید کے الفاظ کے وہ پہلو ہیں جن پر بغیر تدبر کے انسان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی توجہ نہیں ہو سکتی آغاز ہوا ہے آیت کا قضیٰ ربک۔ قضی اللہ نہیں کہا گیا ہے
قضیٰ ربک۔ رب کے معنی ہیں تربیت کرنے والا۔ قضیٰ ربک۔ تمہارے پروردگار
نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عبادت بس اسی کی کرو مگر ماں باپ کے ساتھ یہ سلوک
کرو اور جب مناجات بتائی تو کہا اب ہم سے کہو کہ ربِّ اے ہمارے حقیقی رب
بھئی یہ رب یہاں کیوں آیا وارحمھما ان پر اپنی رحمت شاملِ حال فرما۔ کما ربیانی
جیسا کہ انہوں نے بچپن میں ہماری تربیت کی اسکا مطلب یہ ہے مناجات کا
پروردگارا یہ تربیت کرنا اصل میں تیرا کام تھا جو ان کے ہاتھوں انجام کو پہنچا
ہم انہیں کہاں صلہ دے سکتے ہیں تو تو ہی ہے جو انہیں صلہ عطا فرمائے گا۔ صلوۃ
تو خیر جھڑکو نہیں اُف نہ کہو اور قول میں بھی ان کی بزرگی مدِ نظر رکھو عملاً بھی ان
کے سامنے جھکے رہو۔ یہ تعظیم کی دعوت نہیں ہے تو اور کیا ہے اور شروع میں
دیا کہ عبادت سوا اس کے کسی اور کی نہ کرو تو اسی سے صاف ظاہر ہے کہ عبادت
اور ہے اور تعظیم اور ہے عبادت اس سے مخصوص ہے اور تعظیم ہر ایک کی
جس کو وہ کہے۔ اس کی طرف سے جسے تمہاری بزرگی کا مرکز بنایا گیا ہو اس
تعظیم ہے۔ اس کے بعد یہ عجیب بات ہے کہ کوئی کسی گورنر کی تعظیم کو کھڑا ہو
تو کوئی شرک کی آواز بلند نہیں کرے گا اور دوسرے جو حکام ہوں کوئی ان
کے لئے کھڑا ہو تو کوئی شرک کی آواز بلند نہیں کرے گا۔ لیکن یہ بات زیادہ تر رسول
اور آلِ رسول ہی کے بارے میں صرف ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں تو زیادہ
نہیں ہے۔ مگر ہمارے مسلمانوں کی اکثریت میں میلاد شریف اور سیرت
جلسوں میں ایک بڑا مسئلہ قیام کا ہو گیا ہے۔ یہ ایک رواج بن گیا
کہ ایک خاص محل پر جب حضرت کا نام آتا ہے سلام کے موقع پر تو تعظیم
قرار دی گئی ہے کہ مجمع کھڑا ہو جائے اب وہ بہت بڑا مسئلہ بن گیا

ایک پورا گروہ اسے بہت بڑی اور عظیم معصیت قرار دیتا ہے اور معصیت نہیں
بلکہ وہی شرک۔ وہاں کوئی معصیت شرک سے اِدھر اُدھر تو رہتی ہی نہیں۔
تو جناب یہ شرک پیغمبر خدا کا نام سن کر کھڑا ہونا۔ یہ تعظیم ہے۔ اور اگر تعظیم
ہمارے نہیں یہ شرک ہے تو حضور تعظیم کا ہر درجہ واجب تو نہیں ہوا کرتا اس
لئے ہم اس پر عامل نہیں ہیں مگر میں یہاں وکالت کرتا ہوں اس جماعت کی جو
اس پر عامل ہے کہ وہ جو یہ کر رہے ہیں۔ وہ عبادت ہے یا تعظیم ہے۔ عبادت
ہے تو شرک ہے لیکن اگر تعظیم ہے تو شرک نہیں ہے۔ تو آپ یہ رسول
ہی کے بارے میں سب سے زیادہ جو شرک کا مسئلہ پیدا کرتے ہیں تو اس کا
مطلب یہ ہے کہ رسول کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جائے جو سب کے ساتھ ہوتا
ہے یعنی حضور کی بزرگی کے اظہار کے لئے جو طریقہ اختیار کر لیا جائے تو وہ
شرک ہو جائے گا۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ رسول کے ساتھ وہی برتاؤ ہو
جو سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ توحید آپ نے کس سے سیکھی
ہے۔ قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب سے۔ توحید کا ذکر آپ نے قرآن و
حدیث ہی سے سُنا۔ انہی کے خلاف انہیں صرف کر رہے ہیں۔ تو جناب یہ
کھڑا ہونا توحید کے خلاف ہے شرک ہے۔ یعنی رسول کے ساتھ کوئی برتاؤ
ایسا نہیں کرنا چاہیئے جو دوسروں کے علاوہ ہو۔ جو سب کے ساتھ برتاؤ
ہو وہی رسول کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی بات مانیں یا قرآن کی۔
آپ کہتے ہیں وہی برتاؤ کرو جیسا سب کے ساتھ اور قرآن کہہ رہا ہے
ہمارے پیغمبر کو اس طرح نہ پکارا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے
ہو جیسا دوسروں کے ساتھ سلوک کرتے ہو ویسا پیغمبر کے ساتھ
سلوک نہ کرو اور آپ کہتے ہیں جو سب کے ساتھ سلوک کرو وہی رسول کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساتھ سلوک کرو۔ تو اب قرآن کی بات مانیں یا آپ کی بات مانیں۔ صاف کہہ رہا ہے قرآن۔ نہ قرار دو ہمارے رسول کے پکارنے کا طریقہ وہ جو آپس میں ایک دوسرے کا طریقہ قرار دو۔ اور جناب ہم سے یہ کہا کہ اس طرح نہ پکارو جیسے سب کو پکارتے ہو تو خود بھی اس طرح کبھی نہیں پکارا جس طرح اوروں کو پکارتا ہے۔ ارے وہ ہر کس و ناکس کو پکارنے ہی کیوں لگا۔ وہ انبیاء کو پکارتا ہے مرسلین کو پکارتا ہے۔ ماشاءاللہ مجمع میں ممکن ہے حافظ قرآن بھی ہوں۔ جو حافظِ قرآن ہوں وہ حافظہ کی مدد سے دیکھ لیں، جو ناظرہ خواں ہوں وہ ورق گردانی کر کے تلاش کر لیں جو عرض کر رہا ہوں اس کی تصدیق جتنی تلاش کریں گے مکمل ہی ہوگی۔ اس کے خلاف ثابت نہیں ہوگا کہ وہ بس انبیاء کو پکارتا ہے مگر جس نبی کو پکارا بلا استثنا نام لے کر پکارا اور جب بلا استثنا میں نے کہہ دیا تو مجھے آیتیں پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں مگر جتنی روا روی میں یاد ہیں اتنی پڑھ بھی دوں گا۔

یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو نام لے کر پکارا۔ یا یا نوح اھبط بسلام منا و برکت علیک اے نوح چلو سلامتی کے ساتھ۔ نام لے کر پکارا۔

یا ابراھیم قد صدقت رویاک۔ اے ابراہیم تم نے خواب سچ کر دکھایا نام لے کر پکارا۔

یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض۔ اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں حاکم بنایا۔ نام لے کر پکارا۔ جس نبی کو پکارا نام لے کر پکارا اور ہمارے رسول کو بلا استثنا۔ کبھی نام لے کر نہیں پکارا۔ جتنی طاقت سے وہاں بلا استثنا کہہ سکتا تھا اتنی ہی طاقت سے یہاں بلا استثنا کہہ سکتا ہوں کہ ان کو بلا استثنا کبھی نام

لے کر نہیں پکارا۔ بلکہ کبھی تو صفات کو مرکز خطاب قرار دیا ہے۔ اے طیب طاہر یٰسین اے سید و سردار۔ کبھی جو عہدہ تھا اسی کو مرکز خطاب بنا لیا۔ یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول۔ نبی اور رسول ان کا عہدہ ہے۔ اسی عہدے کو عنوان خطاب بنا کر جب ایک تبلیغ خاص کا حکم آیا تو پھر وہاں نہ طٰہٰ کہا گیا نہ یٰسین کہا گیا وہاں کہا گیا یا ایہا الرسول بلغ اے رسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ جو آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ یہاں یا ایہا الرسول ہے اور اس خطاب ہی سے نمایاں ہے کہ سرکاری فرمان ہے لہٰذا ضابطہ کا انداز خطاب۔ جو عہدہ ہے ان کا اسی عہدے کو سرنامہ کلام قرار دیا۔ اور کبھی بتقاضائے حال جو لباس پہنے ہوئے ہیں اسی انداز کو عنوان خطاب بنا لیا۔ یا ایہا المزمل یا ایہا المدثر اے چادر میں لپٹے ہوئے اے عبا اوڑھے ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذات اتنی محبوب ہے کہ اس کے لباس پر بھی نظر محبت پڑ رہی ہے صلوٰۃ۔

صاحبان فہم محسوس کریں گے کہ لباس کا تعلق جسم کے ساتھ عارضی ہوتا ہے۔ خصوصاً اوپر کا لباس جیسے عبا۔ جیسے چادر۔ یہ تعلق تو بالکل وقتی ہوتا ہے۔ لباس تو ہو سکتا ہے کہ چند دن جسم پر رہے۔ یا ہر روز بدلتا ہو آدمی۔ تو ایک دن تو رہے گا لیکن۔ یہ اوپر کا لباس جیسے ہماری عبا وغیرہ ہے تو وہ تو بس تھوڑی دیر کے لئے زیب جسم ہے اور اس کے بعد اتار دی۔ تو جسم کے ساتھ عارضی تعلق ہوتا ہے۔ تو جو ذات اتنی محبوب ہو کہ عارضی تعلق اس کے جسم کے ساتھ جو ہو وہ مرکز نظر پروردگار ہو جائے تو قبر مطہر جس سے جسم کا مقام تصور میں دائمی تعلق ہے وہ قبر مطہر مرکز نظر پروردگار نہیں ہوگی اور کیا اس کی ذرا سی بھی تعظیم لازم نہ ہو جائے گی۔ صلوٰۃ۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ دیکھو رسول کی آواز پر اپنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آواز بلند نہ کیا کرو۔ یہ تعظیم سکھانا نہیں ہے تو اور کیا ہے ہاں میں نے کہا یہ میں دوسرے حضرات کی وکالت کر رہا ہوں۔ میں تو عادی نہیں ہوں اور ہمارے مجمع میں اکثر وہ طریقہ نہیں ہے۔ یعنی ایک خاص محل پر اسم شریف سُنکر کھڑا ہونا ہم اس جذبہ تعظیم کو باآوازِ بلند درود کے وسیلے سے انجام دیتے ہیں۔ لیکن میں تو اس وقت وکالت کر رہا ہوں اس طبقہ کی جو اس پر عمل کرتا ہے تو جسے وہ بات ناگوار گزرتی ہے وہ طرح طرح کی باتیں کرتا ہے تو وہاں یہ کہا جاتا ہے یہ کیا کہ ایک خاص محل پر حضرت کا نام آئے تو وہاں کھڑے ہو یعنی ایسا ہی ہے تو پھر جب بھی آپ کا نام آئے تو کھڑے ہو جاؤ۔ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ پرانے زمانہ میں اس کا نمونہ یا مثال دوسرے کے سمجھانے کو ہم بھی پیش کر سکتے تھے مگر جو جدید مشاہدات ہیں اس سے بہت سی چیزوں کا سمجھانا آسان ہو گیا ہے اب میں اپنے ہاں کا جانتا ہوں وہاں میں نے دیکھا ہے مگر ظاہر ہے جو ایک جگہ ہوتا ہے وہ دوسری جگہ بھی ہوتا ہے۔ ایک دن ہم بینک گئے وہ دن ہمارے علم میں ایسا نہیں تھا کہ بینک بند ہو کام نہ ہو رہا ہو وہاں جاکر دیکھا۔ مثلاً۔ کہ سب اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہیں کوئی کام نہیں ہو رہا ہم نے کہا ارے صاحب کیا آج کوئی چھٹی ہے کہا نہیں چھٹی تو نہیں ہے ہم نے کہا پھر کیا ہے انہوں نے کہا کہ آج علامتی ہڑتال ہے۔ علامتی ہڑتال کیا۔ کہا کہ اصل ہڑتال تو بعد میں ہوگی اگر مطالبات پورے نہ ہوئے۔ یہ آج تھوڑی دیر کے لئے علامتی ہڑتال ہے یعنی اپنی ناراضگی کا ثبوت دینے کے لئے۔ مثلاً دوپہر تک کام نہیں کریں گے۔ یہ ابھی ہڑتال مکمل نہیں ہے۔ یہ علامتی ہڑتال ہے۔ اب میں نے وہاں سے یہ لفظ یاد کر لی۔ ایک دفعہ یہ لفظ سنی تو مجھے اپنے مطلب کی معلوم ہوئی۔ میں نے اُسے یاد کر لیا۔ اب جناب

یہ سوال جو قیام کا ہے۔ قیام بوقت سلام۔ انہوں نے یہ کہا کہ یہی کیا خصوصیت ہے جس وقت بھی حضرت کا نام آیا کرے تو کھڑے ہوا کرو۔ تو میں کہتا ہوں کہ بے شک اگر ہر وقت کھڑے ہوا کریں تو بہت اچھا مگر یہ اپنے امکان کی کمی ہے کہ ہر دفعہ کھڑے ہوا کریں۔ میں کہتا ہوں یہ تعظیم نہیں ہے علامتی تعظیم ہے (اگر ہر مرتبہ ان کا نام آنے پر کھڑے ہوں) تب بھی حق تعظیم کہاں ادا ہوگا۔

معلوم ہوا پیغمبر خدا کے لئے قرآن دعوت تعظیم دے رہا ہے وہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو جوان کی عظمتِ شان کے لائق ہے۔ ان کو اس طرح پکارا نہ کرو۔ اپنی آواز کو ان کی آواز پر بلند نہ کیا کرو یہ سب تعظیم کی دعوت ہے۔ اب رہا ان کا عمل۔ میں نے عرض کیا تھا کہ فطرت پھر قرآن پھر سنّت۔ تو [illegible] والا متفق علیہ تاریخ ہے اور تاریخ کے ذیل میں جو ارشادِ رسولؐ آئے وہ حدیث ہے اس لئے جو عرض کرتا ہوں وہ تاریخ بھی ہے حدیث بھی ہے۔ جنگ خندق کے بعد پیغمبر واپس ہوئے۔ جناب سعد ابن معاذ وہ انصارِ مدینہ میں سے بڑے سابق الایمان تھے۔ یعنی جبکہ ابھی ہجرت نہیں فرمائی تھی جو لوگ [illegible] گئے تھے اور حضرت کی خدمت میں شرفیاب ہوئے تھے ان میں سے یہ سعد ابن معاذ تھے۔ اور وہ جوان کے ہاں دو قبیلے تھے اوس اور خزرج ان میں سے ہر ایک کے سردار تھے۔ وہاں سے دو قبیلے نکالے جا چکے تھے بنی قریظہ وہاں رہ گئے تھے مدینہ میں۔ تو یہودیوں نے بڑے بڑے قلعے اپنے بنا لئے [illegible] تو انکی اچھی تھی نہیں۔ جنگ کا ارادہ پہلے ہی سے تھا۔ کچھ دن محصور رہے قلعوں میں اور اس کے بعد اب کچھ انہوں نے کہا کہ اب ہم قلعہ سے باہر آئیں ہمیں اطمینان دلایا جائے کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا تو جناب سعد ابن معاذ کے ان سے زمانہ قبل اسلام سے بڑے اچھے تعلقات تھے بہت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

روابط تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم کسی کو ثالث بنا دو وہ طے کردے گا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ تو آپ نے سعد ابن معاذ سے فرمایا کہ تم طے کردو وہ بڑے خوش ہوئے کہ یہ تو ہمارے بڑے پرانے دوست ہیں۔ وہ اپنی حماقت سے یہ نہیں سمجھے کہ ایمان میں پرانی اور نئی دوستی کچھ نہیں ہوتی۔ ایمان کے تقاضے جو ہیں وہ تو پورے ہوں گے اور تھے وہ بڑے جلیل المرتبہ صحابی۔ انہوں نے کہا کہ سعد ابن معاذ جو فیصلہ کردیں ہمیں وہ منظور ہے۔ آپ نے سعد کے بلوانے کو آدمی بھیج دیا وہ ایک مرکب پر سوار ہو کر آئے۔ پیغمبر کی خدمت میں۔ وہ جو آئے تو یہ ایک جملہ ہے۔ پورا واقعہ تو نہیں عرض کرنا ہے۔ جسے دیکھنا ہے تاریخ اسلام میں دیکھ لے کہ وہ جو آئے تو حضرت نے انصار کے اس قبیلے سے فرمایا کہ دیکھو تمہارا سردار آیا ہے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ دعوتِ تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ پیغمبر نے حکم دیا کہ تمہارا سردار آرہا ہے کھڑے ہو جاؤ۔ تو معلوم ہوا کہ رسول کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرو۔ بس اب ایک جز عرض کروں گا۔ آج تو اس سلسلہ کی پہلی مجلس ہے۔ پھر انشاءاللہ اور اجزا تفصیل کے ساتھ بیان ہوں گے کہ یہ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کھڑے ہو جاؤ۔ اور اب فوراً آپ کا عمل۔ حضور معتبر ترین کتابیں صحاح ستّہ مانی جاتی ہیں۔ اس صحاح ستّہ میں ایک صحیح ترمذی ہے چونکہ صحاح میں ہے اس لئے ترمذی شریف کہلاتی ہے۔ جیسے بخاری شریف، مسلم شریف ویسے ترمذی شریف۔ تو وہ بھی ادنیٰ درجہ کی روایت نہیں ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے تو صحاحِ ستّہ میں ہے۔ اس میں دیکھئے کہ صحیح ترمذی میں رسول کا عمل کیا ہے۔ اذا دخلت فاطمہ۔ جب بھی فاطمہ زہرا آتی تھیں۔ ایک دفعہ کی بات نہیں ہے کہ راوی نے دیکھا ہو کہ فاطمہ آئیں اور پیغمبر کھڑے ہو گئے۔ ایک دفعہ

کھڑے ہوں تو بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں۔ خلاف توقع کوئی آجائے تو آدمی کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ آئیں اور پیغمبر کھڑے ہو گئے۔ اذا دخلت جب آتی تھیں فاطمہ زہرا تو قام الیھا رسول اللہ۔ حضرت پیغمبر خدا ان کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہی جملہ ایسا اونچا تھا کہ ہماری تحریر و تقریر کی ساری قوتوں کو اس نے جذب کر لیا۔ ہم ہمیشہ اتنا ہی بیان کرتے رہے کہ حضور حضرت فاطمہ زہرا کی تعظیم فرماتے تھے مگر ارشاد رسول اور آگے بڑھتا ہے۔ جو تیسرا جملہ آئے گا وہ اگر پہلے جملے سے بالاتر نہیں ہے تو اس سے کمتر بھی نہیں ہے ارشاد ہو رہا ہے یعنی راوی کہہ رہا ہے قام الیھا رسول اللہ حضرت رسولِ خدا کھڑے ہو جاتے تھے رَحَّبَهَا مرحبا فرماتے تھے یعنی خوش آمدید کہتے تھے واجلسھا فی مکانہ اور انھیں اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔ اب اس منزلت کا میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تجزیہ اگر کریں تو اس جملے کے مفہوم کے سوا اس کے اور کوئی معانی ثابت ہی نہیں ہوں گے کہ جب تک فاطمہ بیٹھی ہیں پیغمبر خدا نہیں بیٹھیں گے۔ جب فاطمہ اُٹھ کر جائیں گی تب اپنی جگہ حضرت تشریف فرما ہوں گے۔ تو یہ فاطمہ زہرا کی تعظیم نہیں ہے تو اور کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عملِ رسول سے ثابت ہے کہ فاطمہ فقط بیٹی نہیں ہیں کچھ اور بھی ہیں۔ فاطمہ علاوہ بیٹی کے کچھ اور بھی ہیں ورنہ بیٹی ہونے کا تو تقاضا ہی نہیں ہے کہ باپ تعظیم کو کھڑا ہو اور ماشاءاللہ صاحبانِ علم ہیں آپ حضرات اور ممکن ہے کہ ہر نقطۂ نظر کے کچھ اصحاب ہوں۔ غور فرمایئے کہ اصول کہ جو عملِ رسول ہے وہ جزو سنّت ہے۔ جو تقریرِ رسول ہے وہ بھی جزو سنّت ہے تقریر کے معانی عام لوگ نہیں سمجھیں گے یعنی کوئی دوسرا رسول کے سامنے کوئی عمل کرے رسول اس کو منع نہ کریں۔ وہ بھی جزو سنّت۔ اور یہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اصُول ہے کہ سنّتِ رسول کی پیروی یا واجب ہوگی یا مستحب۔ ہوسکتا ہے کہ واجب ہو اور ہوسکتا ہے کہ مستحب ہو۔ ہم جسے واجب کے مقابلے میں سنّت کہتے ہیں وہ واجب نہ ہو سنّت ہو یعنی مستحب ہو۔ یہ ایک عملِ رسول ہے جو بالاتفاق موجود ہے۔ اور اصُول ہے کہ عملِ رسول کی پیروی سنّت۔ مگر مجھے کسی فقہ میں نظر نہیں آیا کہ باپ کے لئے سُنّت ہو کہ وہ بیٹی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوا کرے۔ کسی کتاب میں آپ نے دیکھا۔ کسی عالم سے سُنا کہ باپ کے لئے مستحب ہو۔ واجب نہ ہو مستحب ہو کہ اپنی بیٹی کی تعظیم کرے۔ تحفۃ العوام وغیرہ ہی نہیں۔ دنیا کی کسی کتاب فقہ میں۔ مطالعہ کی پُوری ذمّہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے دنیا کی کسی فقہ کی کتاب میں نہیں دیکھا کہ باپ کے لئے سنّت ہو کہ بیٹی کی تعظیم کرے۔ آجکل آسان ہے یہ کہہ دینا۔ کوئی کہے کہ ان سب علما نے غلطی کی۔ ارے صاحب ریسرچ کا تقاضا یہ ہے کہ ایک بات آج سمجھ میں آئی۔ تو چاہے ہم سے کسی نے پہلے نہیں کہا ہو۔ ابھی تک کسی نے نہیں لکھا اب جو ہم کتاب لکھیں گے کیونکہ دلیل ہمارے سامنے موجود ہے۔ صحیح ترمذی کی حدیث شریف ہے۔ اب سے ہم لکھا کریں گے۔ اور خصوصاً ہمارے طبقہ کے لوگ۔ فضیلت کا ایک پہلو بھی ہے تو ہم کہاں بھُول سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ واقعی ہم نے اس طرف ابھی تک توجہ ہی نہیں کی تھی۔ اب سے ضرور ہم اپنی بیٹی کی تعظیم کیا کریں گے۔ تو صاحب اب تک تو یہ علما کا عمل ہے کہ کتابوں میں نہیں لکھا۔ بیچارے علما غیر معصوم ہیں۔ کہہ دیجئے کہ غلطی کی سب نے۔ لیکن اب اس سے بالاتر ہے مشترک اسلامی نقطۂ نظر سے۔ اور خود ہمارے معتقدات کی روشنی میں کسی نے بھی جو سنّت رسول کی پیروی کرنے کا دعویدار تھا۔ کبھی اس سنّت رسول پر عمل نہیں کیا۔ حضور کے صحابہ کرام میں کیسے کیسے لوگ تھے۔ جو سنّت پیغمبرؐ کو

[illegible] یاد رکھتے تھے۔ خود حالات صحابہ کی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ ابن عمر [illegible] کسی نے دیکھا کہ اس درخت کے نیچے جا کر نماز پڑھی۔ اس درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اِدھر اُدھر پھر کر نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ کسی نے کہا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ کہا جہاں جہاں کبھی رسول کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا وہاں وہاں نماز پڑھ رہا ہوں۔ یہ اتباع سنّت کی مثال میں پیش کیا جاتا ہے۔ تو اتباع سنّت کا اتنا ذوق و شوق۔ یہ ویسے بڑی اچھی بات ہے۔ ایک ایک ہزار صفحہ کی کتابیں حالات صحابہ میں ہیں لیکن کسی صحابی کے حالات میں نظر نہیں آتا کہ وہ اپنی صاحبزادی کی تعظیم کرتے ہوں اور کھڑے ہو جاتے ہوں۔ [illegible] صاحبانِ فہم ہیں۔ ارے ایسی ایسی صاحبزادیاں جو کسی حیثیت سے واجب التعظیم بھی ہو چکی ہیں مگر ان کے پدرانِ نامدار ان کی تعظیم کے لئے نہیں کھڑے ہوتے۔ تو یہ کیا معاملہ ہے حالانکہ صحاح ستّہ۔ صحیح ترمذی میں حدیث موجود اور برابر نقل بھی ہوتی رہی۔ یہ نہیں کہ اسے بھُول گئے ہوں۔ اچھا صحابہ غیر معصوم تھے۔ کوئی مسلمان نہیں مانتا کہ اصحاب معصوم تھے۔ عام مسلمانوں کے [illegible] جیسے رسالت ختم ہوگئی عصمت بھی ختم ہوگئی۔ یا یوں کہیئے کہ جتنی [illegible] رسول کے لئے عصمت مانی اتنی رسول کے بعد ختم ہوگئی۔ مگر ہمارے ہاں [illegible] ہوگئی رسالت ختم ہوگئی۔ عصمت ختم نہیں ہوئی اب جو خدا کی طرف [illegible] بنام امام ہو۔ وہ امامت جو اُصول دین میں ہے۔ اس امامت [illegible] ہو۔ وہ معصوم ہے۔ عصمت ختم نہیں ہوئی وہ تا قیام قیامت [illegible] صحابہ کے بارے میں تو ہمارے افراد بے جھجک کہہ دیں گے کہ ان [illegible] لئے سند نہیں ہے لیکن بحمداللہ آپ اور ہم معصوم مانتے ہیں۔ [illegible] نزدیک جزو سیرتِ رسول ہے۔ اُن میں سے کوئی اپنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صاحبزادی کی تعظیم کو کیوں نہیں کھڑا ہوتا۔ حالانکہ کیسی کیسی صاحبِ صفات صاحبزادیاں
میں کہتا ہوں کہ امیرالمومنین حضرت زینب کی تعظیم کیوں نہیں فرماتے۔ کوئی روایت
آپ نے سُنی ہے۔ مجھے معلوم ہے کبھی یہ سُنا ہو گا کہ امام حسین بہن کی تعظیم کو کھڑے
ہوتے تھے۔ اگر ایسا ہے تو ہے اونچی بات یہ بھی۔ مگر وہ بات تو نہ ہوئی۔ بھائی
بہن تو ایک برابر کا رشتہ ہے۔ باپ بیٹی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا ہو وہ
نظیر نہیں ملتی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ امیرالمومنین تعظیم کے لئے کیوں نہیں کھڑے
ہوتے۔ امام حسین نے جناب سکینہ کے لئے اظہارِ محبت میں جو جملے ارشاد فرمائے
ہیں وہ ہم تک پہنچے ہیں، لیکن یہ بات ہم تک نہیں پہنچی کہ حضرت امام حسین سکینہ
و فاطمہ کی تعظیم کو کھڑے ہوتے تھے اور جو بھی بیٹیاں ہوں ان بیٹیوں کی امام حسین
کیوں نہیں تعظیم فرما رہے ہیں۔ اور جناب معصومہ قم۔ باوجودیکہ فہرست معصومین
میں نہیں ہیں لیکن جلالتِ قدر وہ ہے کہ آپ معصومہ کہنے لگے۔ معصومہ قم کا
محاورہ آپ کے درمیان رائج ہے مگر یاد رکھئے کہ معصومہ کہہ دینے سے فہرست
معصومین میں داخلہ نہیں ہو جاتا۔ تو معصومہ قم کہنے لگے وہ بات الگ ہے،
لیکن چودہ معصوم وہ ہیں کہ دلیل عصمت جن پر قائم ہے۔ بہر کیف کچھ ایسا جذبہ
احترام پیشِ نظر ہے کہ امام رضاؑ کی بہن کو معصومہ قم کہا جانے لگا۔ میں کہتا ہوں کہ
امام رضا کی بہن ہیں تو امام موسیٰؑ کاظم ان کی تعظیم کو کھڑے ہوں۔ جناب حکیمہ خاتون
جو اتنی محل اعتماد تھیں کہ راز منتظر کی امانت دار قرار پائیں مگر امام محمد تقیؑ ان کی
تعظیم کو نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ تو اب یہ معمّہ ہو گیا نا کہ ایک عمل رسول مسلّم
موجود اور چودہ سو برس کا کوئی عالم نہیں لکھ رہا کہ یہ مستحب ہے۔ صحابہ عمل نہیں
کر رہے۔ جن کے گھر کی بات ہے۔ ان میں سے بھی کوئی عمل نہیں کر رہا۔ تو
کیا وہ اصول ٹوٹ گیا۔ عملِ رسول کی پیروی میں فضیلت نہیں رہی۔ تو بس

[illegible] دوں اُسے دنیا قبول کرے ورنہ جو حل اس کے سامنے ہو وہ
[illegible] کرے۔ میں کہتا ہوں کہ چودہ سو برس کے علما نے یہی سمجھا۔ صحابہ رسول یہی سمجھے۔
[illegible] گھر کی بات تھی ان آئمۂ معصومین نے یہی جانا کہ فاطمہ کی یہ تعظیم بحیثیت بیٹی کے
[illegible] بیٹی کی حیثیت سے ہوتی تو مجھ پر بھی اپنی بیٹی کی تعظیم سنت ہوتی۔ آپ
[illegible] ہر ایک پر ہوتی، لیکن یہ تعظیم بحیثیت بیٹی کے نہیں ہے۔ یہ شخصیت
[illegible] لحاظ سے ہے۔ عظمتِ فاطمہ کے لحاظ سے ہے۔ اب میں کہتا ہوں
[illegible] اصول قائم ہے۔ سُنت رسول کی پیروی لازم ہے مگر قیامت تک کے مُسلمان
[illegible] تعظیم فاطمہ واجب ہے۔ اپنی بیٹی کی تعظیم سے سنت ادا نہیں ہو گی صلوٰۃ
[illegible] سیدہ عالم کی اتنی تعظیم کس بنا پر ہے اور کس حیثیت سے ہے وہ بہت
[illegible] طلب ہے اور آفتاب کی کرنیں مجھ کو پیغام وداع دے رہی ہیں لہٰذا میں
[illegible] بڑھوں گا۔ سیدہ عالم کی تعظیم پیغمبر خدا فرما رہے ہیں سیدہ عالم کی منزل
[illegible] رسول نے فرمایا کہ فاطمۃ بضعۃ منی۔ فاطمہ میرا ایک جز ہے۔
[illegible] کا جز تھوڑی ہے۔ مجھے معلوم ہے بعض ذاکر یہ ترجمہ کر دیتے ہیں۔
[illegible] دل پارہ جگر۔ اس سے بات محبت پر ڈھل جاتی ہے۔ رسول نے جو
[illegible] اس میں نہ دل ہے نہ جگر۔ پیغمبر نے فرمایا میرا ٹکڑا۔ تو میرا ٹکڑا ہے
[illegible] ہیں کہ میرے فرائض کی تکمیل نہ ہوتی بغیر فاطمہ کے۔ اور پھیلا کے
[illegible] کا موقع نہیں۔ مگر یاد رکھئے کہ فرمان رسول جو زبانی ہے۔ وہ تو
[illegible] کر سکتے تھے اقوال سے۔ سیرتِ رسول مقام اتباع میں کافی نہیں
[illegible] لئے کہ رسول مردوں کے لئے نمونہ بن سکتے تھے خواتین کے لئے
[illegible] بن سکتے تھے۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ خزانہ رسالت میں اک گھر
[illegible] کا کردار خواتین کے لئے ویسا ہی معصوم نمونہ ہو جیسا رسول

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

کا کردار مردوں کے لئے معصوم نمونہ ہے اس کے لئے خالق نے فاطمہ زہرا جیسی بیٹی کرامت فرمائی۔ اور میرے نزدیک تو رسول اسی لئے تعظیم کو کھڑے ہوتے تھے۔ وہ فاطمہ کی تعظیم نہ تھی اس منصب کی تعظیم تھی۔ جو فاطمہ کے سپرد تھا اور میں نے عرض کیا کہ تفصیل سے عرض کرنے کا موقع نہیں ہے مگر ایک خیال میرے ذہن میں مدتوں رہا ہے میں انکار نہیں کرتا اپنی کوتاہی علم کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت امیرالمومنین کے فضائل بے شمار مگر مجھے کہیں نہیں ملا کہ رسول اللہ حضرت علیؑ کی تعظیم کو کھڑے ہوئے ہوں۔ کسی اور کا کیا ذکر علی کے لئے نہیں ملا کہ رسول تعظیم کو کھڑے ہوتے ہوں مگر فاطمہ کے لئے مل رہا ہے۔ میں نے اس پر غور کیا ہے کہ آخر یہ کیا بات ہے۔ نہیں۔ فضائل کا زیادہ ہونا اور چیز ہے اوصاف کا بلند تر ہونا اور چیز ہے تو یقیناً امیرالمومنین کی جو منزل ہے وہ ان کے ساتھ مخصوص ہے مگر جو عرض کر رہا ہوں اس پر غور کیجئے خود اپنے معتقدات کی روشنی میں بھی اوصاف اور چیز کمالات اور چیز مگر علی کا جو منصب ہے وہ بعد رسول ہوگا اور فاطمہ کا جو منصب ہے وہ رسول کی موجودگی میں ہے۔ گذشتہ دور میں ہمیں ایک معصومہ معلوم ہیں حضرت مریم۔ مگر حضرت مریم کی زندگی رہنمائی خلق کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ وہ کسی کی شریک نہیں۔ عورتوں کے لئے جو اصل زندگی ہے اُس کے لئے مثال نہیں بن سکتیں۔ تو مریم کے بعد فاطمہ کی ضرورت تھی۔ تعلیم یافتہ طبقے میں بہت مقبول ہے۔ ڈاکٹر اقبال کا کلام۔ تو انہوں نے کہا۔ مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز۔ از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز تو انہوں نے تو عزت کے اعتبار سے کہا ہیں دوسری حیثیت سے کہہ رہا ہوں کہ بحیثیت نمونہ عمل کے حضرت مریم۔ بیٹی ہونے کا نمونہ بن سکتی ہیں۔ ماں ہونے کا نمونہ بن سکتی ہیں مگر شریک حیات کی حیثیت سے جو فرائض ہیں اس کا نمونہ نہیں بن سکتیں۔ اس کے لئے

ضرورت تھی۔ حضرت فاطمہ زہرا کی۔ یہاں تینوں پہلو مکمل۔ بحیثیت بیٹی باپ کے ساتھ شریک عمل مباہلے میں۔ بحیثیت زوجہ کے امیرالمومنین کی شریکِ حیات عمر بھر۔ اور بحیثیت ماں کے چاہے حسن وحسین کا نام لے لیجئے چاہے زینب و ام کلثوم کا۔ یہاں تینوں شعبے مکمل مگر اب مصائب عرض کرنا ہیں میں خود بارگاہِ ملیکۂ عالم میں عرض کروں گا کہ بے شک آپ کی زندگی مکمل معاذاللہ آپ کی سیرت میں کوئی نقص نہیں مگر قدرت نے آپ کو بھائی عنایت نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اس رشتے کے تقاضے کیا ہوتے ہیں وہ آپ نہیں ظاہر فرما سکیں جس طرح مریم کے بعد آپ کی ضرورت تھی وہاں آپ کے بعد مخدومہ عالم آپ کی بیٹی کی ضرورت تھی۔ آپ شریک جہاد مباہلہ۔ یہ شریک جہاد کربلا۔ مگر بہ اعتبار صنف جہاد کے تقاضوں پر عمل الگ الگ ہوا۔ میں کہتا ہوں وہ عصر تک کا جہاد اس کی سرگروہ حسین ابن علی۔ عصر کے بعد کا جہاد اس کی سرگروہ زینب بنت فاطمہ۔ اور میری کیا مجال کہ میں حضرت امام حسین کے کارنامہ پر کسی کارنامے کو فوقیت دوں مگر جو واقعاتی فرق ہے وہ میں کیونکر عرض کروں کہ مولا جب میدان جہاد میں تھے تو ہر مصیبت میں زینب شریک تھیں۔ کونسی مصیبت مولا نے اٹھائی اور زینب نے نہ اٹھائی ہو مگر جب زینب کا وقتِ جہاد آیا تو اب بھائی اور وہ تنہا بھائی کا سر تھا جو کربلا سے کوفہ تک اور کوفہ سے شام تک ساتھ ساتھ چلا گیا۔ بس ایک جملہ اور۔ اور اسی پر ختم۔ میں کہتا ہوں کہ کربلا والوں [illegible] کا جہاد بے مثال کیا۔ بے شک شہزادہ قاسم نے بہترین [illegible] شہزادہ علی اکبر نے بے نظیر جہاد کیا۔ ہمارے آقا ابوالفضل العباس [illegible] جہاد کیا ہمارے مولا نے جب تلوار لے کر جہاد کیا تو وہ بھی بے مثال [illegible] زہرا کی بیٹیوں کی بارگاہ میں عرض کروں گا کہ اے میرے شہزادے

Presented by: Rana Jabir Abbas
jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قاسم وعلی اکبر اے میرے چھوٹے آقا عباس۔ اے میرے امام حسین بے شک
آپ نے جہاد بے مثال کیا مگر جو جہاد آپ نے کیا وہ خاندانی روایات کے
مطابق تھا علیؑ کے پوتے یوں جہاد نہ کرتے تو کون کرتا۔ حمزہ کے وارث یوں ج
نہ کرتے تو کون کرتا۔ جعفر کے وارث یوں جہاد نہ کرتے تو کون کرتا مگر زینب
جو جہاد کیا وہ خاندانی روایت سے الگ تھا۔ ارے جس کی ماں کا جنازہ را
کو اُٹھا ہو وہ روزِ روشن میں شہر بہ شہر۔

مجلس دوم

شعائرُاللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

[illegible] شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ۔

[illegible] شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کا ایک جز ہے۔ میں نے عرض [illegible] کے ساتھ ہے۔ کسی اور چیز یا کسی اور شخص کے لئے عبادت نہیں ہو [illegible] تعظیم کا تعلق ہے تو اس کے لئے کہا جا رہا ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم [illegible] ایک جز ہے تو اس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ عبادت اور چیز ہے [illegible] پیغمبرِ خدا کی تعظیم کی دعوت جس طرح دی گئی ہے اس کے لئے میں نے [illegible] ہیں۔

[illegible] الرسول بینکم کدعا بعضکم بعضا۔ اس طرح نہ پکارا کرو جیسے [illegible] دوسرے کو پکارتے ہو دوسرے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت [illegible] اپنی آوازوں کو رسول کی آواز سے اونچا نہ کیا کرو اب ایک اور آیت الذین [illegible] الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التورٰۃ [illegible] بالمعروف وینھٰھم عن المنکر یحلّل لھم الطیبات [illegible] الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلل التی [illegible]

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ارشاد ہو رہا ہے تائید کی جا رہی ہے کہ وہ جو پیروی کرتے ہیں اس نبی اُمّی کی
اس وقت ہر ہر لفظ کی تشریح منظور نہیں ہے۔ جسے لکھا ہوا دیکھتے ہیں خود اپنے پاس
یعنی اہل کتاب خود اپنے پاس لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ توریت اور انجیل میں اور یہ انہیں
نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے۔ اور ان کے لئے اچھی صاف
ستھری پاک غذاؤں کو حلال قرار دیتا ہے اور جو خبیث چیزیں ہیں انہیں منع کرتا
انہیں حرام قرار دیتا ہے اور جو بوجھ ان پر تھے ان کو دُور کرتا ہے اور جو زنجیریں ان
پیروں میں پڑی ہوئی تھیں ان کو دُور کرتا ہے۔ یہ ایک طویل آیت ہے اس کے
جز کی تشریح نہیں کرنا ہے۔ تو جن لوگوں نے اس پر ایمان اختیار کیا۔ آمنو بہ کے معنی
ہیں اس کے بعد ہے عَزَّرُوْہُ۔ اس کے بعد ہے نَصَرُوْہ۔ اب عزّرُوہ کے معنی لغت
میں دیکھے کیا ہیں۔ آمنوا بہ کے معنی سب جانتے ہیں۔ نصرُوہ کے معنی سب جانتے
ہیں۔ نصرت کے معنی ہیں مدد کرنا۔ مگر لغت میں دیکھئے تو عزرُوہ کے معنی ہیں ان کی
تعظیم کرتے ہیں۔ جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کی
کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ آیا ہے۔ یہی لوگ دین
کی بہتری حاصل کرتے ہیں۔ تو وہ تو خصوصی انداز سے جنکو میں کہتا ہوں کہ ہر شخص
سمجھ سکتا ہے کہ تعظیم ہے۔ یعنی نام اس طرح نہ لو جیسے اوروں کا نام لیتے ہو۔ لیکن
تو عزروہ کے معنی ہیں کہ انکی تعظیم کرتے ہیں۔ اب جو جو چیز داخل تعظیم ہو
مطلوب خالق ہوگی جب تک کہ استثناء نہ ہو۔ کسی ایک طریقہ تعظیم کو خاص
منع کر دیا جائے تو وہ اور بات ہے لیکن جب تک کہ استثناء نہ کیا جائے اس
تک جو بھی طریق تعظیم ہوگا۔ وہ اس حکم الٰہی میں داخل ہوگا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ
ایک عنوان ہے جس کے تحت میں جو جو طریقے ہیں وہ بہ اختلاف زمانہ بہ اختلاف
بدلتے رہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں کوئی طریقہ تعظیم کا نہ ہو اور

[illegible] وہ طریقہ تعظیم کا رواج پا جائے جس طرح توہین۔ وہ جو اس کا متقابل رُخ ہے۔
[illegible] آب وہوا اور زمانے کے اعتبار سے بدلتی ہے۔ ایک جگہ ایک بات توہین
[illegible] دوسری جگہ وہ توہین ہوتی ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے اگر شہروں میں نہیں
[illegible] میں پنجاب کے۔ تو اور تم کہہ کر بات کرنا خاص طور سے کوئی توہین نہیں ہے
[illegible] گفتگو کا انداز ہی یہی ہے۔ لیکن مثلاً ہمارے ہاں ہندوستان میں اور خصوصاً
[illegible] تم یا تو کہنا یہ تذلیل اور توہین قرار پاتا ہے ویسے بھی تعظیم کے انداز مختلف
[illegible] مختلف زمانوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ تو جو حکم خالق کی طرف سے سب کے
[illegible] وہ ہر ملک کے لحاظ سے اس کی تہذیب کے اعتبار سے اس کے تمدن کے
[illegible] طریقہ تعظیم ہو اس پر حاوی ہوتا ہے اور ہر ملک کے لحاظ سے جو
[illegible] توہین ہو جو طریقہ اہانت ہو۔ وہ حرام ہو جائے گا، بلکہ کفر ہو جائے گا تو اس
[illegible] کے طریقے بدلتے رہ سکتے ہیں مگر اصل حقیقت اپنے حال پر قائم رہے گی کہ
[illegible] طرف سے تعظیم کا حکم ہے۔ جیسے میں نے کہا کہ ذکرِ رسولؐ کے دوران قیام بعض
[illegible] رائج نہیں ہے۔ بعض جماعتوں میں رائج ہے لیکن رائج جن جماعتوں میں
[illegible] بنا پر۔ تعظیم کی بنا پر۔ لہٰذا وہ قابل اعتراض نہیں ہوگا۔ وہ اسی تعظیم د
[illegible] داخل ہوگا جس کا خالق نے حکم دیا ہے۔ اب ایک اور بات۔ کل کا بیان
[illegible] نے سرنامہ کلام قرار دیا ہے ابتدا ہی میں۔ میں نے کہا کہ تعظیم اور ہوتی
[illegible] اور ہوتی ہے یعنی تعظیم اور عبادت ایک چیز نہیں ہے مگر اب میں
[illegible] کہتا ہوں کہ ایسی تعظیم جو حکم الٰہی سے ہو وہ یقیناً عبادت ہے مگر فرق
[illegible] ہے کہ تعظیم کسی کی ہے عبادت کسی کی ہے۔ تعظیم شعائر اللہ کی ہے اور
[illegible] ہے تعظیم رسول کی ہے اور عبادت اللہ کی ہے کیونکہ عبادت
[illegible] سے تعظیم ہے اور تعظیم اسی کی ہے جس کی تعظیم کا اس نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حکم دیا ہے تو متعلق تعظیم اور ہے متعلق عبادت اور ہے۔ تو تعظیم بہر حال شر
نہیں ہو سکتی اگر حکم خدا سے ہو تو عبادت ہو گی اگر از خود ہے یا کسی محرک دنیا
کے لحاظ سے تو وہ عبادت نہیں ہو گی۔ جیسے بہت سے کام ہمارے جو اس
حکم کی بنا پر نہ ہوں خود سے ہوں فرض کیجئے کہ کسی حاکم ضلع کی تعظیم کر رہے
یا اپنے کسی بزرگ کی تعظیم کر رہے ہیں۔ ماں باپ کی تعظیم کر رہے ہیں تو اگر اس د
تصور ہو حکم خدا کا تو عبادت ہے کیونکہ اس نے حکم دیا ہے تعظیم کا۔ اسی طرح فر
کیجئے اپنے اُستاد کی تعظیم کر رہے ہیں تو وہ بھی اس نے کہا ہے کہ جو تمہیں تعلیم دے
ایسا ہے جیسے تمہارا آقا و مولا عالم دین کی تعظیم کریں کہ وہ اس دین کا عالم ہے ت
سب تعظیمیں عبادت ہوں گی۔ اگر کسی امیر کبیر کی اس کی دولت کی وجہ سے تعظ
تو وہ بس تعظیم ہو گی عبادت نہیں ہو گی۔ اگر کسی بوڑھے کی اس کے بزرگ ہونے ک
سے بہ اعتبار سن تعظیم کی تو وہ بھی حکم خدا سے ہے کہا گیا ہے کہ تم میں سے جو سن ر
بڑے لوگ ہیں ان کی توقیر کرو۔ تو اگر اس کا حکم پیش نظر ہے تو وہ بھی عبادت ہو
غرض یہ کہ اگر اس کے حکم کے ماتحت تعظیم ہے تو وہ تعظیم بھی ہے اور عبادت
مگر تعظیم کسی کی ہے عبادت کسی کی ہے۔ عبادت ہے خالق کی۔ اب جو طریقے
کے ہوں اکثر نام لے لے کر ان کو شرک کہا جاتا ہے مثلاً جا کر روضۂ نبوی کی
کو بوسہ دیا تو بہت زیادہ زبان ہی سے شرک نہیں ہوا بلکہ پشت پر
بھی پڑ گیا گویا پاداش شرک یہیں مل گئی۔ اسی طرح سے اور اسی طرح کے کا
جو شرک کہا جاتا ہے۔ سجدہ گاہ پر ہم نے سجدہ کر لیا آواز آئی شرک۔ جب ضر
بوسہ لینے پر شرک کا حکم لگ گیا تو پھر ظاہر ہے کسی علم کو ضریح کو تعزیے کو
عزا ہیں ہوتے ہیں اس کو بوسہ دے لیں۔ تو وہ بھلا کہاں توحید کے دائرے میں
تو یہ جوان کاموں کو ترک کرایا جاتا ہے میری سمجھ میں تو اس کے معنی ہی نہیں

[illegible] وہ تو اس وقت ہے جب مفہوم سمجھ میں آئے اور جب کسی چیز
[illegible] آئیں تو اس کی رد کیا ہو۔ اب میں عرض کرتا ہوں۔ خانہ کعبہ کا
[illegible] اب فرض کیجئے کوئی بنظر عقیدت کسی ضریح کا طواف کرے تو
[illegible] آواز آئے گی کہ شرک اسی طرح حجر اسود کا بوسہ متفق علیہ لیکن کسی
[illegible] دے تو آواز آئے گی شرک اور ایک چیز ابھی کہہ چکا کہ ہم نے سجدہ گاہ
[illegible] کہا گیا کہ شرک۔ اول تو ایک اصولی بات عرض کر دوں۔ وہ خشک
[illegible] اصولی۔ کہ جو شرک ہو اسمیں استثناء کی گنجائش نہیں۔ میری زبان سے
[illegible] باتیں سن لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہم کہیں کہ شرک ظلم عظیم ہے تو کیا اس میں
[illegible] ہے کہ سوا اس کے شرک جیسے اللہ کا شریک کوئی نہیں۔ اب اس میں
[illegible] کہا جا سکتا۔ اسی طرح شرک حرام یا کفر یا ظلم عظیم اسمیں الّا کی گنجائش کوئی
[illegible] کہ سوا اس کے۔ تو میں کہتا ہوں کہ جن جن چیزوں کو میں نے متفق علیہ کہا۔
[illegible] جزو حج سب کے نزدیک۔ تو اگر کسی چیز کا طواف شرک ہے تو کیا
[illegible] بنانے پر وہ راضی ہو گیا۔ اسی طرح حجر اسود کو بوسہ دینا متفق علیہ
[illegible] گویا کارخانہ ہے شرک سازی کا۔ وہ خود بھی اس پر عامل ہیں۔ حالانکہ
[illegible] غور کرے کہ شباہت بھی ڈرنے کی چیز ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ یہ
[illegible] ہے مگر تصور ہوتا ہے۔ یعنی ملتی جلتی ہوئی ہے شرک سے۔ تو یہ
[illegible] بھی محرک ہو سکتا ہے ہولناک بنانے کا تو اب میں ہر صاحب فہم
[illegible] دیتا ہوں کہ یہ حجر اسود کو بوسہ دینے کا جو حکم ہوا تو یہ تو پتھر ہے اور انہی
[illegible] تھے یعنی جنس اور نوع کے اعتبار سے اسی شرک کی قسم ہے
[illegible] تھے مگر پھر بھی یہ ہی نہیں کہ حرام نہیں بلکہ جزو حج۔ یعنی امکان ہو تو
[illegible] ہو تو استیلام کرے۔ مجمع کی کثرت کی وجہ سے رسائی نہ ہو تو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

استیلام کرلے یعنی ہاتھ سے یوں کرے۔ اور وہ پاس نہ جا سکے تو دُور سے۔ ارے ہمکو لوگ کہتے ہیں اتنی دُور سے زیارت پڑھنے سے کیا فائدہ۔ وہاں نہیں سوچتے کہ دو گز سے یوں کیا پھر لوں کر لیا اس سے کیا فائدہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عمل جذبہ احترام کا مظہر ہے۔ اب سب کے نزدیک عبادت حالانکہ جو واقعی شرک تھا اس سے صورت و شکل میں کتنا قریب ہے اب وہاں ایک یام و دد ہوا۔ حجر اسود کو جا کر بوسہ دیا تو دیکھتے رہے وہاں بھی کوڑے چلتے ہیں مگر وہاں وہ روکنے کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ دوسروں کو موقع دیں۔ یعنی بس۔ بعض ہیں کہ لپٹے ہوئے ہیں اور ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ تو ان کے لئے کوڑا چلتا ہے کہ بس تم بوسہ لے چکے اب ہٹو۔ اب دوسروں کو موقع دو۔ تو وہاں یہ ترغیب و تحریص ہے۔ گویا اس کے لئے دوسروں کو موقع دینا یہ امداد ہے اس کی اعانت ہے۔ اس عمل خیر میں مگر اسی وقت رکن یمانی کو جو اس کے مقابل میں رخ گوشہ ہے خانہ کعبہ کا اس کو اگر بوسہ دے لیا تو پھر چاروں طرف سے اعتراض کی آوازیں آنے لگیں۔ تو اس گوشہ کا بوسہ لینا روا اس گوشہ کا بوسہ لینا ناروا۔ یہاں فقہ کا اختلاف ہے ہمارے ہاں مستحب ہے رکن یمانی کا بوسہ لینا ان کے ہاں استیلام تو ہے اس کا بھی لیکن وہ جو بوسہ لینا ہے وہ نہیں۔ میں نے کہا جو شرک ہے اس میں استثنا کی گنجائش نہیں۔ اگر شرک ہے تو پھر حجر اسود کا بوسہ لینا بھی ناروا ہونا چاہیے اور جب حجر اسود کا بوسہ لینے کی اجازت ہی نہیں ہے بلکہ حکم ہے تو اس کے معنی یہ کہ شرک تو نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس کا حکم نہیں ہے تو جس بات کا حکم نہ ہو وہ حرام تو نہیں ہو جاتی۔ اب جو جو غذائیں آپ کھاتے ہیں ان کے کھانے کا کہاں حکم ہے۔ جو آپ پیتے ہیں ان کے پینے کا کہاں حکم ہے تو حکم ہونا اور بات ہے ممانعت ہونا اور بات ہے جب تک ممانعت نہ ہو اس وقت تک جائز ہے حجر اسود کے بوسہ لینے کا حکم ہے۔ اس کے غیر کے بوسہ لینے کا حکم نہیں ہے

[illegible] آپ عبادت نہ مانئے اسکو۔ عبادت خدا نہ مانئے لیکن وہ شرک کیونکر ہو [illegible] شرک ہو وہ کسی وقت میں بھی نہیں ہے۔ ہاں میں نے کہا تھا کہ کسی طریقہ [illegible] ممانعت ہو جائے وہ بھی شرک نہیں ہوگا گناہ ہوگا۔ شرک میں اور [illegible] اور میں صاف طور سے کہوں کہ سجدہ طریقۂ تعظیم۔ اسے ہمارے سوادِ [illegible] یعنی صوفیا کا ایک گروہ جائز سمجھتا ہے اور بڑا گروہ مخالف ہے۔

[illegible] ابھی شرعاً سجدہ جائز نہیں ہے کسی کو۔ اس کے لئے حدیثیں ہیں پیغمبر خدا [illegible] حدیثیں میری نظر سے گزریں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ اگر سجدہ غیر اللہ [illegible] اب یہ بات آج کے ترقی پسند زمانے کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ [illegible] کہ ہمارے رسول اتنے ترقی پسند نہیں تھے۔ اگر سجدہ غیر اللہ کو [illegible] بیویوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ اگر سجدہ جائز ہوتا۔ [illegible] نکلا کہ جائز نہیں ہے۔ اب یہ بھی میں نے دیکھا ہے کہ اگر سجدہ غیر اللہ کو [illegible] شاگردوں کو حکم دیتا کہ وہ اُستاد کو سجدہ کریں۔ اب کوئی فقیہ اگر [illegible] رکھتا ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جب شاگرد کو حکم دیا کہ وہ [illegible] سجدہ کرے تو پھر بیٹے کو بھی حکم دیتا کہ وہ اپنے باپ کو سجدہ کرے۔ [illegible] ہے کہ وہ آبائے ثلاثہ یعنی تین قسم کے باپوں میں سے ہے تو باپ [illegible] اس کی عزت ہے تو جب اس کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو جو واقعی [illegible] لئے سجدہ کیوں نہ جائز ہوتا۔ لیکن یہ اگر ہوتا اگر ہوتا اسی نے بتا دیا [illegible] لہٰذا ہم سجدہ تعظیم کو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر شرک کہنا غلط ہے۔ سجدہ [illegible] کرے تو وہ میرے نزدیک گناہ ہے شرک نہیں ہے اور اس کی [illegible] جو شرک ہے اس میں استثنا کی گنجائش نہیں۔ تو جو شرک ہے اس [illegible] بھی اثر نہیں۔ کیونکہ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اصولِ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دین تمام انبیاء میں ایک ہے۔ توحید اور شرک اصولِ دین سے متعلق۔ ثواب اور گناہ [illegible]
فروعِ دین سے متعلق تو اگر شرک ہوتا تو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔ اگر شرک ہوتا
تو برادرانِ یوسف اور یعقوب۔ یعقوب کی آنکھوں کے سامنے اور ان کی مرضی سے یوسف
کو سجدہ نہ کرتے اور یہ سب باتیں قرآن سے ثابت۔ ہمارے اوپر وہ سندیں پیش نہیں
کی جاسکتیں کیونکہ ہم کہیں گے کہ اب ہم شریعت اسلام کے پیرو ہیں اس وقت سجدہ
تعظیمی جائز تھا اور اس وقت پیغمبرِ اسلام نے کہہ دیا ہے کہ جائز نہیں ہے۔ مگر شریعتوں
میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اصول دین میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اب
ناجائز ہو گیا ہے تب بھی گناہ ہے شرک نہیں ہے۔ شرک ہوتا تو کسی دور میں بھی جائز
نہ ہو سکتا۔ اب جو بات میں نے شروع کی تھی بیچ میں اس کا دوسرا جزء آگیا۔ میں نے [illegible]
کہ میری سمجھ میں تو اس کے معنی ہی نہیں آتے۔ اب یہیں سے شروع کر دوں کہتے [illegible]
سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا شرک ہے۔ میں کہتا ہوں سجدہ گاہ کی حقیقت کیا ہے یعنی پیشانی
کے نیچے۔ اس کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ شرک ہوتا کیا [illegible]
جو بات خدا سے خاص ہو اسے کسی دوسرے کے لئے صرف کرنا مثلاً خدا بندہ [illegible]
خالق حقیقی ہے اب کسی دوسرے کو خالق مانیں اس کے ذاتی ارادہ و اختیار سے [illegible]
اس کی ذاتی طاقت سے تو شرک ہو جائے گا۔ اللہ بطور معجزہ کسی کے ہاتھ سے [illegible]
کرا دے وہ اور بات ہے، لیکن خالق حقیقی بس ایک رازق حقیقی بس ایک رب [illegible]
بس ایک۔ یہ باتیں کسی دوسرے کے لئے ثابت کر دی جائیں تو وہ شرک ہو جا[illegible]
یا جیسے میں نے کہا کہ عبادت جس سے خاص ہے۔ عبادت کسی دوسرے کی کر[illegible]
عبادت کے معنی کیا۔ اللہ ہونے کا تصور کر کے کوئی عمل کرے اس کا نام عبادت [illegible]
دوسرے کے لئے اسی تصور کے ساتھ کرے تو وہ شرک ہو جائے گا لیکن جو بات [illegible]
کے لئے ہو ہی نہ سکتی ہو اُسے غیر اللہ کے لئے ثابت کریں تو وہ شرک کیونکہ ہو[illegible]

[illegible] کوئی بات ہوتی ہو اور اُسے غیر اللہ کے لئے ثابت کریں تو سمجھ میں آتا ہے
[illegible] اور جو بات ہوتی ہو غیر اللہ کے لئے اُسے غیر اللہ کے لئے ثابت کریں۔
[illegible] ماں سے پیدا ہونا۔ یہ غیر اللہ سے خاص ہے۔ تو اب ہم کسی کی ولادت۔
[illegible] میں ہو۔ وہ ولادت بیان کریں یہ کہہ کر کہ خدا کے گھر میں ہوئی۔ تو گھر خدا
[illegible] ولادت تو غیر اللہ ہی کی ہو گی اسے کیونکر کہا جائے گا شرک اور یہاں تیرہ
[illegible] ولادت جناب امیر کا بیان تھا تو ایک صاحب نے پوچھ لیا کہ اگر
[illegible] فضیلت ہے تو آخر رسول کیوں نہیں پیدا ہوئے کعبہ میں۔ اللہ نے
[illegible] رسول کے لئے کیوں نہیں رکھی۔ انہی کو کیوں کعبے میں پیدا ہونے کا موقع دیا۔
[illegible] مشکل تھا۔ مگر میں نے جو عرض کیا کہ ہاں۔ یوں تو خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔
[illegible] کی بات کو کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ مگر کچھ میری سمجھ میں بھی آتا ہے وہ یہ ہے
[illegible] میں خدا کہنے والی کوئی جماعت پیدا ہونے والی نہیں تھی علمِ الٰہی میں۔
[illegible] میں اس بندے کے لئے بعد میں خدا کہنے والے پیدا ہونے والے تھے
[illegible] اس کی ولادت کو نمایاں کرنے کی ضرورت تھی کہ دیکھو یہ خدا نہیں ہیں یہ
[illegible] ہیں صلوٰۃ۔

[illegible] ولادت کیونکہ غیر اللہ سے خاص چیز ہے تو اگر ہم کسی کی ولادت کو کتنا ہی
[illegible] کے ساتھ بیان کریں تو یہ تو ثبوت ہے اس کا کہ ہم نے انہیں خدا نہیں سمجھا
[illegible] شرک کا تصور ہو ہی نہیں سکتا۔ جو بات غیر اللہ کے لئے خاص ہے
[illegible] غیر اللہ کے لئے تو کیسے شرک ہو گا۔ تو اب دیکھئے کہ سجدہ گاہ
[illegible] ہے کیا یہ بات اللہ کے لئے ہو سکتی ہے۔ کیا ہماری پیشانی کے
[illegible] حق پرست آسکتا ہے۔ کبھی معاذ اللہ اس کا کوئی حصّہ جسم۔
[illegible] ہے جو ہماری پیشانی کے نیچے ہو۔ ہماری پیشانی کے نیچے جو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہوگا کوئی حصّہ جسم ہوگا۔ تو یہ بات تو غیر اللہ کے لئے خاص ہے تو کسی غیر اللہ کے لئے
ہم وہ عمل کریں تو شرک کہاں سے ہوگا۔ یعنی اگر آپ اپنے کپڑے پر سجدہ کر لیں تو
وہ شریک خدا نہ ہو۔ ماشاء اللہ قالین پر سجدہ کریں تو وہ شریک خدا نہ ہو۔ اور
ہم خاک شفا پر۔ ارے مٹی کی جنس پر سجدہ کریں جو خاکساری کا نشان ہے۔ قالین
پر سجدہ میں تو پھر بھی امارت پسندی کا ایک پہلو ہے خاک پر سجدہ بوریا نشینوں کی
علامت ہے۔ جتنی قیمتی چیزیں بھی ہوئی ہوں چاہے وہ ریشم کا فرش ہو چاہے
وہ زر تار ہو اس میں سونا لگا ہوا ہو۔ جواہر لگے ہوئے ہوں مگر جب نماز پڑھیں
گے تو خاک کی ٹکیہ لائیں گے دنیا اسے خاک کی ٹکیہ ہی کہے گی بہرحال ہم اُسے پیشانی
کے نیچے رکھیں گے۔ یعنی یہ ایک اظہار ہوگا کہ ہم ان تمام اسباب ثروت کو ذلیل
سمجھتے ہیں اور اس کی ہمارے نزدیک کوئی عزت نہیں۔ اُسے بوسہ نہیں دیتے [illegible]
بوسہ دیتے ہیں۔ اسے قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ اب تو بنظر شرف کربلا کی خاک [illegible]
ہیں ورنہ مسئلہ حقیقی کے لحاظ سے کوئی خصوصیت نہیں وہ تو ایک اصول ہے [illegible]
کا پتہ لے لیتے ہیں۔ پنکھا ہوتا ہے وہ رکھ لیتے ہیں چٹائی ہوتی ہے اس پر سجدہ
کر لیتے ہیں۔ اگر خاک شفا ہے تو اُسے ترجیح دے دیتے ہیں۔ اسے شرک [illegible]
کے معنی کیا ہیں۔ کاہے کا شرک۔ یعنی بوسہ دیا ضریح کو۔ وہ بہت بڑا شرک
میں کہتا ہوں بوسہ دینے کی کیا حقیقت ہے۔ ہمارے لب کسی جسم سے متصل
ہوں۔ یہی معنی تو بوسے کے ہیں۔ تو وہی بات کہ کیا ہمارے لب اللہ [illegible]
کے کسی جزء سے متصل ہو سکتے ہیں۔ یہ جب بھی ہوگا کسی جسم کے ساتھ ہوگا [illegible]
مخلوق کے ساتھ ہوگا۔ اب میری عمر ایسی نہیں۔ ان باتوں کو پیش کرنا اور پھر [illegible]
منبر مانع ہے اگر حق منبر کوئی سمجھتا ہو تو بڑی نازک منزل ہے۔ عرفی نے اس
قصیدہ میں جو نعتِ رسول میں کہا تھا۔ بڑا معرکہ آرا قصیدہ اس میں کہا تھا ۔۔

[illegible] تیغ است قلم را۔ ہوش رکھو کہ قلم کا پیر تلوار پر ہے۔ بادشاہوں
[illegible] آسان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول کی تعریف کرنا۔ جو
[illegible] شان ہو وہ بڑی نازک منزل ہے۔ قلم کا پاؤں تلوار پر ہے تو اب اسمیں
[illegible] تعریف کے ساتھ میں یہ کہوں گا کہ اگر منبر کے محل کی عظمت کا احساس ہو
[illegible] اپنے دل سے کہے ھشدار کہ پا بر سر تیغ است زبان را۔ ہوش رکھو
[illegible] پاؤں تلوار کی دھار پر ہے۔ یہ مقام منبر نہ مذاق کا متقاضی ہے نہ
[illegible] باتوں کا متقاضی ہے۔ اسمیں حقیقت ہونی چاہیئے۔ اسمیں وہ ہونا چاہیئے
[illegible] شایان شان ہو۔ مگر اپنی غیر شاعرانہ زبان میں کہوں گا کہ جناب بوسہ لینا
[illegible] کی تحریک سے ہو تو شرک نہ ہوا اور از روئے عقیدت ہو تو شرک ہو جائے اب طواف
[illegible] خانہ کعبہ میں متفق علیہ۔ کوئی امام بارگاہ کا طواف کرے کوئی
[illegible] طواف کرے کوئی روضہ حسینی کا طواف کرے کوئی کہے غضب کیا غضب
[illegible] غضب کیا کیا۔ طواف کیا ہوتا ہے۔ بیچ میں کوئی شخص یا کوئی
[illegible] کے گرد چکر لگاتا۔ تو کیا کبھی آپ کو اللہ سبحانہ ملے گا کہ اس کے گرد چکر
[illegible] زبان سے کہے یا نہ کہے مگر جسمانیت کے تقاضے ثابت کرتا ہے
[illegible] عظمت کا تصور یہ رکھتا ہے کہ عرش پر نہیں سماتا۔ تو پھر آپ کیا
[illegible] مگر ہم تو کہتے ہیں کہ جسمانیت سے بری ہے تو وہاں تو چکر لگانے
[illegible] سکتا کسی عمارت کے گرد کسی شے کے گرد چکر لگائے جائے گا تو
[illegible] طواف کو عبادت سمجھنے کے۔ ہاں ہر چیز میں معنی پیدا ہو جائیں گے
[illegible] ہیں اسے خدا سمجھ لیں اگر جس کا بوسہ لے رہے ہیں اُسے خدا
[illegible] یاد رکھئے کہ یہ شرک بوسہ لینے سے نہیں ہوا ہے خدا
[illegible] لئے ایک جملہ کہہ کر آگے بڑھوں کہ خدا سمجھ کر آنکھ سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک اشارہ ہوگا تو شرک ہوگا اور بغیر خدا سمجھے ہوئے سجدہ بھی ہوگا تو شرک نہیں ہوگا۔

اب جناب تعظیم کے تقاضے سب جانتے ہیں۔ تعظیم کبھی براہ راست ہوتی ہے اور کبھی اضافتوں کے ساتھ ہوتی ہے تو اب میں مثالوں سے ثابت کروں گا۔ اضافتوں کے ساتھ جو تعظیم ہو وہ بڑے درجہ کی تعظیم ہوتی ہے۔ ایک صاحب کوئی عالمِ دین کوئی صاحبِ دولت آئے۔ حاکم ضلع آئے آپ کھڑے ہوگئے تعظیم کے لئے۔ مگر اب وہ نہیں آئے ان کا چھوٹا سا بچہ آگیا مگر اب اس بچے کو دیکھ کر آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ کسی نے پوچھا یہ آپ اس بچے کی تعظیم کرتے ہیں آپ نے کہا جانتے نہیں کس کا بچہ ہے۔ تو بتائیے جب خود ان کے لئے آپ کھڑے ہوئے تھے وہ بڑے درجے کی تعظیم تھی یا یہ بڑے درجے کی ان کی تعظیم ہوئی اب جناب وہ خود بھی نہیں آئے نہ بیٹے کو بھیجا۔ ارے ان کا نوکر آگیا۔ نوکر صورت شکل سے کوئی دیہاتی آدمی ہے۔ آپ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے کسی نے کہا ارے آپ اس دہقانی کی تعظیم کرتے ہیں۔ آپ نے کہا اسے نہ دیکھو یہ دیکھو کس کا نوکر ہے اب دیکھئے بیٹے کی تعظیم کو جو کھڑے ہوئے تھے اُس سے بڑھ گئی یہ تعظیم۔ اور اب جناب وہ ان کا بھیجا ہوا کوئی بھی نہیں۔ ڈاکئے نے لا [illegible] ان کا خط دیا۔ روز ڈاکئے سے خط لیتے تھے چپکے بیٹھے رہتے تھے۔ آج ڈاکئے [illegible] خط دیا اور آپ سروقد کھڑے ہوگئے۔ دیکھتے ہی کسی نے کہا ارے یہ بھی کیا [illegible] کہا یہ فلاں قبلہ کا خط ہے۔ تم جانتے ہو یہ کس کا خط ہے۔ حالانکہ یہ تو بے جان [illegible] مگر یہ تعظیم اُن سب تعظیموں سے بڑھی ہوئی ہے۔ معلوم ہوا جتنا رشتہ دور ہو [illegible] اور پھر بھی جذبہ تعظیم باقی رہے وہ اس مرکز کی سب سے بڑی تعظیم ہوگی۔ اب [illegible] عادت نہیں کہ کسی کی نسبت بدگمانی سے کام لوں۔ میں کہتا ہوں کوئی جماعت جس میں جذبہ ہے اللہ کی تعظیم کا۔ مگر اقبال کی زبان میں کہوں کہ ہزاروں سجدے [illegible]

[illegible] اس انتظار میں کہ وہ ملے تو سجدے کریں۔ نہ وہ ملے گا نہ سجدے ہوں [illegible] ایک طبقہ کو اُمید ہے کہ اس دارِ دنیا میں نہ سہی وہاں سہی۔ ایک طبقے کو [illegible] ملے گا۔ مجھے ہمدردی ہے کہ وہ اس دن کے منتظر ہیں کیونکہ مجھے انتظار [illegible] والوں سے ہمدردی ہوا کرتی ہے اور اس سے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ قسمتِ [illegible] میں انتظار لکھا ہوا ہے ہر ایک منتظر ہے یہ اور بات کہ کوئی منتظر ہے ناممکن [illegible] کا اور کوئی ممکن بات کا منتظر ہے صلوٰۃ۔

تو جناب یہ بس انتظار میں ہیں کہ وہ ملے۔ اب ایک جماعت ہے بیچاری [illegible] وہ نہیں ملتا اور جذبات تعظیم ہیں۔ اب اس تک نہیں پہنچتے۔ اتفاق سے [illegible] پہلے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت رسول خدا کے سامنے حاضر [illegible] آپ کے دستِ حق پرست کو بوسہ دیا۔ اب وہ جو پنجاب کا طریقہ ہے [illegible] مبارک کو بوسہ دیا جو کچھ ممکن تھا فرض کیجئے طواف بھی کر لیا۔ اب آپ [illegible] شرک۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے پوچھئے کس کے ہاتھ کو بوسہ دے رہا ہے [illegible] خاندان بنی ہاشم کے تاجدار کے ہاتھ کو بوسہ دے رہا ہوں تو دنیادار [illegible] کہ حاکم عرب کو بوسہ دے رہا ہوں تو میں سمجھوں گا کہ دنیا پرست ہے لیکن اگر وہ کہے کہ اللہ کے رسولؐ کے ہاتھ کو۔ تو سمجھ لیجئے کہ وہ عظمت خدا ہے جو [illegible] اس سے کرا رہی ہے۔ تو ایک درجہ اونچا ہے اس کی تعظیم کا۔ اور اب [illegible] شخص ہے۔ جو بعد میں پیدا ہوا اور پیغمبر خدا اس کے سامنے نہیں ہیں۔ ایک [illegible] رسولؐ ہے۔ اولادِ رسولؐ۔ اب اس نے جو جذبات محبت و عقیدت تھے ان [illegible] ان کی خدمت میں۔ کیوں اس لئے کہ رسولِ خدا کے یہ نور سے ہیں یہ [illegible] خدا کی اولاد ہیں۔ تو دیکھئے وہ جذبہ محبت اور جذبہ عقیدت [illegible] خدا کا ہے جو وہاں تک پہنچ رہا ہے اور اب بدنصیبی سے اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دور میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اب ان کی ضریح مطہر سامنے ہے اور ضریح مطہر کو جاکر بوسہ دیتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ جاہل سے جاہل دیہات کا رہنے والا آج کا مسلمان اس سے پوچھئے کہ کس کی زیارت کو آئے ہو کیا وہ کہے گا کہ خاندان بنی ہاشم کے ایک بڑے آدمی کی زیارت کو آیا ہوں۔ کیا وہ کہے گا کہ تاجدار مدینہ۔ مجازاً آپ کہہ لیں کہ مدینہ کے بادشاہ کی زیارت کو آیا ہوں۔ کیا وہ کہے گا کہ قوم عرب کے سردار کی زیارت کو آیا ہوں۔ جاہل سے جاہل آدمی بھی کہے گا کہ رسول اللہ کی قبر کی زیارت کو آیا ہوں۔ دنیا کہتی ہے قبر پرستی ہے قبر پرستی ہے۔ ارے قبر پرستی ہوتی تو ہمارے ملک میں قبروں کی کوئی کمی تھی۔ یہ ہم اتنی مسافت طے کر کے وہاں کیوں جاتے۔ معلوم ہوا کسی قبر کی پرستش نہیں ہے صاحب قبر کا رشتہ ہے جو لے آیا ہے۔ صلواۃ۔

اور اب فرض کیجئے کہ ہم دُور اُفتادہ ہیں ہماری رسائی کربلا تک نہیں ہے رکاوٹیں بھی ایسی ہو گئی ہیں کہ پہنچنا اب اس دور میں تو آسان نہیں رہا ہے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں آپ سب بھی دُعا کریں کہ سب رکاوٹیں پروردگار عالم دُور کرے تو یہ ہماری تمنا ہے کہ وہاں پہنچیں۔ اب وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ ویسے بھی ہر دور میں ہر ایک کے حالات تو نہیں ہوتے کہ وہاں ہر وقت پہنچ سکے لہٰذا اس نے شبیہ قبر تیار کی۔ شبیہہ ضریح تیار کی۔ اب وہ اس کا احترام کر رہا ہے اس کا طواف کر رہا ہے اس کو بوسہ دے رہا ہے آپ کہتے ہیں اُوہ شرک ہو گیا۔ میں کہتا ہوں یہی اجزائے ضریح دوکان پر بھی تو تھے ہم نے وہاں جا کر ان کی تعظیم کیوں نہ کی۔ جب ان میں ایک شکل پیدا ہوئی کہ کسی خاص ضریح کی شبیہہ بن گئے تو معلوم ہوا کہ وہی جذبہ ہے۔ اب یہ جذبہ کی قوت پر انحصار ہے کہ کتنی دور تک لہریں جاتی ہیں۔ جن کا جذبہ محبت قوی ہے۔ ان کے لئے حکم رسول رہنمائی کے لئے ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں۔ ان میں یہ حدیث ہے کہ ایک شخص پیغمبر خدا کی خدمت میں آیا اور اس نے یہ کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے نذر کی ہے کہ میں پیشانی حورعین اور جنت کی چوکھٹ پر بوسہ دے رہا ہوں۔ چوکھٹ پر جنت کی اور پیشانی پر حورعین کی۔ اول تو ماشاءاللہ آپ ہر موقع پر نکتہ رس ثابت ہوئے ہیں میں کہتا ہوں پہلے ہی رسول کو یہ کہنا چاہیئے کہ یہ خواب تمہارا شیطان کا دکھایا ہوا ہے۔ بھلا بوسہ بھی کہیں ہوتا ہے یعنی گویا خواب میں بھی یا اس نے نذر کی شرک کی۔ تو پیغمبر کا کام ہی ہے توحید کی طرف بلانا تو آپ کو پہلے ہی اس کی زبان پکڑنی چاہیئے کہ ارے یہ کیا یہ شرک تم نے خواب میں دیکھا یا شرک کی تم نے نذر کی۔ تو جناب اس نے یہ کہا کہ پیشانی حورعین اور جنت کی چوکھٹ کو بوسہ دے رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا تمہیں یہ کرنا چاہیئے کہ باپ کی پیشانی اور ماں کے قدموں کو بوسہ دے لو۔ اس نے کہا کہ حضور والا میرے ماں باپ زندہ نہیں ہیں۔ وفات پا چکے آپ نے فرمایا ان کی قبریں ہیں دونوں کی قبروں کو جاکر بوسہ دے لو دیکھئے کیا رسول اللہ قبر پرستی کی تعلیم دے رہے ہیں فرمایا اگر دونوں کی قبریں ہیں تو دونوں کی قبروں کا جاکر بوسہ لے لو اس نے کہا حضور قبروں کا پتہ نہیں ہے۔ میں کم سن تھا دونوں اس وقت دنیا سے اُٹھ گئے مجھے نہیں معلوم قبریں کہاں ہیں آپ نے فرمایا دو لکیریں کھینچو۔ ایک پر اس کا نام لکھو ایک پر اُس کا نام لکھو اور ان کو بوسہ دے لو۔ میں کہتا ہوں یہ بھی ہمارے مولا نے نہیں لکھایا کہ کسی زیارت کے مشتاق ہو تو شبیہ کو دیکھ کر زیارت کا شوق پورا کر لو کچھ حضرات کا ذہن منتقل ہو گیا ہو گا مگر میں کہتا ہوں کہ ہمارے امام کو اللہ نے ایک زندہ شبیہ رسول کی عطا کی تھی۔ وہ کون شہزادہ علی اکبر۔ اور وجہ سے یہ علی اکبر کی خصوصیت ہے کہ کربلا میں کسی کے جاتے وقت حسین نے اللہ کو گواہ نہیں بنایا مگر جب علی اکبر جا رہے ہیں تو ہاتھ اُٹھا دیتے دربار الٰہی میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اللّٰھم اشھد علی ھولاء القوم فقد برز الیھم غلام واشبہ الناس خلقاً وخُلقاً و منطقاً بنبیک وکُنّا اذا اشتقنا الی نبیک نظرنا الی وجھہ [illegible]

خداوندا تو گواہ رہنا اس قوم کے ظلم پر کہ اب وہ جا رہا ہے۔ ماشاءاللہ [illegible] غور سے سُن ہی رہے ہیں۔ امام کیا کیا کہہ سکتے تھے۔ کون جا رہا ہے یہ کہہ سکتے [illegible] کہ میری ضعیفی کا سہارا جا رہا ہے یہ کہہ سکتے تھے بھرے گھر کی رونق جا رہا ہے [illegible] سکتے تھے کہ پھوپھی کا اٹھارہ برس کا ریاض جا رہا ہے یہ کہہ سکتے تھے کہ ماں کے [illegible] ڈھارس جا رہی ہے ارے کہہ سکتے تھے کہ میرا کڑیل جوان جا رہا ہے مگر مولا [illegible] نہیں کہا۔ کہتے ہیں پروردگارا گواہ رہنا کہ وہ جا رہا ہے جو صورت و سیرت گفتار [illegible] رفتار میں تیرے رسول سے دنیا بھر میں سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ پروردگار [illegible] جب ہم تیرے نبی کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اپنے اس جوان کو دیکھ [illegible] تھے میں کہتا ہوں جب سے علی اکبر پیدا ہوئے۔ امام نے کتنی مرتبہ علی اکبر کو [illegible] ہو گا مگر آج امام نے اپنی پوری عمر کی سیرت کی تفسیر کر دی کہ اٹھارہ برس میں [illegible] سے کم اور بہت سے علماء قائل ہیں پچیس برس کی عمر۔ اس پوری عمر میں جب [illegible] بھی بیٹے کو دیکھا ہے تو بنظرِ عبادت خدا دیکھا ہے۔ ہمیشہ شبیہ رسول ہونے [illegible] حیثیت سے دیکھا ہے اور اسی وجہ سے ایک خصوصیت علی اکبر میں پیدا ہو [illegible] میرا خیال یہ ہے اسی وجہ سے۔ اور وہ کیا ہے جسے رخصت کر دیا بس [illegible] کر دیا مگر علی اکبر کو جب رخصت کیا تو مولا اپنی جگہ کھڑے نہیں رہ سکے دو [illegible] علی اکبر کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلے گئے اور پکار کر کہہ رہے تھے کہ [illegible] جب تک سامنا رہے مڑ مڑ کر ادھر دیکھتے رہنا۔ اب مناجات حسین کی [illegible] میں میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ یہ بیٹے کی محبت تھی یا شبیہ رسول کی تعظیم تھی [illegible] رسول کی عزت تھی۔ آپ بھی جب تعزیہ ضریح علم وغیرہ جاتے ہیں تو [illegible]

[illegible] رسول کی مشایعت کر رہے تھے۔ بس اہلِ عزا اب آخری جزو مصائب [illegible] کہ ایک کے صبر کی داد دینا ہے۔ جس کے لئے مولا اپنی جگہ کھڑے [illegible] مگر ماں نے خیمے کے باہر قدم نہیں نکالا حالانکہ اس خاندان کی بیٹی نہیں [illegible] اس رشتہ کی عزت کربلا کی بہوؤں نے رکھ لی۔ یہ صرف اس خاندان کی بہو [illegible] انھوں نے خیمے سے باہر قدم نہیں نکالا۔ ہاں خیمے کے اندر [illegible] در خیمہ پر پس پردہ کھڑی ہوئی ہیں اُدھر نہیں دیکھتیں جدھر علی اکبر [illegible] نامحرموں کی فوج ہے۔ مولا کے چہرے پر نظر کہ یہ امام سہی مگر [illegible] اگر میرے بیٹے کے کوئی زخم آئے گا کوئی گزند پہنچے گا تو امام کا چہرہ ضرور [illegible] اہلِ عزا وہ منزل آگئی ایک دفعہ امام کا چہرہ متغیر ہوا اور لیلیٰ نے [illegible] کیوں مولا میرے بچے کی تو خیر ہے امام نے فرمایا کہ ہاں علی اکبر زندہ [illegible] مگر ایک نامی پہلوان مقابلے کو آگیا ہے وہ سیر و سیراب ہے۔ [illegible] کا پیاسا ہے اس لئے مجھے اس کے مقابلے میں بھی علی اکبر [illegible] میں کہتا ہوں جسے مرنے کے لئے بھیجا ہے اس کے لئے خطرہ [illegible] یہ آلِ محمد ہیں مظلوم ہونا پسند کرتے ہیں مغلوب ہونا پسند نہیں [illegible] کو بل کر ہزار ماریں یہ اور بات ہے مگر علی کا پوتا کسی ایک کے [illegible] کی تلوار سے شہید ہو جائے یہ مولا کو گوارہ نہیں ہے فرماتے ہیں [illegible] کیوں کھڑی ہو میں نے نانا سے سُنا ہے کہ ماں کی دعا بیٹے کے [illegible] ہوتی ہے جاؤ خیمے میں اپنے بچے کی فتح کی دعا کرو حکم امام سے مجبور [illegible] سوچتی ہوئی کہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا در خیمہ پر بھی کھڑا ہونا امام [illegible] دُعا کرنا تھی تو امام خود دُعا کر دیتے یہ مجھے کیوں ہٹایا یہ سوچتی [illegible] حکم امام میں دُعا تو کر لی کہا اے زینب وام کلثوم اے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رباب اسے سکینہ اسے فاطمہ آؤ میں اپنے بچے کے لئے فتح کی دُعا کروں گی۔ دعا کی خداوندا اس دشمن پر علی اکبر کو فتحیاب کر۔ ابھی سوکھی ہوئی زبان پر دعا نا تمام تھی کہ اپنے مقابل دشمن پر علی اکبر فتحیاب ہوئے مگر منشائے امام سمجھ گئیں تھیں۔ بس انہی جملوں پر ختم کروں گا۔ سمجھ گئیں تھیں مولا کا منشاء۔ اس لئے دعا کر کے پھر در خیمہ پر نہیں آئیں۔ علی اکبر کی لاش آ گئی مگر لیلیٰ نے قدم باہر نہیں رکھا۔

مجلس سوم

شعائر اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔

جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کا جز ہے۔ دو دن اس [illegible] بیان کے گزر گئے اور شعائر کے معنی میں نے بیان نہیں کئے۔ میں نے پہلے دن [illegible] کہا ہے شعائر کے معنی ہمیں معلوم نہ ہوں تب بھی ان الفاظ سے کہ اللہ کے شعائر کی تعظیم کرو یہ پتہ چل گیا کہ ہر تعظیم عبادت نہیں ہے۔ عبادت اور چیز ہے اور تعظیم اور چیز ہے۔ دو دن یہی بیان رہا۔ اب آئیے شعائر کے معنی دیکھیں۔ اب [illegible] کی تشریح میں یہ کہنا لازمی ہے کہ شعائر جمع ہے شعیرہ کی۔ لیجیے اب اردو دال [illegible] کے لئے اور مشکل ہو گی۔ مجلسوں میں شعائر کی لفظ تو سُنی ہو گی کہ کچھ نہ کچھ ذہن [illegible] اس کا مفہوم آ جاتا تھا۔ مگر یہ واحد جو اس کا معلوم ہوا شعیرہ۔ تو یہ ذہن کے [illegible] بالکل اجنبی چیز ہے مگر میں عرض کروں کہ ابھی پتہ چلے گا کہ یہ ذہن سے کچھ [illegible] دور نہیں۔ شعیرہ کے معنی لغت میں علامت کے ہیں جیسے نقش قدم کسی [illegible] کی علامت ہے۔ جیسے دھواں آگ کی علامت ہے۔ تو ویسے ہی [illegible] علامت کے ہیں۔ اب علامت کو علامت کیوں کہتے ہیں۔ علامت [illegible] اسے کہتے ہیں کہ وہ ذریعۂ علم ہوتی ہے۔ اب علم کے معنی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سب کو معلوم ہیں جاننا۔ تو چونکہ علامت ذریعہ علم ہوتی ہے اس لئے اُسے [illegible]
کہتے ہیں۔ تو جس طرح علامت کو علامت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ذریعہ علم [illegible]
اسی طرح علامت کے معنی ہیں شعیرہ لغت میں آیا ہے کیونکہ یہ ذریعہ شعور [illegible]
کیونکہ شعور کے معنی علم کے ہیں۔ علامت کی جمع ہے علائم۔ شعیرہ کی جمع
شعائر۔ اب علامت کون ہوتی ہے۔ جو جانی پہچانی لفظ ہے اُسے دیکھیں [illegible]
ہوتی ہے علامت۔ شعائر یعنی علائم اب علامت کون ہوتی ہے علامت [illegible]
ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے ذہن کسی اور کی طرف جائے۔ اب نئے دور [illegible]
مثال دیدوں۔ تھرمامیٹر میں پارے کو دیکھا کس نقطے پر ہے۔ کہا کہ اسے
بخار ہے تو اس کا بخار اس تھرمامیٹر میں تھوڑی آیا ہے۔ یہ اس کی علامت
پارے کا وہاں پر پہنچنا یہ علامت ہے اس بخار کی۔ پرانے زمانے کے حکیم [illegible]
دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ اتنا بخار ہے تو نبض میں بھی اس کا بخار تھوڑی [illegible]
جیسے پارے کے چڑھنے میں ذہن منتقل ہوا بخار کی طرف۔ اسی طرح نبض [illegible]
تیزی نے بخار کا پتہ دیا۔ وہ اسے سمجھتے تھے نبض سے یہ اس کو دیکھتے ہیں تھر [illegible]
میں پارے کی رفتار سے۔ اب رفتار کی یہاں ایک اور بات یاد آئی ہے۔ [illegible]
کہتے ہیں کہ ہم کسی چیز کو بغیر دیکھے نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں کسی چیز کو آپ دیکھ [illegible]
ہیں۔ بخار کو آپ دیکھتے ہیں جو مانتے ہیں۔ دیکھتے تو پارے کو ہیں اور ا[illegible]
کرتے ہیں بخار کی۔ اسی طرح دنیا میں آجکل جتنے ذرائع ہیں کسی چیز کی [illegible]
تو علامت کو دیکھتے ہیں۔ اب میں تو اس چیز کی حقیقت سے واقف [illegible]
مگر اخباروں سے کچھ نہ کچھ ذہن میں آیا کہ وہ ہوائی جہاز جو بھیجے گئے ہیں [illegible]
بہت سی دنیا احتجاج کر رہی ہے تو دشمن کا ہوائی جہاز دکھائی تھوڑی دیتا [illegible]
اس کے اُڑنے کی کچھ علامت ہے جو اسمیں نمودار ہوتی ہے۔ اس علامت [illegible]

[illegible] اس کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں کہ دشمن کا جہاز اُڑا۔ تو دیکھتے
[illegible] علامات کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں تو میں کہا کرتا ہوں کہ خدا کو
[illegible] آفتاب کو دیکھئے اُسے مانئے چاند کو دیکھئے اُسے مانئے کائنات
[illegible] مانئے۔ میں بھی کہتا ہوں کہ اثر کو دیکھئے موثر کو مانئے اور اس کے
[illegible] اور منزل ہے میں یہیں سے اسکو عرض کروں گا کہ قرآن مجید میں ہے
[illegible] کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔
رسول سے کہا گیا قرآن کی آیت ہے کہ اللہ ان پر عذاب عام نہیں کرے گا
[illegible] دنیا کی قومیں تہس نہس ہوئیں برباد ہوئیں اس طرح یہ قوم برباد نہیں ہو
[illegible] آپ اس میں ہیں۔ قرآن نے کہا ہے کہ آپ کے وجود کا اثر ہے کہ
[illegible] اب اگر دکھائی دیتا ہو کہ آج بھی قائم ہے تو سمجھ لیجئے کہ رسول کا
[illegible] ہے۔ تو حضور والا علامت جس کو دیکھ کر کسی طرف ذہن جائے تو وہ
[illegible] کی علامت۔ تو اب اللہ کے شعائر کون ہوں گے۔ جن کو دیکھ کر ذہن اس
[illegible] طرف جائے۔ وہ اس کی علامت ہوں گے تو جن جن چیزوں کی نسبت اس کی
[illegible] ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے۔ ان کو دیکھنے سے ذہن اس کی طرف جاتا
[illegible] اپنے گھر کو دیکھیں گے تو خدا یاد نہیں آئے گا۔ لیکن اگر خانہ کعبہ جائیں گے۔
[illegible] انہوں نے کہا خانہ خدا۔ اللہ کا گھر۔ قرآن نے کہا بیت اللہ۔ تو اللہ
[illegible] کہا خانہ خدا۔ بیت اللہ تو ذہن کس کی طرف گیا۔ خدا کی طرف۔ لہٰذا
[illegible] شعائر اللہ میں۔ یہ ان علامتوں میں سے ہوا جو ذہن کو اللہ کی طرف لے
[illegible] اب اسی بیت اللہ کا ترجمہ ہے خانہ خدا۔ اور میں تو اس دنیا کا آدمی
[illegible] ان میں بہت شور تھا کہ ایک فلم آئی ہے خانہ کعبہ۔ ہندوستان
[illegible] ہوگی وہ خانہ خدا فلم تھی۔ اس میں جناب حج کے مناظر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دکھائے گئے تھے۔ بیت اللہ کا ترجمہ خانہ خدا کیا اور فلم کا نام رکھ دیا۔ تو اب [illegible]
کے دیکھنے پر کبھی علماء کا جلسہ نہیں ہوا۔ مگر وہ فلم جو آئی تو بڑی بڑی کانفرنسیں [illegible]
کی ہمارے ہاں ہوئیں اب مجھے ذرا تعجب ہوا کہ صاحب کبھی کسی فلم پر تو احتجاج
نہیں ہوا۔ شرعاً تو علماء کسی فلم سے راضی نہیں تھے۔ تو اس سے پہلے کبھی کسی فلم [illegible]
اعتراض نہیں ہوا۔ یہ آخر اس کے خلاف کیوں احتجاج ہو رہا ہے تو میں نے دریافت
کیا لوگوں سے کہ صاحب اس فلم میں کیا بات ہے تو معلوم ہوا کہ اسمیں آلِ رسول
کا ذکر ذرا زیادہ ہے اور ہماری نماز ہماری جماعت اور ہمارے بہت سے [illegible]
اس میں نظر آتے ہیں تو اب پتہ چلا کہ یہ احتجاج ہو رہا ہے کہ جنہیں ہم دنیا کے
ذہنوں سے بھلا دینا چاہتے تھے یہ فلم انہیں یاد دلاتی ہے۔ یہ احتجاج اس [illegible]
ہو رہا ہے۔ اب میں نے لوگوں سے اس فلم کے اور خصوصیات دریافت کئے [illegible]
لوگوں نے کہا کہ نہیں اس میں تو گانا بجانا بھی بہت کم ہے وہ مہملات جو فلموں [illegible]
میں ہوا کرتے ہیں وہ تو اس میں تقریباً بالکل نہیں ہیں۔ اور بس یہی ہیں۔ تو میں
سمجھ گیا کہ بس اسی سے ناراضگی ہے۔ اب جناب چونکہ بہت چل گئی بات۔ [illegible]
پاس بھی سوالات آنے لگے استفتا کے۔ کہ صاحب فلم خانہ خدا کا دیکھنا جائز
ہے یا نہیں۔ اب ان سوال کرنے والوں پر بھی ہنسی آئی کہ کسی اور فلم کے [illegible]
کو کبھی نہیں پوچھا۔ ہمیشہ شوقیہ جاتے اور دیکھتے۔ مگر اس فلم کے بارے میں [illegible]
رہے ہیں کہ جائز ہے یا نہیں۔ تو میں آزادی سے یہ لکھ کر دیتا کہ فلم جائز [illegible]
جایئے دیکھئے تو وہ کہتے کہ انہوں نے فلم دیکھنے کی اجازت دیدی۔ تو اس [illegible]
فائدہ۔ پھر اور بھی اٹھاتے کہ صاحب فلم دیکھنا جائز ہے ان کا فتویٰ موجود [illegible]
غلط فائدے بھی تو اُٹھائے جاتے ہیں۔ غلط استعمال ہوتا ہے فتوے کا۔ تو
میں نے یہ لکھا جواب میں کہ جو شخص فلم دیکھنے کا عادی نہیں ہے اس کے لئے [illegible]

[illegible] اور جو فلم دیکھنے کا عادی ہے اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ اس کو
[illegible]

[illegible] جب کہا تو خدا کا تصور لازماً ہوا یا نہیں ہوا اور بیت اللہ تو وہی
[illegible] مگر ہم اپنے ہاں کی مسجد کو بھی خانہ خدا کہتے ہیں۔ خانہ خدا کا جو محاورہ
[illegible] کے لئے نہیں ہے بلکہ اپنے ہاں کی مسجد کو بھی خانہ خدا کہتے
[illegible] طبقے سے پوچھوں گا کہ وہ ہے بیت اللہ اور یہ بھی ہے
[illegible] کون بات درست ہے وہ بیت اللہ ہے یہ خانہ خدا ہے اور
[illegible] خانہ خدا ہے۔ اسی خانہ خدا کی عربی بنایئے تو بیت اللہ
[illegible] لفظ بدل کر کہتا ہوں کہ یہ مسجد بیت اللہ ہے یا نہیں تو وہ کہیں
[illegible] سے تو بیت اللہ ہے۔ اگر ذرا سی بھی عربی جانتے ہوتے
[illegible] خانہ خدا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ بیت اللہ۔ تو میں کہوں
[illegible] کی کیا ضرورت ہے اسی کا حج کر لیا کیجئے تو وہ کہیں گے
[illegible] حج تو وہیں ہوگا حج یہاں نہیں ہوگا میں کہوں گا پھر نہیں ہے
[illegible] دیکھئے کہ جیسے ہمارا گھر ویسے وہ بھی ہم نے بنوایا یہ بھی ہم
[illegible] اللہ نہیں ہے۔ آپ نے کہہ دیا کہ نہیں ہے۔ تو جب
[illegible] نجاست اس کے اندر لے جایئے۔ ارے وہ کسی ایک میں اختلاف
[illegible] کہ نہیں۔ اُسے لیگئے ہوں کبھی مجھے معلوم ہے لیکن یہ کہ جسے سب
[illegible] تو کوئی نہیں لے جائے گا ورنہ یہ ہمارے ہاں ہندوستان
[illegible] ہوا تھا وہ کا ہے پر ہوا تھا ارے ایک جانور جسے سب
[illegible] تھا مسجد میں تو ایک جانور کے چلے آنے سے کتنے
[illegible] معلوم ہوا کہ جو نجاست ہے وہ مسجد میں نہیں آسکتی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو یہ کیوں۔ اگر یہ نہیں ہے بیت اللہ۔ عام گھر ہے۔ تو پھر یہ کیوں۔ آپ کے گھر میں آجاتا تو خونریزی نہ ہوتی اور مسجد کے اندر آگیا تو خون بہہ گئے۔ یہ آخر کیا ہے تو اب اگر ذرا بھی سمجھ ہے تو میری بات کا صرف ایک جواب ہو سکتا ہے کہ اصل بیت اللہ تو وہی ہے۔ خانہ کعبہ۔ مگر یہ بھی گویا اس کی نقلیں ہیں اس کی شبیہیں ہیں جو ہر جگہ ہیں وہ اصل جو ہے وہ ابراہیم و اسمٰعیل انبیاءؑ نے بنایا تھا۔ اسے ہم خود بنا لیتے ہیں مگر چونکہ بحیثیتِ خانہ خدا بناتے ہیں تو احترام اس کا بھی ہے کیونکہ وہ اصل ہے لہٰذا یہ نقل۔ اس لئے پورے احکام تو اس کے اس پر جاری نہیں ہیں۔ حج تو اس کا نہیں ہو سکتا۔ لیکن طہارت کی ضرورت یہاں بھی ہے۔ نجاست کا لانا بھی ناجائز ہے بس میں کہوں گا کہ اسے یاد رکھئے کہ کچھ اصل ہوتی ہے کچھ نقلیں ہوتی ہیں۔ اصل احکام جو ہیں وہ اصل ہی پر جاری ہوتے ہیں، مگر وہ نقل بھی قابلِ احترام ہوتی ہے۔ ہمیں بھی معلوم ہے کہ کربلا سرزمین عراق ہی پر ہے اس لئے زیارت کا ثواب ہمیں وہاں جا کر ملے گا۔ لیکن کوئی بھی عمارت بنام کربلا بن گئی ہے تو احترام اس کا بھی ہے اور وہ جو شبیہیں ہم بناتے ہیں اس میں اب یہ نہ کہیئے گا کہ اسے خود ہی تو بنائی ہیں۔ کاغذ ہیں اور کھپچیاں ہیں اور یہ ہے اور وہ ہے اس کا نام رکھ لیا تعزیہ اور اس کا نام ضریح رکھ لیا۔ تو خود ہی تو ابھی بنایا ہے۔ اور خود ہی اُسے مرکزِ تعظیم سمجھنے لگے کہ اس کا احترام کرنا چاہیئے۔ خلافِ احترام کوئی بات نہیں ہونی چاہیئے۔ اب ہمارے چڑنے کو اس کو پُوجنا کہنے لگے۔ ورنہ کون جاہل ہے جو کہے کہ میں تعزیے کو پُوجتا ہوں جو کہے گا وہ کہے گا احترام کرتا ہوں تعظیم کرتا ہوں عبادت کوئی نہیں کہے گا کہ میں عبادت کرتا ہوں۔ عبادت کرے تو کافر۔ وہ چاہے اپنے بنائے ہوئے نہیں خدا کے بنائے ہوئے کسی آدمی کی عبادت کرے تو کافر۔ عبادت تو خالق سے خاص ہے۔ مخلوق جو بھی ہو چاہے اُسی کا مخلوق

ہو عبادت اس کی بھی نہیں ہے تو اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے کی عبادت کیا ہوگی۔ ہاں احترام کسی کے لئے نہیں ہے مگر یہ کہنے سے احترام ختم نہیں ہوگا کہ ہمیں نے تو بنایا ہے۔ قرآن بھی تو ہمیں لکھتے ہیں۔ مسجد بھی تو ہمیں بناتے ہیں۔ ہمارے بنانے سے اس کا احترام ختم نہیں ہوگا یہ دیکھئے کہ ہم نے کس نیت سے بنایا ہے ایک الفاظ ہیں اگر ہم نے اپنی تقریر کی روانی میں کہی جو قرآن میں بھی ہے اتفاق سے۔ تو وہ لکھی جائے تو وہ قرآن نہیں ہوگا اس کا چھونا بلا وضو جائز ہوگا لیکن وہی لفظ اگر بقصدِ قرآن لکھ دی گئی تو پھر بغیر وضو چھونا حرام۔ تو معلوم ہوا کہ حقیقت ایک ہے مگر قصد کے بدلنے سے احکام بدلتے ہیں۔ تو اسی طرح سے یہ بھی بات ہے کہ گھر بھی میں بناتا ہوں مگر اس نیت سے کہ میرا گھر ہے۔ مسجد بھی میں ہی بناتا ہوں مگر اس نیت سے کہ یہ خانہ خدا ہے اب اس کا احترام ہے فقہ اسلام کی رو سے واجب۔ اس لئے نہیں واجب کہ میں نے بنایا ہے۔ اس لئے واجب کہ خانہ خدا ہے۔ چونکہ میں نے بقصد خانہ خدا بنایا ہے تو اسی طرح سے یہ کہنا بے معنی ہے کہ تعزیہ تم ہی تو بناتے ہو ضریح تم ہی تو بناتے ہو تابوت تم ہی تو بناتے ہو۔ خود ہی بناتے ہو اور خود ہی تعظیم کرتے ہو۔ تو ہاں۔ چونکہ بنایا ہے بقصدِ شبیہ روضہ مقدس۔ بنایا ہے بقصد شبیہ علم اسلام۔ اس لئے اس کا احترام۔ تو ہمارے بنانے سے یہ نہیں ہوگا کہ اس کا احترام ختم ہو جائے۔ تو اب کعبہ بیت اللہ۔ اس کی تعظیم اس کا احترام بلکہ اس کی طرف رُخ کرکے نماز بنص قرآن۔ اور یہ باجماع اہل اسلام جزو شریعت۔ یہ اللہ کا گھر ہے۔ یہ ایک دن کسی مجلس میں کہہ چکا ہوں کہ کیا اللہ اس گھر میں رہتا ہے۔ سکونت تو کوئی نہیں رکھتا۔ کوئی قائل نہیں کہ اللہ اس میں سکونت رکھتا ہے۔ تو پھر کیا نسبت ہے۔ جیسے مہینے سب اس کے ہیں مگر ایک مہینے کو کہہ دیا۔ شہر اللہ۔ اللہ کا مہینہ۔ وہ ہے ماہ رمضان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسی طرح گھر بھی اس کا ہے۔ جب ہم اس کے ہیں تو کیا ہمارا گھر اس کا نہیں ہے۔ اور پھر ہم گھر کہاں بنائیں گے۔ اجزا گھر کے سب اس کے ہیں۔ زمین اس کی ہے چاہے ملک ظاہر میں اس کے قانون کے مطابق کسی کا کہلائے مگر اصل میں تو سب اسی کا ہے۔ پوری زمین اللہ کی ہے تو جناب ہر چیز اسی کی ہے۔ میرا گھر بھی اس کا ہے مگر یہ کہ جسے اس نے نسبت دے دی کہ یہ میرا گھر ہے۔

طَهِّرَ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔

ابراہیم و اسمٰعیل سے کہا کہ میرے گھر کو پاک۔ بس وہ موضوع عرض نہیں کرنا ہے۔ کبھی انشاء اللہ وعدہ ہے۔ اس سفر میں نہیں کرنا ہے۔ مگر ایک جز اس کا۔ تو میں نے آیت پڑھ دی تو ترجمہ اس کا کرنا ہے۔ تو اب علمائے اسلام سے پوچھوں گا کہ طَهِّرَ بَيْتِيَ۔

ابراہیم و اسمٰعیل سے کہا جا رہا ہے کہ میرے گھر کو طَهِّرَ بَيْتِيَ مصدر اسکا تطہیر۔ اب ان سب سے پوچھوں گا کہ طَهِّرَ بَيْتِيَ کے معنی کیا ہیں۔ یہ کہیں گے میرے گھر کو پاک کرو تو کیا نجاست تھی اس میں۔ ارے جس گھر کا معمار خلیل ہو اور بحیثیت مزدور ذبیح نے کام کیا ہو۔ بت بھی کبھی اور لا کر رکھے گئے۔ ابھی تو بتوں کا پتہ نہیں تو وہاں نجاست کہاں سے آئی تو ماننا پڑے گا طَهِّرَ بَيْتِيَ اس کا ترجمہ کرنا پڑے گا کہ میرے گھر کو پاک رکھو۔ پاک کرو نہیں پاک رکھو۔ میں کہوں گا کہ بس جو معنی بیت میں آیہ تطہیر کے لیجیے وہی معنی اہل البیت میں آیہ تطہیر کے لیجیے۔ طَهِّرَ تم نے معنی کیے کہ میرے گھر کو پاک رکھو تو پھر یطہرکم تطہیرا۔ وہاں بھی معنی رکھیے کہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو اہل البیت پاک رکھے یہ کیوں کہتے ہو کہ پاک کرے۔ یہ کہو کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ تم کو اہل بیت پاک رکھے وہ آیہ تطہیر ہے بیت کے لئے یہ آیہ تطہیر ہے اہل بیت کے لئے۔ بس ایک فرق مجھے محسوس ہوتا

ہے کہ بیت کی تطہیر انبیاء کے ذمہ کر دی اور اہل بیت کی تطہیر اپنے ذمہ رکھی۔ بس اسی وجہ سے نتیجہ مختلف ہو گیا۔ اس کی تطہیر انبیاء کے ذمّہ کر دی تھی اور انبیاء اسکی تطہیر کے ذمّہ دار ہوئے اور دنیا اسمیں نجاست کے لانے پر قادر ہوئی لیکن جنکی تطہیر اپنے ذمّہ رکھی تھی سلطنتوں کی طاقت ختم ہو گئی مگر ان کے دامن پر کسی قسم کا داغ نہ لگایا جا سکا۔ صلوٰۃ۔

تو یہ میرا گھر۔ جس کی بنا پر آپ کہتے ہیں بیت اللہ۔ یہ فقط نسبت ہی تو ہے۔ وہ جا کر وہاں رہتا نہیں۔ بود و باش نہیں رکھتا اور دنیا کے ہر حصّے سے دنیا کھیچ کر جاتی ہے اور یہ خدا کا وعدہ ہے کہ جو پورا ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے جس طرح قرآن زندہ معجزہ ہے۔ ویسے ہی خانہ کعبہ کی مرجعیت بھی مرکزیت بھی۔ یہ زندہ معجزہ ہے۔ ابراہیم و اسمٰعیل سے کہہ دیا گیا تھا جناب ابراہیم سے مخاطب ہو کر وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ کہ لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔ اَذِّن کے معنی ہیں اعلان کرنا۔ اسی سے اذان ہے اذان بھی ایک اعلان ہے اَذِّن فی الناس بالحج لوگوں میں حج کا اعلان کرو۔ اور لوگوں میں کہاں۔ مکّے کی سرزمین پر۔ جو بے آب و گیاہ میدان۔ تو وہاں لوگ کہاں رہے۔ اعلان کرو لوگوں کے لئے۔ مجازی جملہ ہو گا کنایہ مگر مجھے تو اس وقت حقیقت نظر آ رہا ہے صدا بصحرا پر محمول کر رہا ہے مگر خود وعدہ کرتا ہے کہ تم صدا بلند کرو پہنچانے کا میں ذمہ دار ہوں۔ اس صدا کو پہنچا دوں گا اور اپنی توحید کے لئے ذمّہ داری نہیں لی ہے کہ ہر ایک مان بھی لے گا یا کسی دَور میں ہر ایک مان لے گا یا اکثریت مان لے گی مگر یہ جو حکم دے دیا تھا اس کی ذمّہ داری لی ... رہا ہوں وہ صدا بصحرا۔ حضرت ابراہیم کو تصوّر نہ ہوتا کہ کیا ... یہاں اذانِ حج دینے سے۔ اعلانِ حج کرنے سے۔ تو ضمانت دے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رہا ہے یاتُوکَ میں کہتا ہوں کہ آئیں گے اس آواز پر اور حال کے لئے وعدہ نہیں ہے مستقبل کے لئے یاتُوکَ، آئیں گے تمہاری آواز پر رِجالاً پیادہ پا بھی آئیں گے۔ وعلیٰ کل ضامر۔ اور ہر دبلے پتلے جانور پر آئیں گے۔ ماشاءاللہ تعلیم یافتہ افراد ہیں۔ صاحبانِ فہم ہیں صاحبانِ علم ہیں تو وہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ دُبلے پتلے سے کوئی محبت ہے۔ عرب میں دُبلا پتلا ہونا گھوڑے کی تیز رفتاری کی علامت تھا جب گھڑ دوڑ ہوتی تھی تو بھوکا رکھا جاتا تھا گھوڑوں کو اور جہاں مشق کرائی جاتی تھی اس میدان کا نام تھا مِضمار یعنی دُبلا کرنے کی جگہ تو یہ دُبلا ہونا تیز رفتاری کا کنایہ ہے اب میں کہتا ہوں یہ اجمال قرآنی کہ ہر تیز رفتار سواری پر۔ اب جتنا ارتقائے زمانی کے ساتھ تیز رفتاری کے منازل بڑھتے جائیں گے وہ سب قرآن کی آواز کی تصدیق ہے۔ ہر تیز رفتار سواری پر اب موٹر پر سوار ہوئے تو وہ وعدہ قرآنی کی تکمیل کا ایک درجہ۔ ریل پر سوار ہوئے تو وہ اس کے وعدہ کا ایک درجہ۔ اب دنیا سوچتی رہے یہ سواریاں نئی ہیں تو بدعت۔ میں کہوں گا کہ اعلان قرآنی کی تصدیق ہے تو عبادت۔ شکل نہ دیکھئے کہ نئی ہے یہ دیکھئے کہ کام وہ ہے۔ نہیں تو کہاں تھا کہ ہر تیز رفتار مرکب پر آئیں گے۔ اب یہ تیز رفتاری میں جتنی زیادتی ہو اتنا ہی سمجھئے کہ اعلان قرآنی کی تصدیق ہے اور ہمارے ہاں تو مجاز تھا۔ اس وقت تو یہ حقیقت ہے کہ دُنیا اُڑا اُڑ کر جا رہی ہے۔ پرواز کر کے جا رہی ہے تو یہ کہہ دیا گیا تھا کہ یہ سب آئیں گے۔ بحمداللہ حجاج کی تعداد جو اخبار میں آتی ہے وہ لاکھوں پر مشتمل ہوتی ہے تو یہ سب جو جاتے ہیں تو میں کہتا ہوں کیوں جا رہے ہیں کس لئے جا رہے ہیں۔ وہاں جا کر کسی کی زیارت ہو گی وہاں جا کر کسی کی قدم بوسی ہو گی وہاں جا کر کسی کے دست حق پرست پر بوسہ دیں گے۔ ایک مکان لیکن

ایسا گھر جس میں رہنے والا کوئی نہیں۔ یہ تمام دنیا جاتی ہے اس مکان کے لئے۔ کیا ہوتا ہے صرف ایک شب کا اعزاز صرف ایک شب کا احترام۔ ہمارا [illegible] بن کر بھی ہمیں بہت سمجھایا جاتا ہے کہتے ہیں دیکھو یہ جو سب کچھ تم کرتے ہو تو بہت دولت تمہاری جیبوں سے خرچ ہو جاتی ہے۔ بیکار۔ یہ اپنی دولت تم تعمیری کاموں میں لگا دو۔ ادارے قائم کرو۔ اور جو کام کی باتیں ہیں وہ کرو۔ یہ بیکار اتنی دولت تمہاری جیب سے چلی جاتی ہے۔ میں اس کو کہتا ہوں کہ یہ جتنی دولت ہمارے ہاں ہر جگہ صرف ہوتی ہے کیا وہ اس کے برابر ہے جتنی تمام مسلمانوں کی جیبوں سے دولت صرف ہو جاتی ہے۔ ہر سال حج کو جاتے ہیں اور وہاں جا کر کیا ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نسبتوں کے اعزاز میں معاشی پہلوؤں پر نظر نہیں کرنی چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کچھ نہیں ملتا۔ مگر یہی کیا کم ہے کہ ہم وفادار بندے ثابت ہوتے ہیں فرض [illegible] کہ جس جس چیز پر ہم پیسہ صرف کرتے ہیں آپ کا دل دکھتا ہے آپ ہمارے بڑے خیر خواہ ہیں۔ ہمیں خیر خواہی کا پتہ تاریخ سے معلوم ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہم چاہے کتنے ہی سادہ لوح ہوں۔ کند ذہن ہوں۔ ہم افادیت اپنے ان شعائر کی نہ سمجھیں مگر آپ کی مخالفت سے ہم سمجھ رہے ہیں کہ یہ ہماری زندگی کے لئے کوئی ضروری چیز ہے۔ صلوٰۃ۔

تو جناب یہ تمام دولت جو صرف ہوتی ہے ایک ایسے گھر کو دیکھنے پر جس میں رہتا کوئی نہیں۔ اس کے بعد خیر یہیں تک غنیمت۔ لیکن یہ دسویں ذی الحج کو منیٰ میں قربانی بھی کرتے ہیں۔ ارے صاحب حج کر لیا۔ اتنا روپیہ آپ نے خرچ کر دیا اب یہ ایک بے چارے کی جان بھی لیں اور اپنا پیسہ بھی صرف کریں۔ آجکل تو حقوق حیوانات کے لئے ادارے قائم ہیں وہ بھی فریاد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کریں اور آپ بھی مِل کر فریاد کیجیے کہ یہ ایک جانور کی جان بھی جاتی ہے اور
جیب سے روپیہ بھی جاتا ہے تو یہ کتنا پیسہ اس کے خون کے ساتھ زمین
بہہ جاتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے کہ کسی فقہ اسلامی کی رو سے اگر حج کرنا ہے
پھر یہ قربانی بھی کرنا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ذرا غور کیجیے یہ قربانی ہے کیا
وہاں تو میں نے کہا تھا کہ ایک نسبت کا احترام ہے وہ خدا کی طرف کی
ہے مگر یہ قربانی آخر کیا ہے اور پھر وہ بھی منیٰ میں ہو اور پھر دس ذی الحج
پتہ چلتا ہے کہ یہ اس کے خلیل کی جو قربانی تھی اس کی یاد ہے۔ اب یہ الله
یاد نہیں۔ خاص براہ راست اس کے خلیل کی یاد ہے۔ چونکہ دس ذی الحج
انہوں نے اپنے فرزند کو حکم الٰہی سے ذبح کرنا چاہا تھا تو اب قیامت تک
مسلمانوں کو حکم ہو گیا۔ اور وہاں تو حج میں واجب ہے۔ لیکن جو حج کو نہیں
تو اپنے اپنے گھروں پر۔ وہ بھی سنت۔ اور پھر اس کے۔۔۔ مسلمان ایسے
کہ بہت سے واجبات چھوڑ دیں گے مگر اس قربانی کو ضرور کریں گے۔ تو
اب دیکھیے کہ کتنی دولت جیب سے جا رہی ہے اس قربانی کے حکم کی بدولت
وہ حج کا جز۔ جو قربانی ہے وہ بھی اور یہ جو بقر عید پر اپنے اپنے گھر میں قربانی
کرتے ہیں وہ بھی۔ اسمیں کتنی دولت چلی جاتی ہے۔ اور یہ قربانی ہے کیا
خلیل اللہ نے قربانی کی تھی تو اب نہ خلیل اللہ ہیں نہ وہ قربانی اس وقت
یہ یادگار رہی تو ہے۔ یہ خلیل اللہ کی یادگار رہیں اتنی قربانیاں اسی تاریخ
ہو جاتی ہیں۔ اور اب میں آپ سے پوچھوں گا ذرا غور کیجیے ہر نقطۂ نظر
مسلمان کی متفقہ روایت کہ کیا واقعی وہ قربانی عمل میں آ گئی تھی۔ ہر مسلمان جانتا
ہے کہ وہ قربانی عمل میں نہیں آئی بعد میں فدیہ آ گیا تو بس ٹھنڈے دل سے غور
کیجیے ہر مسلمان جو رسول کو مانتا ہے وہ غور کرے کہ سابق دور کے رسول کی

اولاد کی وہ قربانی تو یاد رکھنے کے قابل ہو اور اپنے رسول کے گھر کی وقوع میں آئی ہوئی
قربانی وہ فراموش کرنے کے قابل ہو ارے میں کہتا ہوں کہ ایک ہی مہینے کا تو فرق
ہے وہ قربانی دس ذی الحج کو یہ قربانی دس محرم کو۔ اس قربانی کی یادگار پر اتنا
اور رہتا ہے۔

اور اس قربانی کے خلاف فتوے دیتا ہے آخر اس کی یادگار نے کیا قصور کیا
اور اب یہ دیکھیے کہ قربانی حسین اور قربانی ابراہیم۔ ادھر سے قربانی ابراہیم پہلے
اور قربانی حسین بعد کو۔ یوں کہہ دیجیے سال میں اتنا بڑا فرق ہے وہاں ابراہیم کا
کردار اور ہے اسمٰعیل کا کردار اور ہے۔ ابراہیم کا کردار ہے قربانی کرنا اور اسمٰعیل
کا کردار ہے قربان ہونا۔ اور کربلا میں حسین بیک وقت واحد خلیل بھی ہیں اور ذبیح
بھی۔ یہ ذبیح ہیں رسول اللہ کی نسبت سے اور خلیل ہیں علی اکبر و علی اصغر اور سب
قربانیوں کے لحاظ سے جو انہوں نے پیش کیں۔ تو یہ اہمیت ہے اس قربانی کی۔
اور اب یہاں سے ایک سوال کا میں جواب دوں۔ دنیا کہتی ہے کہ ہاں صاحب
یادگار قائم کی جائے مگر غم کیوں کیا جائے۔ ارے اونچے درجہ پر فائز ہوئے
شہادت کے تو اس پر خوش ہونا چاہیے یہ غم کیوں کیا جائے۔ میں کہتا ہوں
اصول بدلتا نہیں ہے نتیجہ دیکھیے قربانی اسمٰعیل اور قربانی حسین میں فرق ہے
یہ منطقی صورت ہے وہ عرض کروں پھر تشریح کروں گا ماشاء اللہ ارباب
دانش سے سمجھ جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر روزِ عید قرباں غم کیا جاتا،
اول میں تو پھر ہم عاشور کے دن خوشی کرتے مگر روز قربانی اسمٰعیل عید ہے
منائی جاتی ہیں عیدیں مل جاتی ہیں تو میں کہتا ہوں یہ عید کاہے کی
... کے انداز میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عید کاہے کی ہے۔
... کہ نبی زادہ بچ گیا تو عاشور کے دن غم کیجیے کہ رسول زادہ قتل ہو گا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور رسول زادہ ہی تھوڑی۔ ارے پیغمبر کا پورا گھر لوٹ لیا گیا۔ پورا باغ قطع کر لیا گیا
ہو سکتا تھا کہ میں یہیں مصائب عرض کروں۔ مگر ایک ضروری پہلو اور عرض کرنا
میں کہتا ہوں کہ اگر یہ روز عید قرباں یاد رکھنا ہے تو مسلمان جمع ہوتے۔ تذکرۂ قربانی
اسمٰعیل ہو جاتا۔ جن قرآنی آیات میں یہ ذکر ہے ان کی تلاوت ہو جاتی خطبۂ عید
میں وہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں ذکر قربانی ہے۔ یہ کافی تھا۔ لیکن آخر یہ
جانور کیوں ذبح کیے جاتے ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ لفظی تذکرہ کا
ذہن پر اتنا اثر نہیں پڑتا جتنا اثر عملی شبیہ کا پڑتا ہے تو جس شرع نے یہ حکم
دیا ہے اُسی اصول پر آپ قائم رہتے۔ پھر ہم سے نہ کہتے کہ تذکرہ حسین میں
بس مجلسیں کافی ہیں۔ یہ سب مظاہرات کیوں ہوتے ہیں یہ سب شبیہیں کیوں
بنائی جاتی ہیں۔ عید قرباں کے دن جس لیے جتنی قربانیاں کی جاتی ہیں وہ
ہیں جزوِ حج کی حیثیت سے۔

بس اسی لیے شبیہیں بنائی جاتی ہیں کہ لفظی بیان میں وہ طاقت نہیں
جتنی کہ شبیہ میں ہوتی ہے اب ماشاءاللہ اس سوال کا جواب تو ہو گیا۔ آپ حضرات
مطمئن ہو گئے۔ اب آخر میں ایک پہلو کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ یہ شبیہ کا ہے
ہے۔ کس کی شبیہ ہے۔ یہ روا روی میں کہہ دیجیے گا جناب اسمٰعیل کی۔ میں کہوں
ذرا غور کر کے بتائیے کہ یہ شبیہ جناب اسمٰعیل کی ہے۔ وہ تو ذبح نہیں ہوئے
وہ تو نہیں ہوئے ذبح۔ پھر یہ شبیہ کاہے کی ہے۔ اگر غور کیجیے تو یہ جناب اسمٰعیل
کی شبیہ نہیں ہے یہ اس گوسفند کی شبیہ ہے جو جناب اسمٰعیل کے بدلے میں
وہی تو ذبح ہوا تھا تو بس ایک اُصول یاد رکھیے کہ اگر جانور بھی نبی زادے کے
کام آئے تو وہ یاد رکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اب اگر ہم ذوالجناح نکالیں
نہ کہیے گا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ ہم وفادار ہیں ہم اُس جانور کو بھی یاد رکھتے

جو آلِ رسول کے کام آیا۔ اب انسان اگر نہ کام آئے ہوں وقت پر تو ہم انسانوں
کو بھول جائیں گے مگر اس جانور کو یاد رکھیں گے جو آلِ رسول کے کام آیا۔ ذوالجناح
نے اس نازک وقت پر حسین کا ساتھ دیا۔ ارباب عزا ذرا غور کیجیے جہاں سوار
تین دن کے بھوکے پیاسے ہوں وہاں مرکبوں کو کیا غذا ملی ہوگی۔ مرکبوں کو کیا پانی
ملا ہوگا۔ جس طرح وہ تین دن کے بھوکے پیاسے اسی طرح مرکب بھی تین دن کے
بھوکے پیاسے۔ اور جو مجاہد پہلے شہید ہو گیا اس کے مرکب نے اتنی ہی دیر تک
کام کیا اور جو زیادہ وقت تک رہا۔ اسی لیے شہدائے کربلا میں میں کہتا ہوں
کہ ہر ایک کی پیاس اس وقت تک رہی جب تک وہ درجہ شہادت پر فائز
نہیں ہوا تھا۔ تو اب کربلا کے مجاہدین میں سب سے زیادہ پیاسے ہمارے
مولا حسین۔ بس یہاں میرا ذہن ایک اضافہ کرتا ہے کہ مولا کی بھی حدِ عطش عصرِ عاشور
کی اس وقت تک ہم آپ فاقہ کر لیتے ہیں مگر زینب کب تک پیاسی رہیں
ام کلثوم کب تک پیاسی رہیں۔ علی اصغر کی حدِ عطش بتا سکتا ہوں۔ سکینہ کی حدِ عطش
کب تک رہی یہ نہیں بتا سکتا۔ تو اب جب حسین انسانوں میں سب سے زیادہ
تو ماننا پڑے گا کہ فرس حسین اپنی نوع میں سب سے زیادہ تشنہ لب۔
تشنہ لبی صرف خاموشی کے ساتھ ہو رہی تھی جس نے پکارا مولا اس کی لاش پر
آئے یہ آمد و رفت پوری اسی ذوالجناح کی پشت پر ہو رہی تھی۔ تو اس پیاس
میں کتنی دفعہ مولا کو لے کر گیا اور کتنی دفعہ واپس آیا۔ ارباب عزا میں کہتا ہوں
ذوالجناح کو کسی خدمت میں اتنی تکلیف نہیں ہوئی ہے۔ مگر۔ ارے
وقت پر ایک بے شیر کو ہاتھوں پر جب بلند کیا اور اس کی لاش کو لے
کر خیمے کی طرف آئے تو بے زبان بھی تڑپ گیا کہ ارے مجھے یہ بھی خدمت
حاصل نہیں۔ ماشاءاللہ اجرکم علی اللہ۔ جب تک حسین مصروف جہاد تھے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فرس شریک جہاد تھا اور ماشاءاللہ مجمع میں سپہ گری کے فن سے بھی واقف
ہوں گے اور فوج کے لوگ بھی ہوں گے ہر ایک جانتا ہے کہ میدان جنگ
گھوڑا ساتھ والا ایک سپاہی ہوتا ہے وہ واروں کو رد بھی کرتا ہے وہ حملہ آ
ہونے میں مدد بھی کرتا ہے۔ تو کربلا کے جہاد میں حسین کے ساتھ یہ گھوڑا ش
ہے۔ تو اب خلاف فطرت کیا بات نہ ہوگی اگر کوئی سوچے۔ کیا گھوڑے کو
زخم نہیں آیا۔ ارے یہ راوی نے بیان نہیں کیا کہ گھوڑا کتنا زخمی ہوگیا تھا مگر ا
باوجود آخر دم تک مولا کا ساتھ دیا مگر کب تک۔ جب تک مولا پشت پر
مگر جب پشت راکب دوش رسول سے خالی ہوگئی تو عرب میں فرس کی فرا
مشہور ہے اسی لئے نام فرس ہوا ہے چہ جائیکہ وہ فرس جو کارنامہ کربلا
منتخب ہوا ہو۔ اب جب پشت پر حسین نہ رہے تو کیا خدمت ادا کرے۔
جو کام کیا وہ یہ کہ اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا۔ اگر عباس سامنے ہوتے تو ان کو جا کر ا
کرتا۔ اگر علی اکبر ہوتے تو ان کو جا کر اشارہ کرتا مگر وہ تو سب زمین گرم پر
اسی لئے پیشانی اپنی خونِ حسین سے رنگین کی اور اب سیدھا خیمے کی طرف گیا
اب تفصیل سے عرض کرنا نہیں ہے مگر میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی
خیمے کے باہر ہوتی تو ذوالجناح کو خیمے پر جانے کی ضرورت نہ ہوتی مگر وہ تو
وہیں بیٹھی تھیں جہاں حسین بٹھا کر گئے تھے اسی لئے خیمے کی طرف گیا اور در
پر کھڑے ہو کر ایک صدا بلند کی۔ سُنا کرتے ہیں آپ نتیجہ نہیں نکالتے۔ میں
ہوں کہ دیکھئے آپ نے سُنا ہوگا کہ اب بھی آواز سن کر درِ خیمہ پر سکینہ۔ اب
نے دیکھا باگیں کٹی ہوئیں۔ زین جدا ہوا۔ جا بجا تیر پیوست بس خیمے کے اند
کہنے لگیں ہائے بابا ہائے بابا۔

مجلس چہارم

شعائر اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

دو دن بغیر شعائر کی لفظ کے معنی سمجھاتے ہوئے اور بتاتے ہوئے اُصولاً
... اور تعظیم کا فرق۔ اس کا بیان ہوا۔ کل تیسرے دن شعائر کے لغوی مفہوم
... ہوا۔ اب آج یہ دیکھنا ہے کہ قرآن مجید نے جو حکم دیا ہے کہ شعائر اللہ
... کرو تو خود قرآن مجید سے بھی کچھ رہنمائی ہوتی ہے کہ آخر شعائر اللہ ہوتے
... کو یہاں یہ پہلے سے پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید نے کہیں کوئی
... فہرست شعائر اللہ کی بیان نہیں کی ہے اگر کوئی فہرست شعائر اللہ کی بیان
... جاتی تو پھر کوئی بھی کسی چیز کو شعائر اللہ میں سے کہتا یا بتاتا تو اُس سے اس
... کا حق ہوتا ہر ایک کو۔ کہ قرآن نے تو اس فہرست میں اس چیز کو بیان نہیں
... تم اسے کیونکر شعائر اللہ میں قرار دے رہے ہو، لیکن اگر قرآن مجید
... بیان سے یہ ظاہر ہو کہ اسے شعائر اللہ کی کوئی فہرست پیش کرنا
... ہے بلکہ ذہن انسانی کی رہنمائی کے لئے بطور مثال کچھ شعائر اللہ
... جس سے تمہیں مدد ملے یہ سمجھنے میں کہ کس قسم کی چیزیں شعائر
... تو اس کے لئے مجھے قرآن مجید میں دو آیتیں ملتی ہیں۔ دونوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جگہ ایک ہی طرح کی لفظیں ہیں جن سے ہر ایک۔ اس کے لئے عربی دانی کی ضرورت
نہیں۔ جب ترجمہ اس کا تحت لفظی کیا جائے تو اس سے ہر غیر عربی دان بھی اسی
طرح سمجھ سکتا ہے جس طرح کہ میں نے عرض کیا۔ تو ایک آیت یہ ہے ان الصفا
والمروۃ من شعائر اللہ۔ یقیناً صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں
من نہ ہوتا تو یہ معنی ہوتے کہ یہ دونوں شعائر اللہ ہیں۔ مگر جیسے اُستاد شاگرد
سمجھانے کے لئے دو ایک مثالیں دے دیتا ہے۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ صفا
مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں اور یہ جن جمادات میں سے ایک چیز منتخب
جیسے حجر اسود کے بیان میں ایک دن کہہ چکا ہوں کہ یہ بت پرستی سے بہت
مشابہ تھا۔ وہ بھی پتھروں کو پوجتے تھے اور یہ بھی پتھر تھا۔ مگر شباہتوں سے حقیقت
کا تعلق نہیں ہوتا۔ یہ پہاڑ کیا ہوتا ہے پتھروں کا مجموعہ تو انہی جمادات میں
ایک چیز منتخب کی اور اُسے بیان فرمایا کہ صفا اور مروہ یہ دو پہاڑیاں شعائر
اللہ میں سے ہیں اب دونوں آیتیں ایک ساتھ پیش کئے دیتا ہوں مگر
الگ الگ ہوگا۔ یہ جمادات میں سے ایک قسم نام دو لے دیئے اس کے بعد
کی صنف کو چھوڑ دیا۔ نباتات کی نوع میں سے کوئی چیز مجھے نہیں ملتی
کہا گیا ہو۔ اب حیوانات کو لیا۔ تو حیوانات کے لئے کہا۔ والبدن جعلنا
لکم من شعائر اللہ جو لفظیں وہاں وہی لفظیں یہاں۔ دیکھو یہ قربانی
جانور یہ شعائر اللہ میں سے ہیں تو یہاں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ یہ قربانی کے
شعائر اللہ ہیں بلکہ وہی لفظیں استعمال کی گئیں کہ قربانی کے جانور شعائر اللہ
سے ہیں اب ہمارے لئے دعوت فکر ہوگئی کہ ہم غور کریں کہ آخر صفا و مروہ
کیا بات ہے کہ یہ دونوں شعائر اللہ میں سے ہو گئے اور یہ جانور ان
کیا بات ہوگئی کہ یہ شعائر اللہ میں سے ہو گئے اور ان کی تعظیم کو کہا گیا

کہا گیا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ تم میں سب سے زیادہ
عزت اس کی ہے پیش خدا جو سب سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ
دونوں کو ملایئے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ پیش خدا اس کی عزت زیادہ ہے کہ جو شعائر
اللہ کی زیادہ تعظیم کرتا ہے۔ صلوٰۃ۔

اب جناب یہ صفا اور مروہ ان میں کیا خصوصیت ہے۔ سنتے رہے ابتدا
سے کہ کوہ صفا اور کوہ مروہ۔ کوہ کے معنی پہاڑ۔ عربی میں جبل فارسی میں کوہ اُردو
میں پہاڑ۔ پہاڑوں سے ہمارے ذہن میں تصور عظمت جسمانی کا آیا۔ پہاڑ تو پہاڑ
ہی ہے۔ تو ہم سمجھے۔ اُدہ کوئی اتنے اُونچے پہاڑ ہوں گے کہ ان کی جسامت کے
لحاظ سے اللہ نے ان کو شعائر اللہ میں سے قرار دیا۔ لیکن مجمع میں ماشاء اللہ
بہت افراد ہوں گے جو فریضہ حج سے سبکدوش ہوئے ہوں یا جو عمرے کو گئے
ہوں اور پھر سب نے برابر سُنا ہے کہ یہ پہاڑیاں ہیں۔ تو پہاڑ ہیں۔ ورنہ ہم نے
جیسے جیسے پہاڑ دیکھے ہیں۔ اس کے لحاظ سے وہ کیا ہیں۔ ہمارے ہاں تو بعض
بلکہ اس سے زیادہ اُونچے ہیں جتنے زیادہ اُونچے وہ پہاڑ ہیں۔ لہٰذا اگر عظمت
جسمانی معیار ہوتا شعائر اللہ میں سے ہونے کا تو میں تو ہندوستانی ہوں ہمارا ہمالیہ
زیادہ مقدار تھا جس کی بلندی کی حد معلوم کرنے کے لئے یا اس کی بلند چوٹی پر
پہنچنے کے لئے آجکل دنیائے متمدن مشغول ہے اور اس کو معیار ارتقائے انسانی
سمجھتی ہے تو جناب اب وہ پہاڑیاں کیا ہیں۔ جب گیا ہوں حج کے لئے تو
اس سال ڈائنا منٹ سے وہ پہاڑیاں اڑائی گئی تھیں کیونکہ میں پہلے بھی ہوائی
جہاز سے گیا تو اتفاق سے سب سے پہلا جہاز جو جا رہا تھا اسی سے میں گیا تو
سب سے پہلے پہنچ گیا تو جب میں گیا ہوں تو اڑائی جا رہی تھیں۔ ایک طرف
ایک حصہ باقی تھا تو شاید میں یا میرے ساتھ کے چند آدمی آخری فرد ہوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو پہاڑی کی شکل میں اس پر چڑھے ہوں اور ان کے بعد پھر میرے ہی سا
سیڑھیاں بن گئیں۔ اب سُنا ہے کہ ڈھلان ہوگئی ہے وہ سیڑھیاں بھی
ہیں۔ ایسی باتوں کو کوئی نہیں سوچتا کہ یہ بدعت ہے۔ وہ تو پہاڑ پر چڑھ
تھا اب وہ پہاڑ رہا ہی نہیں۔ اب ان سیڑھیوں پر چڑھ کر وہ چوٹی
کہ آگئے۔ اونچے زینے پر چڑھ کر۔ اور وہاں اس ڈھلان پر چڑھ کر وہ
جناب یہ بلندی ہے اس کی۔ ہمارے ہاں کا بڑا منبر سات زینوں کا
تو بس اتنی بلندی کوہِ صفا کی ہے اور اسی کے لئے کبھی ممکن ہے کہ چکا
جب تبلیغ عام کے لئے رسول کوہِ صفا پر تشریف لے گئے تو یہ کوہِ صفا
نہ تھا تبلیغ رسالت کے لئے ایک منبر کی تلاش تھی۔ جہاں صفا موجود تھا
اُسے منبر بنا لیا جہاں صفا نہ تھا وہاں پالان شتر کو منبر بنا لیا۔ تو اب
کے لحاظ سے تو یہ ہے کہ وہ پہاڑ مجھے تو معلوم نہ ہوتا کہ پہاڑ ہے۔ پہلے
معلوم تھا کہ پہاڑ ہے تو سمجھا کہ پہاڑ ہے۔ اس کے بعد پھر وہ کیوں
اللہ میں سے۔ کیا معاذ اللہ اللہ سبحانہٗ کے جلوہ کا ظہور کبھی اس پر ہوا
تو حضور والا ہم اُسے لامکان سمجھتے ہیں جسم و جسمانیات سے بری۔ کسی کو اد
بھی شرک سمجھتے ہیں کسی جگہ اس کے جلوۂ ذات کا ظہور بھی ناممکن سمجھتے
بات نہیں ہوسکتی کہ وہاں کبھی اس کا جلوہ نمودار ہوا ہو۔ تو پھر آخر کیا
کہ یہ پہاڑیاں شعائر اللہ میں سے ہوگئیں اس کا جواب مجھے تاریخ
سے مِلا اور وہ تاریخ مذہب جو حدیث سے مرتب ہوئی کیونکہ اس
باتیں تاریخ نویسوں کے حدود علم سے باہر ہوتی ہیں۔ ماوراء التاریخ
دَور ہے تو اس لئے دنیا کو جو حدیثوں سے ثابت ہوا اسی کو تاریخ مانا
تو جناب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والی ایک بی

ہاجرہ، خلیل اللہ کی شریکِ حیات۔ جناب اسمٰعیل ان کے فرزند۔
منزل میں۔ دودھ پیتا ہوا بچہ اور اب یہاں دنیا کی عام لفظیں یا عام
بیوی جو تھیں جناب سارہ انہوں نے کہا کہ میں یہاں ان کا رہنا
ان کو لے جائیے۔ تو گویا بیوی کی فرمائش سے مجبور ہو کر دوسری
اور ہوسکتا ہے کہ اس بیوی کی فرمائش بہانہ بن گئی ہو کسی
کا۔ کیونکہ وہ بیوی کوئی معمولی بیوی نہیں تھی خاندانِ رسالت
اور ایسی بیوی تھی اور قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں نے
اہل البیت کہہ کر خطاب کیا۔ بیوی اہل البیت میں داخل ہونے کے قابل
ام سلمہ جیسی بیوی اہل البیت میں داخل نہیں کی جاتی مگر اُسے ملائکہ نے
کہہ کر خطاب کیا تو وہ اس لئے نہیں کہ رسول کی بیوی ہے بلکہ اس لئے
رسالت سے ہے اور کچھ خاص صفات کی حامل ہے اور میرے پاس
قدرت کے اور شواہد احادیث سے موجود ہیں کہ جس منزل پر مثلاً
عالم کی ولادت میں روایت ہے کہ جناب خدیجہ سے پیغمبر اسلام
حیات ہونے کی وجہ سے تمام خواتینِ مکہ نے قطع تعلق کر لیا تھا تو اب
ولادت ہونے والی تھی تو کوئی مکے کی عورت تیار نہیں تھی کہ وہ مدد
قدرت کی طرف سے کچھ خواتین بھیجی گئیں۔ ان خواتین میں سارہ کا بھی
اور اسی طرح سے اور موقعوں پر خاندانِ رسالت کے۔ مثلاً حورانِ جناں
حوا آئیں اور ان کے ساتھ سارہ کا بھی نام ہے تو معلوم ہوتا ہے
معمولی عورت نہیں تھیں۔ بلند مرتبہ خاتون تھیں۔ اسی طرح اس بلند مرتبہ
مادرِ موسیٰ کا نام آیا۔ یہ بھی عام طور سے معلوم نہیں عام لوگوں
جنابِ موسیٰ کی بہن کا تو وہ بھی ایسی ہی خواتین میں سے ہیں جو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایسے محل پر آئیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ خواتین بھی وہ ہیں کہ جو ایک طرح کی زندگی
ہیں۔ زندہ نہیں ہیں تو وہ کیونکر آئیں مدد کو۔ وہ آ رہی ہیں مدد کر رہی ہیں خالق
حکم سے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواتین بھی بلند پایہ خواتین ہیں۔ ان میں سے
جناب سارہ۔ تو بہر حال انہوں نے کہا ہو یا نہ کہا ہو۔ بہر حال ہے یہی کہ ان
سے یہ گئے۔ اب یہ لیجاتے کسی شہر میں۔ لے جا کر پہنچاتے۔ مگر یہ انہیں ایک
آب و گیاہ میدان میں لے آئے وہ کون۔ جہاں کعبہ ہے اور وہاں لا کر انہیں
دیا۔ ایک خاتون محترمہ اور ان کا ایک بچۂ صغیر ایک کوزہ آب اور دو تین
پاس رکھ گئے۔ وہ کہاں تک وفا کرتیں۔ اب یہاں ایک جملہ جو عرض کر
اُس سے پتہ چلے گا کہ کیا بیوی کے کہنے سے لاتے۔ جب چلنے لگے ہاجرہ
پوچھا یا خلیل اللہ کس پر چھوڑا کہا جس کے حکم سے لایا۔ صلوٰۃ۔

چلے گئے اب وہ روٹی ختم ہو گئی پانی ختم ہو گیا۔ ہر ایک سمجھ سکتا
پہلے ماں پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ بھوک اور پیاس کا اور وہ غلبہ اتنا ہوا کہ بچے کا
فطری ذخیرہ غذا ہے وہ ختم ہو گیا۔ شروع میں بچے کی غذا روٹی تھوڑی ہو
تو اب جب یہ منزل پہنچی تو بچے پر پیاس کا غلبہ ہوا بھوک کا غلبہ ہوا جب
اپنی بھوک اور پیاس رہی برداشت کیا لیکن جب بچہ تڑپنے لگا تو اب
جگہ سے اُٹھیں ممکن ذریعہ کیا تھا۔ چاروں طرف دیکھا تو کہیں پانی کا نشا
ایک طرف کوہ صفا نظر آیا دوسری طرف کوہ مروہ نظر آیا۔ چونکہ بلندی
سے حدِّ نظر میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا پہاڑ پر گئیں کہ کہیں تو
اُدھر تو نظر آئے گا اُدھر گئیں کہ کہیں اِدھر ہو گا تو نظر آئے گا مگر وہاں ہوتا تو
آتا۔ کہیں دُور دُور تک پانی نہیں۔ اب صورت واقعہ یہ بتاتی ہے کہ پانی
کرنے کے لئے جاتی ہیں مگر پھر تصوّر یہ ہوتا ہے کہ بچہ اکیلا ہے تو اُتر کر آ

[illegible] اس پھر اس کی تڑپ دیکھی نہیں جاتی تو گویا اپنی نگاہ کو جھٹلاتی ہیں کہ
[illegible] دیکھوں تو چشمہ نظر آئے یا کوئی قافلہ آتا ہوا نظر آئے اتفاق سے۔
[illegible] پانی دستیاب ہو۔ غرض سات مرتبہ گئیں صفا سے مروہ تک اور مروہ
[illegible]۔ تو جناب وہ عمل ان کا اللہ کو اتنا پسند ہوا کہ قیامت تک کے
[illegible] بنا دیا۔ وہی سعی۔ سعی کے معنی ہیں دوڑنا۔ اور ظاہر ہے کہ صورتحال
[illegible] اپنی ممکن تیز رفتاری سے چل رہی ہوں گی۔ تو وہ جزوِ حج بنا دیا سعی
[illegible]۔ اور ہر حاجی کسی بھی نقطۂ نظر کا ہو لیکن حج اگر کرے گا تو وہ سعی
[illegible] گا۔ تو اب ان حاجی صاحب سے پوچھئے کہ کیا یہ بھی پیاسے ہیں۔ ان
[illegible] کہ کیا یہ بھی تلاشِ آب کر رہے ہیں۔ تو نہ یہ پیاسے ہیں نہ یہ تلاشِ
[illegible] ہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ اصل مقصد کا تعلق پہلے صاحب عمل سے
[illegible] دوسرے احکام جو ہیں وہ اس کی یاد کو قائم رکھتے ہیں اور اگر شعوری
[illegible] میں اسکی یاد رہے گی تو پھر اس مقصد کی اہمیت بھی ذہن میں ضرور
[illegible] کے لئے اس نے وہ کارنامہ انجام دیا۔ تو اس کو جزوِ حج بنا دیا۔
[illegible] اور پہلو کی طرف با فہم مجمع کو مخاطب کردوں متوجہ کردوں کہ وہ قادر
[illegible] بعد میں انتظام کیا جو ابھی میں عرض کردوں گا وہ کیا اس پر قادر
[illegible] پہلے ہی وہ انتظام کر دیتا سیرابی اسمٰعیل کا۔ کیا اسے اچھا معلوم
[illegible] ایک فاقہ زدہ خاتون اتنی تگ و دو کرے اتنی جدوجہد کرے مگر
[illegible] تک کے افراد کو یہ سبق دینا تھا کہ جب تک سعی نہیں کرو گے
[illegible] ہو گا۔ اگر دنیا چاہتے ہو تو بغیر سعی نہیں ملے گی اور اگر آخرت
[illegible] نہیں ملے گی۔ صرف نعرے لگا دینے سے صرف کچھ نام لے
[illegible] بہتر سے بہتر نتیجہ مل جائے گا اس کی راہ میں جدوجہد

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بھی کرنی ہوگی۔ صورت واقعہ یہ بتاتی ہے کہ یہ ہم تر و تازہ جاتے ہیں سات
چکر لگاتے ہیں۔ تھوڑا سا تھک جاتے ہیں۔ چہ جائیکہ وہ بی بی جو نہ جانے
دن سے بھوکی تھی اور کتنے دن سے پیاسی تھی تو معلوم ہوتا ہے کہ امکانی طا
اتنی ہی تھی اب جیسے تھکن سے چور ہو گئی تھیں اور اب جیسے کچھ نا اُمید سی ہو
تھیں تو بس جہاں انسانی طاقت ختم ہوئی وہاں سے خدا کی قدرت شر
ہوئی۔ بس اب ساتویں دفعہ کے بعد جو پلٹیں تو دیکھا کہ جہاں بچہ ریت پر ا
رگڑ رہا ہے وہیں سے پانی اُبل رہا ہے۔ اب یہ تفصیل تو قرآن مجید میں نہی
ہے روایتوں میں ہے۔ اب خلاف توقع خلاف اُمید ایسی مایوسی کے عالم میں
نظر آ رہا ہے تو اب یہ انسانی تصوّر کی کمزوری ہے۔ اضطراب ہے کہ پانی چلا
جائے تو اپنی زبان میں کہا کہ زم زم یعنی تھم تھم۔ روایت بتاتی ہے کہ اگر زم
نہ کہا ہوتا تو نہ جانے کہاں تک نہر بن کر جاتا۔ کیونکہ اللہ کی خاص خاتون
کے ہاں مقبول تھی اس نے زم زم کہہ دیا تو گویا پانی اس کی اطاعت کر ر
اب وہ وہیں رُک گیا۔ کنواں کہا جانے لگا چاہ زمزم ہو گیا ورنہ وہ چشمہ زم
ہوتا یا نہرِ زم زم ہوتی۔ خصوصیت زمزم کی کیا ہے ماشاء اللہ حجاج کرام
کر سکتے ہیں جو نہیں بھی گئے ہیں انہوں نے سُنا ہو گا۔ اب تو سُنا ہے کہ کچھ ا
کر دیا ہے کہ بند ہو گیا ہے وہاں تک رسائی ہی نہیں ہے لیکن جب تک
رسائی تھی اس وقت تک وہ لاکھوں آدمی۔ لاکھوں سے کم تو بحمد اللہ
ہوتی ہی نہیں حاجیوں کی۔ تو وہ لاکھوں آدمی پیتے ہیں ہر وقت۔ سقے
بھرے ہوئے زمزم کا پانی پلاتے پھرتے ہیں جس کے پیسے وہ وصول
کرتے ہیں اور لوگ اس زمانے میں اب نہیں کر سکتے ہوں گے اپنے کپڑ
دھوتے ہیں چادریں دھو دھو کر لے جاتے ہیں اس سے۔ کفن اس سے

... والی چادریں بھی اور عقبیٰ والی چادریں بھی۔ اور ڈبوں میں مشکوں میں
... کے پاس اتنا پانی ہر ایک بھر لیتا ہے لیکن کبھی سننے میں نہیں
... کیا ہو۔ کبھی وقت سُنا ہو کہ زمزم خشک ہو گیا۔ اب وہ
... نہیں نکل رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عالم امکان میں اللہ نے نقشہ
... اپنے خزانہ عطا کا کہ یہ میرا مخلوق ایک چشمۂ فیض ہے کہ اس میں سے
... اس میں کمی نہیں ہو گی تو میرا خزانہ عطا کہاں ختم ہوتا ہے تو یہ ہے بس
... سے ہمیں روایت ملی۔ اب ہر صاحب فہم غور کرے کہ کوئی روایت
... جناب ہاجرہ کے پیر سے خون کا کوئی قطرہ اس زمین پر گر گیا ہو مگر اللہ
... بھی تو اس بی بی کے قدم سے تھوڑی دیر کے لئے جو پہاڑیاں مس
... شعائر اللہ میں داخل ہو گئیں بنصِ قرآن تو برائے خدا بتائیے کہ وہ زمین
... کا خون جذب ہو جائے ہم اگر اُسے خاک پاک کہیں اور اس کا احترام
... شرک کہا جائے اگر وہ پہاڑیاں شعائر اللہ میں ہو سکتی ہیں تو پھر کربلا
... شعائر اللہ میں سے ہم کہیں تو اُسے مانیے اُسے قبول کیجئے اس کے بعد
... آیت جو میں نے پڑھی تھی۔ والبدن جعلناھا من شعائر اللہ وہ جانور کون جو قربانی
... گئے ہیں وہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اب اسی ترجمہ سے آپ سمجھ
... ابھی وہ قربان ہوتے نہیں ہیں مگر چونکہ قربانی کی نیت سے وہ رکھے
... غرض سے وہ ساتھ رکھے گئے ہیں لہٰذا بحالت حیات بھی وہ شعائر
ہیں۔ بس اب عقل سے کام لیجئے اور یاد رکھئے کہ دین انہی کے
... کے پاس عقل ہو۔ وہ کوئی اور مذاہب ہوں گے جو عقل کے اُوپر
... قرآن تو ہر جگہ صاحبِ عقل کو پکارتا ہے۔ ارے بے عقلوں
... تکلیف شرعی ہی سے بری کر دیا ہے مگر فطری طور سے بے عقل ہو۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جان بُوجھ کر بے عقل نہ ہو۔ ان کے خلاف وہ عقل ہی حجت ہوگی۔ عقل رکھتے [illegible]
تم نے عقل سے کام نہ لیا۔ تو اب دیکھئے کہ حیوان جو راہِ خدا میں بحکم خدا یعنی [illegible]
راہ میں ہیں۔ لہٰذا راہ خدا ہی کہہ سکتے ہیں۔ قربانی کا حکم اس کا ہے لہٰذا حکم [illegible]
ہوا، لہٰذا راہِ خدا میں حکم خدا سے قربان کرنے کے لئے ساتھ رکھے گئے ہوں [illegible]
اپنی حیات میں بھی شعائرُاللہ ہیں اور اسی سے سمجھ میں آئے گا کہ جب قربانی [illegible]
جائے تو بھی وہ قابل احترام ہیں شعائرُاللہ ہیں۔ تو بتایئے حیوان راہ خدا میں [illegible]
حیات شعائرُاللہ ہوں تو وہ انسان جو راہ خدا میں قربان ہو جائیں وہ انسان [illegible]
اللہ میں نہ ہوں گے۔ ان کی تعظیم کیجئے تو شرک ہو جائے جانوروں کی تعظیم [illegible]
حکم ہے اور انسانوں کی تعظیم شرک قرار پائے جنہوں نے اپنی پوری زندگیاں [illegible]
خدا میں قربان کر دی ہوں اور ماشاء اللہ صاحبانِ فہم ہیں ذرا غور کیجئے جو [illegible]
کر رہا ہوں کہ شہید ہونا اپنے اختیار کی بات نہیں ہے شہید ہونا قسمت [illegible]
وابستہ ہے۔ اپنے اختیار کی بات تو میدانِ جنگ میں جمے رہنا ہے تو حضور [illegible]
جانور شعائرُاللہ ہوں اور انسان شعائرُاللہ نہ ہو اور میں نے کہا کہ وہ جانور ابھی [illegible]
نہ ہوئے ہوں بحالتِ حیات شعائرُاللہ تو اب نتیجہ نکال لیے اگر عقل ہو تو پھر وہ انسان [illegible]
جو راہِ خدا میں قربان ہونے والے ہوں وہ بعد شہادت ہی شعائرُاللہ نہیں [illegible]
بلکہ وقتِ ولادت ہی سے شعائرُاللہ ہیں اور اس کے بعد آپ کے جانے [illegible]
ہوئے واقعات۔ سب کے ہاں ہیں کہ رسول اللہ بچوں کے بوسے لیتے [illegible]
بلاشبہ ہے روایت تو میں اب نہیں سمجھ سکتا اور فیصلہ نہیں کر سکتا کہ یہ بچوں [illegible]
محبّت تھی یا شعائرُاللہ کا احترام تھا۔ فیصلہ یہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ دین اسلام [illegible]
دین فطرت ہے لہٰذا بچوّں سے محبّت بھی کوئی خلاف شان بات نہیں [illegible]
بچوّں سے محبّت کرنا بھی منظورِ قدرت ہے۔ ہمیں بھی اپنے بچوّں سے [illegible]

[illegible] خلاف شان ہوتا تو میں شک کا اظہار نہ کرتا یقین کے ساتھ تو میں
[illegible] کر سکتا کہ یہ بچوّں کی محبّت ہے یا شعائرُاللہ کا احترام مگر اب جو
[illegible] گوش زد ہیں اور آپ کے بھی گوش زد ہیں اور میری نظر سے بھی کتابوں
[illegible] ان کے پیشِ نظر ابھی تک تو میں شک کا اظہار کر رہا تھا لیکن اب
[illegible] کے ساتھ کہتا ہوں کہ نہیں بچوّں کی محبّت محرّک بوسہ نہ تھی بلکہ شعائرُ
[illegible] احترام ہی مدِ نظر تھا۔ اور اس کا ثبوت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بچوّں
[illegible] ہو تو پیشانی بھی اپنے بچّے کی ہے رخسارے بھی اپنے بچّے کے ہیں ہاتھ
[illegible] کے ہیں سینہ بھی اپنے بچّے کا ہے مگر کیا بات ہے کہ جب بوسے
[illegible] تو ایک کے دہن کے بوسے لیتے ہیں اور ایک کے گلے کے بوسے لیتے
[illegible] پوری ضمانت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ سند کیسی ہے کس درجہ کی
[illegible] ہے مگر بہرحال یہ روایت آپ نے سُنی ہوگی کہ بعض وقت بچّے کو ذرا
[illegible] بات۔ یہ آپ نے سُنا ہوگا۔ ایک دفعہ سیدہ عالم کے پاس گئے
[illegible] مادرِ گرامی ذرا دیکھئے ہمارے مُنہ سے کیا بدبُو آتی ہے اور سیدہ عالم
[illegible] تمہیں یہ تصور کیوں ہوا۔ تمہارے دہن سے تو مشک وعنبر سے بہتر
[illegible] ہے یہ تم پوچھ ہی کیوں رہے ہو تو کہا بس اس لئے پُوچھ رہے ہیں
[illegible] نانا کی گود میں ہوتے ہیں بھائی حسن بھی ہوتے ہیں مگر۔ بھائی حسن کے
[illegible] بوسے لیتے ہیں اور جب ہماری باری آتی ہے تو ہم اپنا دہن بڑھاتے
[illegible] نانا ہمارے منہ کو ہٹا کر گلے کے بوسے لے لیتے ہیں سیدہ عالم حقیقت
[illegible] تھیں مگر فرمایا کہ چلو تمہیں تمہارے نانا جان سے بھی سنوا دیں
[illegible] اور آئیں باپ کی خدمت میں اور ممکن ہے بالکل لفظیں
[illegible] اس نقل بالمعنی کے متعلق عرض کر چکا ہوں۔ حقیقت حال وہی ہو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور ممکن ہے کہ لفظیں ہماری ہوں کہ وہ سیدہ عالم نے جیسے فرمایا کہ بابا جان آپ
تو کہتے ہیں کہ حسین کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے مگر کیا بات ہے کہ آپ
کے عمل سے کوئی بات ایسی ہو جائے کہ اسکی آنکھیں اشک آلود ہو جائیں فرمایا کیوں
ہوا۔ کہا اس نے ابھی جاکر مجھ سے یہ کہا۔ تو میں تو اسے محسوس کرتا ہوں کہ رسول
فرمایا ہو کہ ارے فاطمہ جانے دو حسن کہ کیا کہ دگی۔ انہوں نے کہا ہو۔ کہ نہیں میں تو چاہتی
اسکو اطمینان دلانا فرمایا تو پھر سنو کہ حسن کے لب کے بوسے لیتا ہوں اس
زہر دغا متصل ہے اس کے لبوں سے۔ اس کے گلے کے بوسے لیتا ہوں
لئے کہ خنجر جفا متصل ہے اس کے گلے سے۔ بس اب اس روایت سے سمجھ
یہی آتا ہے کہ وہی قربانی پیش نظر ہے جس کی بنا پر بوسے لے رہے
اور اب یہ سلسلہ برابر قائم ہے یہ بھی روایت میں ہے کہ حسین آتے ہیں اور
فرماتے ہیں کہ یا علی ذرا پیرہن اٹھاؤ جسم سے حسین کے۔ جناب شیخ جعفر شوشتری
نے لکھا ہے خصائص حسینیہ میں، پیرہن اٹھاتے ہیں اب جا بجا رسول بوسے
ہیں اور علی بھی کہتے ہیں یا رسول اللہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں فرماتے ہیں
مواضع السیوف وابکی۔ جہاں جہاں تلواریں پڑیں گی وہاں وہاں بوسے
رہا ہوں۔ اب وہ تو ہر دن کچھ نہ کچھ اس سلسلے میں عرض ہوتا ہے کہ ہمارے
پر مختلف سوالات ہوتے رہتے ہیں تو ان میں سے ایک یہ سوال بہت
ہے جیسے ایک شاعر نے کہا کہ زندہ کو رویا جاتا ہے روئیں وہ جو قائل
ممات شہدا کے۔ ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے۔ یہ گویا بہت مشہور
تو میں کہتا ہوں کہ ہم سے تو بعد میں پوچھنا چاہیئے وہ بچہ جب پیدا ہوا
رسول کی گود میں لاکر دیا گیا اسی وقت پیغمبر کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور
فرمانے لگے تو کسی نے کہا کہ رسول اللہ یہ تو خوش ہونے کا موقع ہے

[illegible] فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں تمہیں نہیں معلوم اس پر مصائب کیا
[illegible] تو میں کہتا ہوں ہم سے آپ پوچھ رہے ہیں کہ زندہ کو کیوں روتے
[illegible] رسول اللہ سے یہ پوچھتے کہ زندہ کو کیوں رو رہے ہیں ارے یہ
[illegible] کی ہے آنکھوں کے سامنے والی زندگی نہیں ہے اور وہ تو اس
[illegible] عنصری کے ساتھ سانس لیتی ہوئی زندگی کے ساتھ رسول کی گود
[illegible] اور اس کے باوجود رسول گریہ فرما رہے ہیں تو اب تو سمجھے کہ گریہ موت پر
[illegible] مصائب پر ہوتا ہے اگر پیغمبر کو اس کی زندگی میں رونے کا حق تھا تو ہمیں
[illegible] زندگی میں رونے کا حق ہے یہ کیا کہ زندہ کا ماتم نہیں ہوتا زندہ کو رویا
[illegible] کہتا ہوں کہ جناب یوسف بھی تو زندہ تھے اور روایت کی بات
[illegible] قرآن کی بات ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ انہیں اطلاع مل
[illegible] زندہ ہیں۔ بعد میں کہا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے تو بتا یا جا
[illegible] کہ زندہ ہیں اور اس کے بعد کتنا روئے ہیں ابیضت عینا ہ۔
[illegible] روتے روتے اب وہ ہر وقت رنج و غم سے خاموش رہتے
[illegible] کہ زندہ ہیں۔ تو یہ نہیں کہ مرنے کا غم ہوتا جُدائی کا بھی غم ہوتا
[illegible] پر بھی رونا ہوتا ہے۔ مختلف صورتیں ہیں گریہ کی۔ اب جو چیز
[illegible] ہوں وہ چاہے مختصر ہو مگر آپ کے لئے بڑے مرثیے کے برابر
[illegible] ہوں عقلی اصول کے لحاظ سے۔ (میں کہیں عقل کا دامن نہیں چھوڑتا)
[illegible] بھائی کے لب شعائر اللہ ہیں ایک بھائی کی گردن شعائر اللہ میں
[illegible] پڑے گا کہ ایک بہن کے بازو بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔
[illegible] میں جو روایات بیان ہوتے ہیں اس میں ضمانت
[illegible] کتاب میں ہوں۔ ہاں وہ چیز روا نہیں ہے کہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

منبر پر جاکر تصنیف ہو بر وقت ۔ گویا ایک چیز جس کا کہیں وجود نہ ہو اور [illegible]
تو دیکھا کہ زیادہ تر یہی ہوتا ہے ۔ اس کے لیئے کوئی وجہ جواز نہیں بلکہ وہ [illegible]
علی اللہ والرسول میں داخل ہے جو اگر حالت روزہ ہو تو روزے کو [illegible]
دیتی ہے ۔ تو وہ حدیث کربلا میں بیان ہوئی ہے اور بڑے سخت وقت [illegible]
بیان ہوئی ہے بس اربابِ عزا اسی ذکر پر مجلس کو ختم کردں گا کہ وہ وقت [illegible]
جب ابوالفضل العباس جا رہے ہیں اور سکینہ سے مشک لے چکے اور [illegible]
رخصت ہو رہے ہیں تو حضرت ثانی زہرا سب سے آخر میں زینب [illegible]
رخصت ہونے آئے کہا بی بی اب میں جا رہا ہوں ۔ زینب تو جانتی تھیں [illegible]
پانی لانا فقط بہانہ ہے جانے کا جو گیا واپس نہیں آیا ۔ عباس بھی واپس [illegible]
آئیں گے کہنے لگیں بھائی جاتے ہو تو چلتے چلتے ایک حدیث سُنتے جا[illegible]
مجھے تو اس کے بیان کے لیئے یہی لفظیں ملتی ہیں کہ شیرِ خدا کا شیر [illegible]
کے قدموں پر بیٹھ گیا اس لیئے کہ جانشین فاطمہ حدیث سنانے لگی [illegible]
ہیں اے بھائی سُنو بچپن میں ایک دفعہ بابا کے زانو پر بیٹھی تھی میں فیصلہ [illegible]
کرسکتا کہ بابا سے مراد امیرالمومنین یا رسول اللہ اگر حسن و حسین فرزند [illegible]
تو زینب کو کیوں حق نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ کو بابا کہیں بہر حال [illegible]
ابی ہے بابا ۔ باپ کے زانو پر بیٹھی تھی اب اندازہ کیجئے کہ [illegible]
ہیں کہ بزرگ کے زانو پر بیٹھی ہیں اور اب یہ ہوائے زمانہ سے کتنی مخالف [illegible]
ہے مگر جب موقع آئے گا ایسی بات کہنے کا تو کہوں گا ضرور کہ اتنی کم [illegible]
کے زانو پر بیٹھی ہیں مگر تہذیب خاندانِ رسالت یہ ہے کہ اس وقت [illegible]
دوش پر چادر ہے یہ جزو روایت ہے کہتی ہیں کہ بابا کے زانو پر [illegible]
کہ اک دفعہ میرے دوش سے چادر ہٹ گئی تو بابا نے جُھک کر [illegible]

[illegible] چونکہ اک نئی بات تھی اس لیئے میں کھڑی رہ گئی میں نے کہا بابا یہ
[illegible] کیا گیا ۔ فرمایا زینب ایک دن ان بازوؤں میں رسّی بندھے
[illegible] اس وقت تو میں کم سن تھی بعد میں جب بڑی ہوئی اور گھر بھائیوں
[illegible] تو نہ جانے کب کب میں نے سوچا بچپن کی اس بات کو کہ جس
[illegible] اشارہ بھائی ہوں کس کی مجال ہے کہ اس کے بازوؤں میں رسّی
[illegible] مگر اے عباس سب جا چکے اب تم بھی جا رہے ہو یقین ہو گیا
[illegible] ان بازوؤں میں ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجلس پنجم

شعائرُ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ

جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کا جز ہے۔

تعظیم شعائر پر جو الزام شرک کا لگتا ہے اس پر چار دن تک [illegible]
جس طبقہ کو شرک کی لفظ بہت حفظ ہے اسی کو ایک دوسری لفظ [illegible]
یاد ہے۔ زیادہ تر تو شرک شرک کی آواز بلند ہوتی ہے اور جہاں ذرا [illegible]
کام لے کر شرک نہیں کہا وہاں بدعت کہہ دیا جاتا ہے تو اس [illegible]
کے متعلق عرض کروں گا۔ بدعت کی لفظ کا ہمارے ہاں مفہوم الگ [illegible]
کی اکثریت میں اس کا مفہوم الگ ہے۔ میں دونوں مفہوم پیش کر [illegible]
تفصیل سے دوسرے مفہوم کو، کیونکہ اسی کی بنیاد پر بدعت کی آو[illegible]
میں آتی ہیں۔ اس سے پہلے اپنے نقطۂ نظر کو عرض کروں گا۔ بدعت [illegible]
بہت ہی سطحی نگاہ والے سمجھتے ہیں کہ ہر نئی بات۔ تو مطلق طور پر [illegible]
ہر نئی بات کو کوئی بدعت نہیں سمجھتا۔ اس میں ہمارے ہاں بھی [illegible]
ہے اور ان کے ہاں بھی اک اصطلاح ہے۔ ہمارے ہاں بدعت کی [illegible]
ہے ادخالُ مالیس من الدین فی الدین واخراج ماھو [illegible]

[illegible] نہیں ہے اس کو دین میں داخل کرنا اور جو چیز دین میں
[illegible] خارج کرنا یہ ہمارے نزدیک بدعت کی تعریف ہے۔
[illegible] اور اس کو یہ سمجھ کر نہ کریں کہ یہ دین کا جز ہے تو اُسے بس یہ دیکھنا
[illegible] ممانعت تو نہیں ہے۔ اگر شرع میں ممانعت ہے تو یہ نہیں
[illegible] یہ کہیں گے حرام ہے یعنی شرع نے ناجائز قرار دیا ہے
[illegible] پر اُسے حرام کہیں گے۔ فرض کیجئے ممانعت اس حد پر
[illegible] تو اُسے مکروہ کہیں گے۔ غرض یہ جو شرع کے احکام ہیں
[illegible] مثبت حکم واجب اور مستحب، منفی حکم حرام اور مکروہ۔ پانچواں
[illegible] مباح جائز۔ یعنی نہ اس کے کرنے کا حکم نہ اس کے نہ کرنے کا
[illegible] کی ممانعت ہوئی ہے تو وہ کچھ ممانعت کا لب ولہجہ
[illegible] علماء یہ اندازہ کرتے ہیں کہ یہ ممانعت حرمت کی حد
[illegible] ہیں حرام۔ اور اگر سمجھ میں یہ آتا ہے کہ بس گویا اولیٰ یہ ہے
[illegible] کہ نہ کریں تو اسے کہتے ہیں مکروہ۔ اسی طرح جس کا حکم ہوا ہے
[illegible] تو واجب کہتے ہیں۔ غیر لزومی حکم ہے یعنی بہتر ہے کہ کریں
[illegible] ہیں۔ جہاں حکم نہ ادھر کا ہے نہ اُدھر کا ہے اسے مباح کہتے
[illegible] کی لفظ کہیں پر نہیں آئے گی۔ نہ فعل میں آئے گی نہ ترک
[illegible] فعل جو جزوِ دین سمجھ کر اور وہ دین کا جز نہیں ہے تو وہ فعل
[illegible] جزوِ دین سمجھ کر حالانکہ وہ جزوِ دین نہیں ہے تو وہ ترک بدعت
[illegible] جزوِ دین ہے وہاں اس کو خارج کرنا وہ فعل جو جزوِ دین
[illegible] بدعت اور وہ ترک جو جزوِ دین ہے اُسے خارج
[illegible] جزوِ دین کیونکہ ہوتا ہے فعل۔ ایک تو اعتقادات کا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

باب ہے کہ کون جزوِ دین ہیں یعنی کن کا ماننا ضروری ہے وہ اعتقادات کا
ہے۔ افعال میں کون جزوِ دین ہیں یعنی قربۃ الی اللہ بجا لایا گیا۔ یعنی نیت
میں ہو کہ خدا کے حکم کی وجہ سے جیسے نماز قربۃ الی اللہ بجالائی جاتی ہے۔ ر
قربۃ الی اللہ ہوتا ہے۔ تو یہ قربۃ الی اللہ۔ یعنی اللہ کی رضا کے لئے۔ اللہ
خوشنودی کے لئے۔ اس سے تقرب کے لئے ہم اس کام کو کرتے ہیں۔ تو
میں فرض کیجیے اللہ کی طرف سے کوئی ثبوت نہیں اس کا کہ اللہ کو یہ کام
ہے۔ اور ہم پھر یہ نیت کر کے اسے انجام دیں کہ یہ اللہ کی رضا کے لئے کر
ہیں تو یہ اللہ پر گویا بہتان ہے اللہ پر افترا ہے جھوٹ ہے۔ یہی مشرکین
مطالبہ کیا جاتا تھا کہ کیا اللہ نے تم سے کہا ہے کہ ان بتوں کی پرستش کرو تم اللہ
افترا کرتے ہو تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو۔ تو اس چیز کو جس کا حکم اس کی طر
سے نہیں ہے یہ سمجھ کر کرنا کہ اس کا حکم ہے۔ قربۃ الی اللہ انجام دینا یہ
ہوگا۔ اب اس میں ہم اپنی عقل آرائی سے کام لیں کہ نہیں یہ اللہ کو ضرور پسند
اب اس کی مثالیں۔ نماز پنجگانہ کا حکم ہے۔ اب یہ دور تو ریسرچ کا ہے کہ
بات کوئی کہے۔ کہ صاحب جب پانچ نمازیں اسے پسند ہیں تو ہم دس نماز
اگر واجب کی نیت سے پڑھیں تو کیا حرج ہے۔ حرج یہی ہے کہ اس نے
واجب کی ہیں آپ دس کیے دیتے ہیں۔ کوئی اس کی حمایت کرنے والا کہے
صاحب کمی تو نہیں کی اور زیادتی ہی کر دی تو وہ زیادتی ناجائز ہوگی حرام
ایک بدعت کی ایجاد ہوگی۔ اب اس میں کہ جو نماز پنجگانہ ہے اس کی ر
جتنی مقرر ہیں صبح کی نماز دو رکعت مغرب کی نماز تین رکعت باقی سب
چار رکعت۔ اب کوئی عقل آرائی کرے کہ صاحب وہ ہماری آسانی کے
ہے کہ ابھی سو کر اٹھے ہو نیند کا اثر ہے تو دو ہی رکعتیں پڑھ لو تو کہیئے کہ

اعمال کے لئے تھا ہم رضاکارانہ طور پر چار پڑھتے ہیں تو کیا مضائقہ۔ تو یہاں عقلی
گھوڑے سے کام نہیں چلے گا۔ یہاں اطاعت مولا ہے۔ اس نے دو رکعت کا حکم
دیا تھا۔ کیونکہ یہ تصور پہلی صدی سے شروع ہوگیا کہ جو حکمران ہے وہ نماز پڑھانے
انہیں نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ حق ہے۔ لوگ فخریہ کہیں گے کہ ہم نے
فلاں کے پیچھے آج نماز پڑھی۔ تو جناب جو کہیں گورنر ہوتا تھا اس کا کام ہوتا تھا
نماز پڑھانا۔ اب دور بنی اُمیّہ میں ایک گورنر صاحب تھے جو شراب کے نشے
میں چُور محراب عبادت میں آئے صبح کی نماز پڑھانے اور شروع شروع کے
گورنر تھے جب صحابہ بھی دنیا میں موجود تھے اور بے چارے صحابہ اس نماز کی
صف جماعت میں تھے یہ روایت سے ثابت ہے تاریخی روایت ہے۔ اب یہ
سوچتے رہیئے گا کہ یہ جماعت میں شامل تھے تو تقیہ تھا یا نہیں تھا۔ تو جناب جماعت
میں صحابہ بھی شامل تھے اب انہوں نے آج یوں کہوں کہ ذوق عبادت تھا تو دو
رکعت کی بجائے چار رکعتیں صبح کی نماز کی پڑھا دیں اور اس کے بعد مڑ کر پوچھا
اور بھی اضافہ کر دوں۔ کہو تو دو چار رکعتیں اور تو دو ایک آوازیں ہیں وہاں۔ نام
میں صحابہ میں سے بعض کے۔ جو وہاں تھے۔ کہ۔ معاذ اللہ۔ معک فی زیادۃ۔
آپ کے ساتھ تو ہم زیادتی ہی میں رہے ہیں تو اس وقت بس کافی ہے۔
اللہ ہی احسان آپ کا بہت ہے کہ دو کی بجائے چار پڑھا دیں۔ تو یہ ہوا۔ یہ ہے
بدعت کہ مثلاً دو کی بجائے چار رکعتیں پڑھا دینا۔ یا اجزائے نماز میں اپنی طرف
سے اضافہ کرنا کہ جناب سورہ حمد ایک دفعہ کا حکم ہے۔ ہم ایسی نماز پڑھیں جس
میں ہم دو دفعہ پڑھا کریں۔ پانچ سورے پڑھا کریں۔ اب کوئی کہے کہ یہ
تو صاحب ہم نے کوئی کمی کی ہے۔ ہم نے تو زیادتی کی ہے۔ ہماری
تعریف کیجیے کہ ہم اتنی لمبی نماز پڑھتے ہیں۔ تو یہی بدعت ہوگی کہ آپ نے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چھوٹی نماز کو لمبا کر دیا۔ آپ کو کیا حق تھا۔ جتنا مقرر تھا آپ کو پڑھنا چاہیے [illegible]
وجہ سے علما کہتے ہیں۔ قرآن دو سوروں میں حرام ہے قرآن کے معنی [illegible]
بجائے ایک سُورے کے۔ سورۃ الحمد کے بعد ایک سورہ پڑھنا چاہیے [illegible]
پڑھیں تو وہ قرآن ہے۔ یا ماہِ رمضان میں ہم دو دن کا روزہ رکھیں [illegible]
بھی افطار نہ کریں۔ شروع ہی سے اگر نیت یہ کریں کہ ہم دو دن کا روزہ [illegible]
اگر نیت ایک ہی دن کے روزہ کی ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ رات [illegible]
کچھ کھا پیئے بھی۔ وہ تو وقت کے ساتھ ختم ہو جائے گا روزہ۔ کھانا [illegible]
ہے وہ وقت ہی نہیں رہا تو روزہ کہاں رہے گا۔ اور نیت بھی ایک [illegible]
اس سے زیادہ کی نہیں ہو گی تو اس سے لازم نہیں آئے گا کہ وہ صوم وصال [illegible]
صوم وصال حرام ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ دو دن کا مسلسل روزہ۔ اسی [illegible]
کر کوئی روزہ ایجاد کیا جائے۔ عوام میں کچھ مشہور ہے بعض جگہ کہ ڈھائی [illegible]
اور دوپہر کا روزہ۔ تو وہ فاقہ کیجیے آپ کو اختیار ہے۔ چاہے جتنی دیر [illegible]
روزہ رکھنا ہے تو وہ جتنا حکم ہوا ہے۔ اتموا الصیام الی اللیل۔ پس [illegible]
رات آئے تو روزہ ختم کرو۔ اور قرآن کی ایک یہی لفظ بہت [illegible]
کرنے کے لئے کافی ہے۔ معلوم ہوا روزہ کی حد ہے کہ رات [illegible]
سورج کے نظر سے اوجھل ہونے سے رات ہو جایا کرتی ہو تو افطار [illegible]
وہ ہے اور اگر کچھ تاریکی کی ضرورت ہے تو پھر افطار کا وقت یہ [illegible]
تو تاریکی پیدا ہو جائے۔ بہر حال قرآن کی لفظیں یہ ہیں۔ واتموا الصیام الی
اللیل۔ رات کے آنے تک تم روزہ کو پُورا کرو۔ تو یہ سب جو ہے [illegible]
بعض لوگ عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ واقعی ہمیں ہمدردی ہوتی ہے کہ [illegible]
اتنی زحمت۔ وہ کوئی آسان تھوڑی ہوتا ہے افطار کے بعد کھڑا رہنا [illegible]

[illegible] اصول شرع یہ معلوم ہو گیا ہے کہ واجب نماز میں جماعت درست
[illegible] جماعت نہیں ہو سکتی۔ اب اگر کسی قسم کے بھی نفل۔ چاہے غیر ماہ
[illegible] ماہِ رمضان میں۔ چاہے دن کو چاہے رات کو کسی قسم کے
[illegible] ادا کئے جائیں گے تو اسے ہم کہیں گے کہ یہ بدعت ہے۔ اور
[illegible] ال جو چیز بدعت ہو وہ پھر حسنہ نہیں ہو سکتی۔ بدعت کی
[illegible] اچھی اور بُری۔ بدعت ہے تو بس بُری چیز ہے۔ وہ اچھی چیز نہیں
[illegible] حدیث ہے کل بدعۃ ضلالۃ۔ وہاں اس میں قید نہیں
[illegible] کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ عربی داں افراد
[illegible] اول رسول نے بتائی ہے جس کا نتیجہ بدیہی ہوتا ہے۔ ہر
[illegible] اور گمراہی کا نتیجہ دوزخ ہے یہ متفق علیہ حدیث ہے۔ اس
[illegible] اور بُرے کا پیدا نہیں ہوتا۔ بدعت جو ہے وہ بُری ہی ہے۔
[illegible] نہیں ہو سکتی۔ تو اب کوئی بھی اس طرح کی ایجاد۔ نئی قسم کی نماز۔
[illegible] نئی قسم کا حج۔ ان میں سے کوئی چیز بھی نئی قسم کی۔ اور ظاہر ہے
[illegible] قربۃ الی اللہ رکھا جائے گا۔ نماز ہے تو وہ قربۃ الی اللہ تو وہ
[illegible] نئی قسم کی نماز وغیرہ۔ اب فرض کیجیے کہ عید کی سویاں۔ اس کا
[illegible] حکم ہے کہ عید کے دن سویاں کھاؤ۔ مگر وہ ہمارے ہاں تو ہر جگہ
[illegible] میں تو جو ناواقف مسلمان بھی ہیں وہ بھی یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ سویاں
[illegible] وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کوئی عبادت ہے۔ آج سویوں کا کھانا۔
[illegible] میں اکثر سویاں ہوتی ہیں شیرینی کی بجائے ان کا کھانا جائز
[illegible] کے بھی ان کا کھانا جائز ہے۔ یعنی جو چیز جائز ہے وہ
[illegible] کے ساتھ جائز کیوں نہ ہو گی۔ بس یہ تصور نہ ہو کہ اللہ کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حکم ہے۔ یہ تصوّر نہ ہو کہ شرعاً آج سویّاں کھانا واجب ہے۔ یا باعثِ ثواب
تو کوئی عالم ہم میں کا سوئیاں کھانے میں عذر نہ کرے گا۔ علما کے گھر میں بھی
جاتی ہیں اور کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ لطف یہ ہے کہ اکثر ایسی باتیں ہندوستا
ہی میں رائج ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں پاکستان بھی شامل ہے۔ ٹکڑا تو یہ ہند
ہی کا ہے۔ اب بس یہ سمجھ کے نہ ہو کہ یہ آج کے دن خدا کا حکم ہے۔ وہ تو
دن میں شرک کے موضوع پر بھی کہہ چکا۔ کہ شرک کا سوال ہزار کام ہوں
میں یہ لوگ پیدا نہیں کرتے۔ کسی حاکم کی تعظیم میں یہ سوال پیدا نہیں ہوگا۔ کسی
بڑے ایماندار آدمی کی تعظیم ہو یہ سوال پیدا نہیں ہوگا۔ لیکن جب رسول کی تعظ
تو یہ لوگ فوراً وہاں یہ سوال اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح سے یہ بدعت کا سوال
سویّاں کھائیں گے تو بدعت ہو جائے گی اس کے بارے میں مَیں نے تو نہیں
فتویٰ بدعت کا۔ کسی مکتبِ خیال کے عالم نے فتویٰ دیا ہو کہ یہ بدعت
اس سے پرہیز واجب ہے اور اب میں کہتا ہوں کہ اگر عید کی قید سے سو
پکتی ہیں۔ ہر جگہ عید کے دن۔ اور بدعت نہیں ہوتیں تو اگر ۲۲ رجب کو
ہوں تو کیوں بدعت ہے۔ کیا صرف اس لئے کہ امام جعفر صادق علیہ السلا
کی طرف نسبت ہے۔ اور وہ نسبت بھی جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی طر
ہے وہ اس معنی سے نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی نذر دینے والا یہ نہیں
کہ امام جعفر صادقؑ کی کوئی حدیث ہے یا انہوں نے کوئی حکم دیا ہے۔
اُسے نسبت دے دیتے ہیں امام جعفر صادقؑ کی طرف۔ یہ نہیں سمجھ
آج کے دن خاص طور سے شرع میں وارد ہوا ہے۔ ایک دن جیسے اُس
لئے مقرر خود کر لیا ہے ویسے ایک دن اس کے لئے مقرر ہو گیا ہے۔
ہمارے ہاں تو کثرت سے اہلِ سنّت کے گھروں میں بھی امام جعفر صادق

ہوتے ہیں۔ تو اب یہ کہیئے کہ۔ پھر یہ ہوا کیوں۔ ممکن ہے ہمارے جو سابق
کے ان کا مقصد یہی ہو کہ ہم اس ذریعہ سے کم سے کم ایک امام کے نام
حلقوں میں بھی پہنچا دیں۔ ارے پورے سلسلے کے نام یاد نہ ہوں۔ ایک
گا۔ اپنے مطلب کے لئے سہی۔ تو ایک حکیمانہ مقصد بھی ہو سکتا ہے۔
اس کے آغاز کے وقت تو ہم وہاں موجود نہیں تھے۔ ہم نے تو اب دیکھا ہے
اس کا نتیجہ دیکھتے ہیں۔ کہ وہ عام ہے۔ مجھے تو کانپور کا حال معلوم ہے۔
آنے لگے کونڈوں کے خلاف۔ چونکہ امام جعفر صادقؑ کی طرف نسبت ہے
زور سے فتوے آنے لگے۔ بڑے بڑے پوسٹر لگ گئے۔ مگر حضرات
ہی کا وہ طبقہ جو اس پر عامل ہے اُسے کد ہو گئی کبھی تو مکانوں کے اندر
اب شاہراہِ عام پر شامیانے لگا کر صلائے عام۔ اور شاید پہلے کبھی
نہیں ہوتا تھا بلانے میں۔ جتنا اب ہونے لگا۔ کہ لوگ اس میں شرکت
اب یہ بھی کہ صاحب شیرینی تو بہر حال شیرینی ہے کچھ لوگ ذوق کام د
لئے اس میں شریک ہو گئے۔ جو لوگ عامل تھے انہوں نے انہیں اپنے
کہ ہماری یہ حاجت پوری ہوئی۔ ہمارا یہ کام پورا ہوا۔ اور میں کہتا
خدا نے دُعا کا کیوں حکم دیا۔ کیا وہ خوشامد پسند ہے۔ کہ خوشامد کرد معاذاللہ۔
اس کی شان کے خلاف ہے۔ نہیں چونکہ یادِ الٰہی ہماری تعمیرِ زندگی کا سبب ہے
لئے اس نے دُعا کا حکم دے کر کہا کہ اپنی غرض سے ہی سہی مجھے یاد کیا
صلوٰۃ۔

طرح جن ہستیوں کو اسے مرکزِ ہدایت بنانا تھا ان کو مرجعِ خلائق بنانا
سے ان کی طرف بلایا۔ دعوت دی کہ ارے نہ اس سے
فائدہ ہے نہ اس سے ان کا فائدہ ہے۔ جو ان کے وجود کا فائدہ تھا جو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کی ہدایت کا فائدہ تھا اس فائدہ کو اس تصوّر سے تقویت ہوتی ہے اور اب یہ شرک ہی کے باب کا جز پھر آ گیا بدعت ہیں کہ وہ قوم جو شرک شرک کی آ[illegible] بلند کرتی ہے وہ تو وسیلے کی بھی منکر ہے اور توسّل کو بھی کہتی ہے کہ شرک ہے میں کہتا ہوں کہ میں قرآن کی آیت پڑھتا ہوں اس کا صرف ترجمہ آپ دیکھے [illegible] ضروری نہیں ہے کہ کوئی تفسیر بھی آپ دیکھیں۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ لو لا انھم اذا ظلموا انفسہم۔

ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب انہوں نے اپنے اُوپر ظلم کیا یعنی گناہ کئے تو جاؤ[illegible] وہ آپ کے پاس آتے۔ وہ آپ کے پاس آتے۔ یہ کیوں نہیں کہا کہ مسجد میں جاتے گناہ کئے ہیں خدا کے اور بھیجا جاتا ہے رسول کے پاس۔ لو لا انھم اذا ظلموا انفسھم جاؤك۔ یہ کیوں نہیں ہوا کہ جب انہوں نے اپنے اُوپر ظلم کئے یعنی گناہوں کا ارتکاب کیا تو جاؤك۔

آپ کے پاس آتے۔ عربی سے واقف افراد جانتے ہیں ف بلا تاخیر کے لئے آتی ہے۔ پرانے زمانے میں ترجمہ اس کا ہوتا تھا۔ پس۔ اب وہ ہماری اُردو پس والی نہیں رہی۔ تو اب وہ مفہوم یوں ادا ہوتا ہے کہ جاؤك فستغفر اللہ یعنی آپ کے پاس آنے پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ کے پاس آکر اللہ سے استغفار کریں۔ آپ کے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت کے طلبگار ہوتے اور اتنا ہی نہیں لیجیے رسول کے پاس آتے ان کے سامنے ان کی بارگاہ میں اللہ سے مغفرت طلب کی واستغفر لھم الرسول۔ اور پھر رسول بھی ان کے لئے سفارش کر[illegible] اُس سے۔ رسول ان کے لئے استغفار کرتے۔ لوجد واللہ توابا رحیما پھر پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا۔

تواب اللہ تو ہے اپنی جگہ تواب۔ اب اگر یہ بات نہ ہو۔ تو کیا وہ تواب

[illegible] وہ ہے اپنی جگہ رحیم۔ اگر یہ نہ ہو تو کیا وہ معاذاللہ اپنی جگہ رحیم نہیں ہے۔ [illegible] اگر نہ ہو تو اس کی وہ توابیت تمہارے شاملِ حال نہ ہوگی۔ یہ نہ ہو تو اس کی [illegible] تمہارے شامل حال نہ ہوگی۔ لیکن اگر ایسا کرو کہ رسول کے پاس آؤ اور رسول [illegible] اگر آپ کے سامنے خود استغفار کرو اور پھر رسول تمہارے لئے استغفار [illegible] تو اللہ کو پاؤ گے توبہ قبول کرنے والا۔ یہ اس وقت پاؤ گے۔ ہے تو وہ [illegible] اپنی جگہ۔ لیکن ان پر فیضانِ رحمت اس وقت ہوگا۔ تو اب یہ کیا ہے۔ یہ [illegible] کہ مرکز بنانا تھا ان کو خلائق کا۔ تو اب جب رسول کے لئے قرآن مجید نے [illegible] رسول ہی کو اس نے دیکھا ہو لیکن ہمیں اگر کچھ اور ہستیاں معلوم ہیں [illegible] اللہ کو منظور تھا مرکز بنانا اور اگر منظور نہیں تھا تو محبّت کیوں جزوِ دین بنائی۔ [illegible] بلاتفریق فرقہ سب کے نزدیک مسلّم کہ محبت ان کی جزوِ دین جن کو [illegible] ہوں محبت کرنے والا وہ بھی محبّت کو جزوِ دین مانتے ہیں۔ کہیں گے [illegible] ان کی ہر مومن کا فریضہ ہے۔ بس نتیجہ میں نکالتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ [illegible] افراد جن کے لئے خالق کو منظور ہو کہ گوشہ نشین رہیں۔ خلق خدا کو ان سے کوئی [illegible] ان کی محبت کی دعوت دینا جو متفق علیہ ہے عالمِ اسلام ہیں۔ میرے [illegible] تو اس لئے ہے کہ ان کو مرکز اطاعت بنانا تھا اور ایک نفسیاتی حقیقت [illegible] اطاعت محبت کے واسطے سے نہ ہو تو ناخوشگوار اور محبت کے ذریعہ سے [illegible] ہو جاتی ہے۔ کسی راستے پر آپ روز جاتے ہوں لیکن کسی دن پابندی [illegible] جائے کہ تم کو ضرور جانا ہوگا تو اسی دن تکلیف دے گا جانا تو پابندی [illegible] ہے۔ اطاعت لذیذ نہیں ہوتی۔ لیکن کوئی ایسا جس کی محبت کا [illegible] ہو اور وہ کوئی فرمائش کرے تو آپ اسمیں روز سے زیادہ اگر [illegible] کی بالیدگی محسوس ہوتی ہے کہ ہم نے بہر حال یہ کام انجام

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

دے لیا چاہے کتنی مشقت کیوں نہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ وہ زحمت زحمت معلوم [illegible]
ہوتی جو برائے محبت ہو اس لئے جو افراد مرکز اطاعت بنانے تھے ان کو پہلے [illegible]
محبت بنا دیا۔ مثال کے طور پر یہ ہے کہ۔ کوئی وہاں معلوم تھا رسول کو۔ کہ میر [illegible]
اُمت کی ہر فرد ایسی نہیں ہے کہ وہ گھر میں خادمہ رکھ سکے۔ تو بعد میں ایک [illegible]
سپرد کی پہلے ہی دن نہیں دے سکتے تھے کنیز۔ مگر نہیں۔ رسول تو یہ چاہتے تھے [illegible]
اگر کوئی خاتون اپنے گھر میں چکی بھی پیسے تو وہ فخر محسوس کرے کہ میں وہ خدمت [illegible]
انجام دے سکتی ہوں۔ جو مخدومہ عالم انجام دیتی تھیں۔ اگر اپنے گھر میں جھاڑو [illegible]
تو وہ ذلت محسوس نہ کرے بلکہ عزت محسوس کرے کہ شاہزادی کائنات اور خاتون [illegible]
جنت اپنے گھر میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتی تھیں۔ تو وہاں جو محبت کا [illegible]
بیچ میں آجائے گا تو پھر ہر مشقت خوشگوار ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ انہیں مرکز [illegible]
بنانا تھا لہٰذا ان کی طرف ہر حیثیت سے نگاہوں کو موڑنا تھا۔ ارے دنیاوی [illegible]
میں کسی کو شک ہو کہ ان کے ذریعہ سے کام نکلتے ہیں یا نہیں۔ میں کہتا ہوں [illegible]
کی فکر تو ہر ایک کو ہے۔ کوثر کا شوق تو ہر ایک کو ہے۔ تو اگر کوثر کا شوق ہے تو [illegible]
رکھو کہ ساقی یہ ہے۔ لہٰذا کوثر کے شوق میں ہی اس کی طرف آئے اس کا دامن [illegible]
چھوڑو۔ ارے ہر مسلمان کو جنت میں تو جانا ہے تو یاد رکھو کہ جنت و نار کا [illegible]
کرنے والا یہ ہے لہٰذا اس کی طرف آؤ اور یہ حدیث وہ ہے کہ مامون عباسی [illegible]
نے امام رضاؑ سے پوچھا کہ آپ کے جدِ بزرگوار کی فضیلت میں ایک حدیث [illegible]
سُننے میں آئی ہے۔ وہ سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا کیا۔ کہا۔ کہتے ہیں [illegible]
رسول کی حدیث ہے کہ اے علی تم جنت و نار کے تقسیم کرنے والے ہو۔ جنت [illegible]
نار اللہ کی چیز ہے۔ اُسے دوسرا کون تقسیم کرے گا۔ گویا وہی تصور شرک تھا [illegible]
کو نہیں کہہ رہے ہیں کہ وہ اپنے حکم سے تقسیم کرے گا ان کو کہہ رہے [illegible]

[illegible] و نار کے تقسیم کرنے والے ہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا کہ
[illegible] اور حدیث آپ کے سُنی ہے وہ سمجھ میں آتی ہے یا نہیں وہ جو رسول نے فرمایا
[illegible] حبك ایمان و بغضك نفاق۔ اب یہ بھی صحاح میں موجود ہے۔ لے
[illegible] محبت ایمان ہے اور تمہارا البغض کفر و نفاق ہے۔ مامون عباسی نے کہا
[illegible] صحیح ہے یہ تو بالکل مُسلّم ہے آپ نے فرمایا کہ پھر جنت و نار تقسیم
[illegible] تو بس یہی ہے کہ امام جعفرؑ کے یاد کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ
[illegible] کر نہ کیا جائے کہ یہ حکم شرع ہے۔ ایک چیز کو ہمارے ہاں علمائے نے
[illegible] یہاں معلوم نہیں ایک وقت میں بائیس رجب کے کونڈوں کے ساتھ
[illegible] کی روایت پڑھی جاتی تھی۔ تو اسے علما نے منع کر دیا۔ کہ اس میں
[illegible] امام کی طرف۔ ایک تو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ امام کا قول ہے
[illegible] تو اس وقت تک یہ افترا و بہتان ہو جائے گا۔ اس لئے اس کا پڑھنا
[illegible] قرار دے دیا۔ ہمارے ہاں کے علما نے چنانچہ ہمارے ہاں سب کے ہاں
[illegible] میرے علم میں بائیس رجب کے کونڈے ہوتے ہیں وہ روایت
[illegible] پڑھی جاتی۔

[illegible] زیادہ کوئی فضول کہہ دے لیکن اسے بدعت کہہ دینا شرک کہہ دینا
[illegible] بات ہے اور میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ زیادہ وقت دوسرے جزو پر
[illegible] کا یعنی یہ تو ہمارے ہاں کی تعریف تھی۔ اب دوسرے حضرات۔ اکثریت
[illegible] ہاں بدعت مقابلہ سنت ہے یعنی ہمارے ہاں سنت تو واجب کے
[illegible] یہ واجب ہے یہ سنت ہے۔ وہاں سنت ایک قرآن کے
[illegible] جاتی ہے قرآن اور سنت اور ایک پھر بدعت کے مقابلے میں
[illegible] اور یہ بدعت ہے اس سنت کے معنی طریقِ رسول۔ اور طریق

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رسول سے مراد قول رسول فعل رسول تقریر رسول۔ قولِ رسول کے معنی سب
ہیں کہ پیغمبر کوئی حکم دیں۔ فعلِ رسول کے معنی بھی سب نے سمجھ لیئے کہ رسول
کام کریں۔ ہاں تقریر رسول۔ تقریر ہمارے ہاں یہ ہونے لگی کہ منبر پر یا …
ہوتی ہے تو وہ تو قول رسول میں داخل ہوگئی۔ اور وہ منبر پر بھی اگر ہے …
رسول میں داخل ہے۔ وہ یہ ہے کہ کوئی دوسرا کوئی کام کرے اور پیغمبر …
رہیں منع نہ کریں اس کا نام ہے تقریر رسول۔ تقریر کے کیا معنی۔ یعنی برقرار
جب اس کی رد نہیں کی اس کو منع نہیں کیا تو یعنی برقرار رکھا۔ تو یہ ہے …
سنّت۔ اور جو سنّت قول رسول میں ہو نہ فعلِ رسول میں نہ تقریر رسول میں
وہ انجام دی جائے تو اسے کہتے ہیں بدعت۔ سنّت کے مقابلے میں بدعت
اسے میں بھی مان لوں گا کہ ٹھیک ہے۔ سنّت سے مطلب قول رسول فعل …
تقریر رسول۔ کیا مطلب یہ شکل جو اس وقت آرہی ہے۔ تو اگر یہ معیار ہو جا…
سنّت و بدعت کا تو پھر ہمارا حج بھی بدعت ہماری مسجدیں بھی بدعت …
نمازیں بھی بدعت۔ سب باتیں ہماری بدعت۔ زندگی ہماری بدعت بلکہ …
دفعہ۔ ہنڈرسن اسلامیات کے پروفیسر ہیں لندن میں۔ ان کا خاص موضوع …
شریعتِ اسلام میں ترمیم کی جائے۔ اس موضوع پر وہ ہر جگہ بولتے ہیں۔ …
ان کا خاص موضوع۔ وہ ہندوستان میں آئے تھے تو دہلی پہنچے۔ ڈاکٹر ذا…
حسین صاحب اس وقت صدر ہند تھے انہوں نے ان سے کہہ دیا کہ علی…
جایئے گا۔ تو میرا نام لے دیا کہ ان سے ضرور ملیئے گا۔ تو اب وہ پہلے ہی …
آئے تو مجھے تلاش کرنے لگے۔ پوچھنے لگے ایک ایک سے۔ خیر وہ اسلامی قانون …
پروفیسر ہیں وہاں۔ تو ہمارے ہاں قانون کے شعبہ میں ان کے لکچر کا انتظام ہوا …
وہ ہم جنس جو تھے تو قانون کے شعبے میں۔ چیئرمین نے مجھے کہلوایا کہ وہ جب

… آپ کو پوچھ رہے ہیں۔ لہٰذا عصرانے میں آپ آیئے تو وہاں آپ کی ان
… ہو جائے گی۔ میں وہاں چلا گیا۔ تو اس وقت سے متعلق جو بات ہے وہ
… لگا۔ تو اس میں انہوں نے مجھے بھی بلوایا۔ تو صاحب میں بیٹھ گیا۔ تو انہوں
… چوٹ کی۔ میری مولویت سے فائدہ اُٹھاکر۔ کہ یہ بدعت تو نہیں ہے۔ میں
… ہے تو پھر میں خود ہی بدعت ہوں۔ تو اگر وہی شکل۔ تو کون عمل
… شکل میں آج ہے۔ رسول کی مسجد ایسی تھی جیسی ہماری جامع مسجد ہوتی ہے۔
… زمانے میں حج جو ہوتا تھا وہ کیا ان سواریوں پر ہوتا تھا جن پر اب ہوتا
… رسول کے ساتھ نماز جماعت میں کیا اتنا مجمع ہوتا تھا جتنا مجمع ہمارے
… ہے۔ تو صاحب اگر یہ معیار ہے تو ہمارا لباس بھی بدعت ہماری غذائیں
… ہماری سواریاں بھی بدعت۔ ہماری عبادتیں بھی بدعت۔ تمام زندگی
… میں گذر رہی ہے۔ دو چار بدعتیں اور سہی۔ تو یہ معیار نہیں ہے۔ معیار یہ
… ہو رہا ہے یہ دیکھئے کہ کام وہی ہے یا کام کچھ اور ہے۔ یہ اُونٹوں
… تھا اس کا نام کیا تھا حج۔ اور یہ جو موٹروں پر جاکر کام ہوتا ہے وہ حج
… اور ہے۔ اگر حج ہی ہے یہ بھی۔ تو وہ اُونٹ پر حج تھا اب یہ سواری
… موٹروں پر اور ہوائی جہاز پر۔ تو یہ بھی حج ہے۔ جس طرح وہ واجب
… واجب۔ ارے جو ایک دفعہ کر چکا ہے اس پر وہ بھی سنّت تھا
… اسی طرح یہ بھی سنّت ہے یعنی مستحب۔ جو حکم اس کا تھا وہی حکم اس
… شکل نئی ہے اور بات وہی ہے کام وہی ہے۔ تو ٹھیک ہے۔ میں نے
… ہیں۔ کہ میلاد کے جلسوں میں یہ قمقمے اور یہ اتنی روشنی کا انتظام۔
… ان کاموں کو اگر سب کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں
… ہے یہ کیا ہے ذکر رسول ہے یا کچھ اور ہے۔ اگر ذکر رسول ہے تو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہ اندھیرے میں ہوتا تب بھی عبادت روشنی میں ہے تب بھی عبادت [illegible]
میرے نزدیک قابلِ افسوس ہے کہ اپنے گھر میں روشنی ہو تو بدعت [illegible]
رسول کے ذکر میں روشنی ہو تو بدعت ہو گئی اور اب قرآن میں دیکھے [illegible]
کہہ رہا ہے۔ انہیں ان کا ذکر منظور ہے یا نہیں۔ تو قرآن کہہ رہا ہے [illegible]
لک ذکرک ۔ اے رسول ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے۔ ماشا [illegible]
نظر ہیں۔ میں کہتا ہوں قرآن نے جہاں اپنی وحدت پر زور دینا ہوا ہے [illegible]
کہا ہے موسیٰ سے کہا تھا انا ربُّک۔ میں تمہارا پروردگار ہوں انما انا [illegible]
میں ایک اکیلا خدا ہوں۔ جہاں وحدت پر زور دینا ہوا ہے وہاں میں کہا [illegible]
طاقت عمل دکھانا ہے وہاں ہم کہا ہے۔ ابھی چند مثالیں عرض کر دل گا [illegible]
ہوں طاقت عمل دکھانا ہے اس ہم میں مخالف طاقتوں کے لئے ایک [illegible]
ہوتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے قرآن [illegible]
اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ دوسری مثال۔ انا اعطیناک [illegible]
اے رسول ہم نے آپ کو کثرت نسل عطا کی ہے۔ اب بنی اُمیّہ اور بنی [illegible]
کی سلطنتیں ختم ہو جائیں گی مگر آپ کی نسل کو ختم نہیں کر سکتیں۔ بس یُونہی [illegible]
ورفعنا لک ذکرک ۔ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے یعنی لاکھ [illegible]
کے فتوے لگتے رہیں مگر آپ کے ذکر کو کوئی نیچا نہیں کر سکتا۔ تو کام [illegible]
کام ہوتا ہے یا نہیں۔ اب جناب یہ میلادِ رسول۔ اس پر جہاں جہاں [illegible]
فتوے لگتے ہوں۔ سب میں بس اتنا غور کیجیے۔ آپ کہتے ہیں ہماری [illegible]
بس اسی معیار پر لے لیجئے۔ مجلس میں دیکھئے کام کیا ہوتا ہے۔ آلِ رسول [illegible]
حالانکہ آلِ رسول ہی کا نہیں خدا کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ رسول کا ذکر بھی ہوتا [illegible]
میں کہتا ہوں کہ مجلس حسین کی بدولت انبیاء کا تذکرہ بھی ہوتا ہے مرسلین [illegible]

[illegible] مقاصد اُدھی ہیں سب پورے ہوتے ہیں۔ اگر مجلس کا صحیح مقصد
[illegible] طور پر بہرحال وہ ہمارا محاورہ ہے۔ ہمارے ہاں یونہی ہے کہ
[illegible] ہوں تو انہیں محفل کہتے ہیں۔ مصائب جب بیان ہوں تو انہیں
[illegible] اب یوں تو دنیا والے ریڈیو کی تقریر کو بھی مجلس کہنے لگے۔ اور ہماری
[illegible] بدعت کے فتوے ہیں اس کے لئے نہیں ہیں۔ تو بہرحال میں تو
[illegible] مجلس کا محاورہ۔ اسی کا ذمّہ دار ہوں۔ تو جناب یہ محفل ہو یا
[illegible] کیا ہوتا ہے رسول اور آلِ رسول کا ذکر۔ تو اب دیکھئے پیغمبر نے
[illegible] یا نہیں۔ مجمع کے بدلنے سے کہ اس وقت دو آدمی تھے اس
[illegible] اس سے تو کوئی کام بدعت نہیں ہو جاتا۔ ورنہ پھر حج کی
[illegible] رسول کی زندگی میں حج کرنے والے کتنے تھے۔ اب جب لاکھوں
[illegible] کہ بدعت ہو گیا۔ تو بھئی کام اگر وہی ہے۔ کرنے والوں کی
[illegible] کبھی مجلس میں دو آدمی ہوتے تھے اس وقت دو ہزار ہوں۔
[illegible] نہیں بدلتی۔ جیسے نماز جماعت اگر ایک امام اور ایک ماموم
[illegible] جماعت۔ اور اگر دس ہزار ماموم ہوں امام کے ساتھ۔ تو نماز
[illegible] ہوتا ہے تعداد کے بدلنے سے۔ تو اب جس کا نام مجلس
[illegible] کہ رسول کے ہاں اس کا نمونہ ہے یا نہیں۔ بس ایک روایت
[illegible] کہ پیغمبر خدا آئے جناب ام سلمہ کے ہاں اور حجرے میں تشریف لے
[illegible] کہ وحی نازل ہونے والی ہے کوئی میرے پاس نہ آئے۔ دروازہ
[illegible] دیر میں حسین آئے اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا پوچھا نانا جان کہاں
[illegible] انہوں نے بیان کیا۔ کہ آپ حجرے میں تشریف لے گئے
[illegible] نہ آئے۔ اب اصل واقعہ جو ہے۔ جو لفظیں میری سمجھ میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آئی ہیں وہ یہ کہ حسین نے یہ پوچھا کہ کیا ہمیں بھی منع کیا ہے۔ بس یہ آواز حسین کی
نے سُنی۔ پھر کیا ہوا حسین داخل ہو گئے۔ کوئی بتائے۔ میری سمجھ میں تو یہ آتا
جیسے انہوں نے پوچھا کہ کیا ہمیں بھی منع کیا ہے۔ بس پیغمبر نے آواز سُنی فرمایا
میرے حسین کو آنے دو۔ حسین داخل ہو گئے۔ پھر دروازہ بند کر لیا گیا۔ اب
دیر ہیں۔ جناب ام سلمہ کہتی ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ رسول گریہ فرما رہے
اب ہر صاحبِ عقل محسوس کرے کہ جو حجرے کے باہر ہو اور حجرے کا دروازہ
ہو۔ وہ فقط آنسوؤں کا گریہ محسوس نہیں کر سکتا ماننا پڑے گا کہ صدائے گریہ
جو جناب اُمِ سلمہ نے محسوس کی۔ اور اب یہ دروازے کے قریب آئیں۔
اللہ کیا میں آسکتی ہوں آپ نے فرمایا ہاں آسکتی ہو۔ یہ جو گئیں تو ان کا بیان
پیغمبرِ خدا کے سینہ مبارک پر شہزادہ ہے اور زار زار گریہ فرما رہے ہیں انہوں
پوچھا یا رسول اللہ یہ گریہ کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میرا بچہ جو آیا میرے
لگا۔ تو ایک ملک نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچے کو چاہتے ہیں۔ ذرا
یہ ملک کس واقعہ کی کیا خبر دینے آیا ہے۔ ارے وہ تو وقت ولادت
خبر دی جا چکی تھی۔ اس دن میں بیان کر چکا۔ کہ شہزادے کو گود میں لا کر
اور رسول اللہ نے گریہ فرمایا۔ تو پھر یہ اطلاع دینے کو آیا ہے۔ نہیں
دینے نہیں آیا۔ کہی ہوئی بات کو دہرانے آیا ہے۔ یعنی اس ذکر کو تازہ کر
ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجلس اسی کو کہتے ہیں۔ مجھے حق ہے یہ کہنے کا کہ
آیا ہے مجلس حسین کرنے کے لئے۔ اب یہ جو پوچھ رہا ہے۔ یہ سوال
واقعی کیا کہا وہ نہیں جانتا کہ محبت کرتے ہیں۔ یہ پوچھنا کیا ہے۔ میں
یہ تمہید ذاکری مرتب کر رہا ہے۔ کیا آپ اس سے محبت فرماتے ہیں
ہیں خدا گواہ ہے کہ کتنی محبت کرتا ہوں۔ اب ملک کہتا ہے اچھا پھر

ہے جو آپ کے دین کی خاطر شہید ہو گا۔ مصائب کافی تفصیل سے ان
بیان کر دیئے۔ اب جس وقت رسول بیان ملک سے سُن رہے تھے تو
ذاکر اور خود رسول سامع۔ اور جب رسول ام سلمہ سے بیان کر رہے ہیں
رسول ذاکر اور ام سلمہ اور خود حسین یہ سامعین ہیں۔ بس دو لفظوں میں
عرض کرتا ہوں کہ ہماری مجلسوں کے دو ہی کردار ہوتے ہیں ایک کردار ذاکر کا
ایک کردار سامعین کا ہوتا ہے۔ جو ذاکر کا کردار ہوتا ہے وہ بھی عملِ رسول
سامعین کا کردار ہے وہ بھی عملِ رسول۔ تو مجلس کا تو ہر جزو سنّت ہے۔ بدعت
کی اور بس یہیں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ رسول نے جب سُنا تو وہ روئے
رو ہی رہے تھے نا۔ اور آواز کے ساتھ رو رہے تھے رو رہے تھے نا
کہ اب گریہ بدعت نہیں ہے نہ رونا بدعت ہے۔ رونا بدعت
اور یہ حدیث ایسی ہے کہ بڑی مشہور شخصیت ہے۔ شاہ عبدالعزیز
دہلوی۔ اک دن سر الشہادتین کا مضمون پڑھ چکا ہوں کہ حسین کی شہادت
شہادت ہے۔ ان کی دوسری کتاب ہے فتاویٰ عزیزیہ۔ وہ لوگوں کے
ہیں اور ان کے جوابات وہ بھی مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ چھپی ہوئی موجود
فتاویٰ عزیزیہ۔ اس میں کسی نے کہا کہ آپ کا عمل روزِ عاشورہ کیا ہوتا ہے تو انہوں
کہ جو میرا عمل ہے وہ میں درج کرتا ہوں کہ عصر کے وقت میرے پاس
احباب معتقدین مخلصیں عاشورہ کے دن جمع ہوتے ہیں اور فقیر خود منبر پر
اور کچھ احادیث رسول فضائل حسنین میں اور کچھ احادیث جو شہادت
سے متعلق وارد ہوئے ہیں جیسے حدیث ام سلمہ۔ تو یہ اتنے پائے کی
اس کے بعد کچھ شہادت امام کے حالات بیان کرتا ہوں۔ واقعہ
کے حالات اور کچھ جو خواتین بنی ہاشم نے بعد واقعہ کربلا راتوں کو جنات کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آوازیں مرثیہ کی سُنی ہیں۔ وہ اشعار بھی درج ہیں۔ راتوں کو۔ آدھی آدھی پہر رات
ہوئے مابین فضا و آسماں۔ اشعار مرثیے کے جو پڑھے جاتے تھے۔ وہ اشعار
نے درج کر دیئے ہیں۔ کتابوں میں درج ہیں۔ وہ بیان کرتا ہوں اور اس
مجھ فقیر پر بھی گریہ طاری ہوتا ہے اور جو حاضرین ہوتے ہیں ان پر بھی گریہ
ہو جاتا ہے تو یہ جناب ام سلمہ کی روایت ہے اس کے ساتھ صحیح ترمذی
روایت ہے بس اسی پر ختم کر دوں گا۔ کہ جناب ام سلمہ نے یہ سُنا۔ حضرت
فرمایا کہ ملک نے کہا کہ آپ وہ زمین دیکھنا چاہتے ہیں جہاں یہ واقعہ پیش
گا۔ میں کہتا ہوں کہ اب دیکھئے کہ زیارت کربلا کی سنّت قائم ہو رہی ہے رسول
ہیں ہاں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو رسول مشتاق زیارت ہوں ہم نہ ہوں یاد رکھئے
میں جو دُعا ہو وہ اُمید ہے کہ مستجاب ہو یاد رکھئے کہ جو رکاوٹیں زیارت کی راہ
اور جو اشخاص حائل ہیں۔ خداوند عالم ان حالات میں انقلاب پیدا کرے۔ تو ملک
اشارہ کیا زمینِ کربلا سامنے نمودار ہوئی اب مجلس تفصیل کے ساتھ ہو رہی
مجلس ہو رہی ہو زبانی اور پھر مرقع سامنے آجائے تو اثر مجلس میں اضافہ ہو
اب ملک تفصیل سے کہہ رہا ہے دیکھئے وہ جگہ ہے جہاں خیمے نصب ہوں
اب جو جو اس نے کہا اپنے وقت میں کہا ہو۔ وہ جگہ ہے جہاں عباس کے
قلم ہوں گے وہ جگہ ہے جہاں علی اکبر کے نیزہ لگے گا۔ جو جو کہا ہو اس
تفصیل مجھے کیا معلوم۔ کہ کیا کیا اس نے کہا۔ ایسا تھا کہ رسول پر اتنی د
طاری تھا اور اب آپ نے فرمایا کہ ملک نے یہ کہا ہے کہ اس نے ہاتھ
خاک کی لی اور مجھے دی ہے کہ یہ خاک ہے اس زمین کی۔ جب یہ خاک خون
جائے تو سمجھے گا کہ آپ کا فرزند شہید ہو گیا۔ پیغمبر کی مٹھی میں خاک تھی وہ
جناب ام سلمہ کے سُپرد فرمائی۔ یہ اللہ کے دیئے ہوئے علم سے بتانا تھا

زندہ ہو گی۔ جناب ام سلمہ نے وہ خاک حفاظت سے شیشی میں رکھ چھوڑی
زمانہ گزرا پورا امیر المومنین کا دَور گزرا۔ پھر امام حسن کا زمانہ گزرا۔ امام حسین کی
دس برس بعد امام حسنؑ گزرے۔ یہاں تک کہ امام حسین نے سفر کربلا کیا اور
وہ خاک وہاں ہے اس شیشی میں۔ اب جب حسین سفر پر گئے تو ذریعہ تسلّی وہ خاک
دیکھتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ابھی حسین زندہ ہیں اور اب مدینہ میں ہیں
ایک تو یہی چاہنے والی نانی۔ اور ایک وہ خاتون معظمہ جس نے اپنے چار شیر
کے ساتھ بھیج دیئے ارے ایک کو بھی تو اپنے پاس نہیں رکھا۔ وہ جناب ام البنینؑ
امیر المومنین یہ لوگ تو یقینی تھے اور کچھ روایتوں میں ہے کہ ایک بیمار بیٹی بھی
مدینہ میں چھوڑا تھا حسین نے۔ اور میرا دل یہ کہتا ہے کہ یہ روایت ٹھیک
اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ام البنین زینب کا ساتھ نہ چھوڑتیں معلوم ہوتا ہے
کام تھا جو ان کے سپرد کر کے گئے تھے۔ بیمار بیٹی کی تیمار داری۔ تو اب ام سلمہ
ہے جا کر خاک کو دیکھتی ہیں تسلّی ہو جاتی ہے۔ جا کر فاطمہ صغریٰ کو بھی
کہ تمہارے باپ زندہ ہیں۔ تفصیل سے اب عرض کرنے کا موقع نہیں
ہو گیا ہے۔ اب جب سے نمودار ہوا محرّم کا چاند دل کی اُلجھن کچھ ایسی بڑھ گئی۔
خاک کو دیکھتی ہیں اور اصلی حالت پر پاتی ہیں۔ مگر راوی نے نہیں بیان کیا۔
پوچھتا ہوں جو حالات آپ کو معلوم ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ ایسا
ساتویں محرّم سے جب پانی سامنے آئے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہوں
میں نہ آئے کہ یہ بات کیا ہے۔ یہ پانی میں کیا خاصیت ہو گئی ہے۔
کہ وہاں پانی بند ہو گیا ہے وہاں چھوٹے چھوٹے بچّے صدائے
ہیں۔ غرض اب دس محرّم کو۔ صحیح ترمذی کا بیان ہے۔ جناب
خاک کو جا کر دیکھتی تھیں کبھی فاطمہ صغریٰ کو جا کر تسلّی دیتی تھیں سارا دن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسی پریشانی اور تگ و دو میں گزرا۔ عصر سے قبل اپنے حجرے میں خاک پر لیٹ کر سوگئیں۔ اب صحیحین کی ایک حدیث ہے۔ بخاری اور مسلم کی متفقہ۔ کہ رسول نے فرمایا ہے کہ خواب میں۔ من راٰ نی فقد راٰنی فان الشیطٰن لا یتمثل بصورتی۔ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ اب صحیح ترمذی میں جناب ام سلمہ کہہ رہی ہیں۔ خواب کا وقت آگیا۔ اب ادھر عصر کا ہنگام آیا اور رسول اللہ سر برہنہ۔ بہت سی باتیں ناواقفیت سے لوگ نہیں سمجھتے۔ صحاح ستہ سب کی مانی ہوتی ہیں۔ میں کہتا ہوں اب سر برہنہ ہونا بھی غمِ حسینؑ میں بدعت نہیں ہے۔ رسول اللہ سر برہنہ ہیں ہاتھ میں ایک شیشہ ہے۔ جیسے اس دن شیشہ تھا اُس میں وہ خاک تھی آج ایک شیشہ ہے جس میں خون جوش مار رہا ہے اور اس کے بعد کیا ہے کہ سر و ریش خاک پڑی ہوئی ہے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ ام سلمہ خواب میں پوچھتی ہیں یا رسول یہ کیا۔ فرماتے ہیں۔ تمہیں خبر نہیں میرا فرزند حسینؑ شہید ہوگیا۔ اس کے بعد فرمایا صبح سے اس وقت تک میں کربلا میں تھا۔ یہ میرے سر و ریش پر خاک کربلا ہے جو خاک رسول کے سر و ریش پر ہو وہ پاک نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگی۔ فرماتے ہیں حسینؑ اور انصار حسینؑ کا خون ہے۔ اسے میں دن بھر جمع کرتا رہا ہوں۔ اگر کبھی کام آنے والا نہیں تھا تو رسول کیوں جمع کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے شفاعت ہے۔ اس خون سے شفاعت اُمت کا کام لیں گے۔ ام سلمہ بیدار ہوئیں تو جا کر خاک کو دیکھا۔ اس میں خون جوش مار رہا تھا۔ سمجھ گئیں کہ حسینؑ شہید ہو گئے۔ قبر رسول کے پاس آئیں تو محسوس یہ ہوا کہ قبر تھرا رہی ہے۔ اب خیال ہوا کہ جا کر دیکھوں کہ فاطمہ صغریٰ کا کیا عالم ہے جا کر جو دیکھا تو رُخ ہے عراق کی طرف گریباں پھٹا ہوا ہے۔ اے بابا آپ پر کیا گزر گئی۔ میرا دل پھٹا جا رہا ہے۔

مجلس ششم

خلافتِ الٰہیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

وَاِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً الخ

[illegible] پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک جانشین مقرر [illegible] ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا تو انہیں مقرر کرے گا جو اس میں فساد پیدا کریں اور [illegible] کریں حالانکہ ہم تیری تسبیح و تحلیل کرتے ہیں ارشاد ہوا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم [illegible] میں نے عرض کیا کہ ملائکہ بارگاہ قدس کے طالب علم ہیں۔ طالب علم کو [illegible] جو بات اس کی سمجھ میں نہ آئے وہ معلم سے پوچھ لے۔ اب انہوں نے خالق [illegible] سوال پیش کیا۔ خالق نے کیا جواب دیا۔ کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں [illegible] اب مجمع میں ماشاءاللہ طالب علم بھی ہیں اور اُستاد بھی ہیں اور دوسرے [illegible] افراد بھی ہیں طالب علمی اور معلمی کے جو تقاضے ہیں ان سے کون واقف [illegible] کوئی طالب علم اُستاد سے کوئی سوال کرے۔ اُستاد کہے جو میں جانتا ہوں [illegible] جانتے۔ تو کیا یہ اس سوال کا جواب ہوا۔ ارے جناب طالب علم اگر [illegible] وہ کہے گا کہ جناب والا اسی لئے تو پوچھتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں [illegible] اسی لئے تو ہم آپ سے دریافت کر رہے ہیں۔ تو یقیناً کوئی شخص [illegible] سکتا کہ اس سوال کا یہ جواب ہے۔ ہاں اسے ہم سوال کا ٹھکرا دینا کہہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سکتے ہیں۔ یعنی جواب نہیں دیا گیا۔ مگر جواب یہ کسی رُخ سے نہیں ہے [illegible]
اُستاد ہے اور شاگرد سوال کر رہا ہے تو وہ کیوں اس کے سوال کو ٹھکرا [illegible]
اب اس کے بعد کی آیت قرآن مجید کی پڑھئے تو پتہ چلتا ہے کہ خالق اس سوال [illegible]
دے گا۔ وہ بھی جانتا ہے کہ جواب نہیں ہوا۔ اگر جانے کہ جواب ہو گیا تو [illegible]
کیوں جواب دے۔ تو آخر جب جواب دینا ہی ہے تو ابھی کیوں نہیں جواب [illegible]
دیا گیا۔ وہ سوال کر رہا ہے اُسے سمجھا دیا جائے جواب دے دیا جائے [illegible]
بعد میں دیا گیا تو کب۔ تو ہم اس آیت کے بعد بلا فاصلہ دوسری آیت [illegible]
وعلّم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملٰئکۃ فقال انبئونی با[illegible]
ان کنتم صٰدقین قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت [illegible]
الحکیم قال یا آدم انبئھم باسمائھم فلما انباھم باسمائھم قال الم [illegible]
انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکـ[illegible]
اب پوری آیت فوراً اس آیت کے بعد یہ دوسری آیت۔ جتنی زیادہ [illegible]
ساتھ پڑھو اتنی ہی جلدی اس آیت کے بعد یہ آیت آجائے گی۔ مگر کیا خود [illegible]
آیت کو دیکھئے۔ یہ واقعہ فوراً اس کے بعد ہوا؟ وہ اس وقت کی بات [illegible]
کا پتلا ابھی آب و گل میں بھی نہیں ہے۔ یہ خلقت آدم کا سوال ہے تو یہ واقعہ [illegible]
اس آیت میں نظر آ رہا ہے یہ جب آدم کا پتلا بصورت انسان ذی روح [illegible]
میں آگیا۔ انسان مکمل کی شکل میں جب وہ جلوہ آرا ہو چکے تب وہ دوسرا [illegible]
آیا تو میں کچھ اندازہ ہی نہیں کر سکتا کہ کتنے ہزار برس کا فاصلہ بیچ میں [illegible]
مدت درمیان میں گزری۔ اُس وقت پھر اس وقت والے سوال کا جواب [illegible]
گا۔ تو جب جواب دینا ہی ہے تو ابھی کیوں نہ جواب دے دیا جائے۔ [illegible]
ارباب فہم ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر ابھی اللہ مصالح اور اسباب سمجھانے [illegible]

[illegible] قائم ہو جائے تو جیسے اس موضوع پر تبادلہ خیالات ہونے لگا۔
[illegible] سوال کیا اللہ سمجھانے لگا۔ یہ وجہ ہے صورت شوریٰ
[illegible] اس وقت جواب نہیں دیا گیا۔ میں تو اپنے انداز میں یوں کہہ
[illegible] خالق نے کہا منصب میرا مقرر کرنا میرا کام تم کون صلوٰۃ۔
[illegible] کار انسان ہوتا تو جم جاتا کہ بغیر سمجھے ہٹوں گا نہیں۔ مگر یہ بے چارہ
[illegible]۔ خالق نے کہا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اس نے
[illegible] ڈالا کہ ہاں منصب اس کا ہے مقرر وہ کر رہا ہے ہمیں نہیں
[illegible] اس کے کیا اسباب ہیں تو اسمیں دخل دینے کا ہمیں کیا حق۔ خاموش
[illegible] کے ذمہ گویا فریضہ تعلیمی قرض رہا۔ یعنی بحیثیت معلم جو اس کو جواب دینا
[illegible] نہیں دیا گیا چنانچہ اب جب آدم عالم وجود میں آچکے تو اب خالق نے
[illegible] سوال کا جواب دینا چاہا۔ بڑے انتظام و اہتمام سے اور اس کے لئے گویا
[illegible] کیا۔ وعلّم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملٰئکۃ فقال
[illegible] قدم پر مفسرین کو دقت پیش آتی ہے اور مجھے ان سے اختلاف کرنا پڑتا
[illegible] ھؤلاء ان کنتم صٰدقین۔ وہ جیسے خلیفہ میں اُلجھن پیدا ہوتی تھی
[illegible] اب یہاں کہا اللہ نے کہ آدم کو تمام اسماء سکھا دیئے۔ اب مفسرین
[illegible] دیکھا۔ اسماء پر جو الف لام ہے اُسے نہیں دیکھا تو ترجمہ کر دیا کہ سب
[illegible]۔ اب سب نام سکھائے تو جناب کیڑے مکوڑوں کے بھی نام جڑی
[illegible] بھی نام۔ ہر خار و گل کا نام ہر کس و ناکس کا نام۔ غرض ایک ذرہ سے
[illegible] فلک تک جو کچھ کائنات میں ہے سب کے نام سکھا دیئے۔
[illegible] اور لغت آدم کو بتا دی۔ کیونکہ سب نام۔ اسما بھی اور پھر کُلّھا
[illegible] اور سب ہیں تو پھر سب۔ جو جو ذہن میں آئے وہ سب اور جو ذہن

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں نہ بھی آئے وہ بھی سب۔ کیونکہ بتانے والا خدا ہے وہ ہمارے ذہن کا پابند
ہے لہٰذا جتنے نام ہم نہیں بھی جانتے وہ بھی۔ اور پھر ازل سے لے کر ابد تک سب
نام سکھا دیئے آدم کو مگر اب بعد میں جو آئے گا اس کے ساتھ یہ بات بالکل نہیں
اب یہیں سے بتا دوں کہ غلطی کہاں ہوئی۔ وہ میں نے ابھی اشارہ کیا تھا کہ انہوں
نے الف لام کو نہیں دیکھا۔ اب میں دیکھئے ترجمہ کرتا ہوں۔ سب کے لفظ کو
چھوڑوں گا نہیں۔ اس سے ٹکراؤں گا بھی نہیں اور پھر بھی دیکھئے کہ وہ سب ہو جا
ہیں محدود دیا نہیں الف لام کی قسمیں عربی میں بہت سی ہیں۔ ایک
ہوتا ہے استغراق کا خود اس کے معنی سب کے ہوتے ہیں۔ اگر یہ استغراق کا ہو
تو کلّھا کہا ہی نہیں جاتا کیونکہ استغراق تو خود الف لام میں ہے۔ خصوصاً جب جمع
داخل ہو۔ عربی داں حضرات جانتے ہیں۔ تو وہ استغراق تو پھر اُڑ جاتا ہے۔ پھر
کلّھا کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اب اور جو قسمیں ہیں اس سے بحث اس وقت
نہیں۔ ایک الف لام کی قسم ہے عہد۔ عہد کے معنی ہوتے ہیں کچھ خاص اشیا یا
افراد کی طرف اشارہ۔ اس کی ایک روزمرہ کی مثال آپ کو دے دوں۔ یوم کے
معنی کوئی سا دن اور الیوم کے معنی آج یہ الیوم تو آپ بہت سنا کئے ہیں۔ ایک
جانی پہچانی آیت ہیں۔ الیوم ہی سے شروع ہوتی ہے۔ تو اس کا ترجمہ کیا آج
یہ یوم کے معنی آج کہاں سے ہو گئے۔ یوم کے معنی آج کہیں نہیں ہیں۔ کسی لغت میں یوم کے
معنی آج کے آپ کو نہیں ملیں گے۔ تو یہ آج کے معنی پیدا ہوئے الف لام سے۔ بالکل
لفظی معنی ہیں الیوم یعنی یہ سا دن۔ اب یہ سا دن فارسی میں ہو تو بالکل یہی ترجمہ ہے
امروز۔ ہمارے ہاں اس کے لئے مفرد لفظ موجود ہے۔ یہ دن یعنی آج۔ تو اسی طرح
الیوم کے معنی ہوئے آج۔ تو جب الف لام کے یہ بھی معنی ہیں۔ اشارے کے
تو اب جو ترجمہ میں کروں اُسے دیکھئے۔ آدم کو وہ سب نام سکھا دیئے۔ دیکھئے

سب گیا تو نہیں۔ آدم کو وہ سب نام سکھا دیئے۔ وہ سب نام کیا۔ وہ نام۔ جنہیں
فرشتے لاکھوں مرتبہ دیکھ چکے تھے۔ کیونکہ ابواب جنت پر لکھے ہوئے تھے۔ عرش
پر لکھے ہوئے تھے۔ حور عین کی پیشانیوں پر اکثر لکھے ہوئے تھے۔ تو ان ناموں کو تو
فرشتے نہ جانے کتنی مرتبہ دیکھے ہوئے تھے۔ تو انہیں تو ملائکہ جانتے تھے۔ ناموں
سے خوب واقف تھے۔ تو وہ نام تھے جو فرشتوں کو پہلے ہی سے معلوم تھے۔
کیونکہ آدم مدرسہ قدرت میں آج طالب علم آیا ہے۔ وہ پرانے طالب علم جو نام
ان کے جانے پہچانے ہوئے تھے۔ وہ سب نام آدم کو بتائے۔ وہ سب یعنی
ان ناموں میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اور اسی سے اب بعد میں جنہوں نے شروع
میں ٹھوکر کھائی۔ اور بعد میں بھی ٹھوکر کھاتے چلے جائیں گے۔ تو اب جناب انہوں
نے کہا کہ سب نام۔ اب اس کے بعد۔ بعد میں سمجھ ہی میں نہیں آئے گا۔ ثم
عرضھم علی الملٰئکۃ۔ پھر ان لوگوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اب
یہاں ھُم انہیں نظر ہی نہیں آیا۔ ھُم ذوی العقول کی ضمیر ہے۔ چیزوں کو ھُم نہیں
کہتے انسانوں کو ھُم کہتے ہیں۔ جو صاحبانِ عقل ہوں۔ جانوروں کو بھی ھُم نہیں کہتے
صاحبانِ عقل کے لئے ضمیر ہے جس کا ترجمہ ہمارے ہاں لوگ ہی ہوئے۔ ان لوگوں کو
پیش کیا۔ اب یہ لوگ کہتے تو پھنستے۔ کہ آخر وہ کون لوگ ہیں۔ لہٰذا مصلحت یہی دیکھی
کہ اس مقام پر سب عالم جاہل بن جائیں۔ جیسے ھُم کے معنی ہی نہیں جانتے۔ لہٰذا
کہہ دیا کہ وہ سب نام ان کے سامنے پیش کر کے پُوچھے کہ یہ نام بتاؤ۔ اب یہاں
فرشتوں نے عرض کیا اُس سے قطع نظر کیجئے تو بڑا سوال ہے۔ طالب علم کے ذہن
میں ہر صاحبِ عقل کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر امتحان ایسا ہو
کہ ایک طالب علم کو تو چپکے سے سب بتا دیا اور اس کے بعد سب طالب علموں
کو بلا کر پُوچھا۔ بتاؤ یہ سب۔ تو یہ امتحان سازشی ہوگا یا نہیں۔ میری تو زندگی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یونیورسٹیوں میں گزری ہے۔ تو ایک لفظ کہوں کہ ایک طالب علم کو پرچہ آؤٹ
مگر بس ایک کے لئے اور اسی کو بلا کر امتحان سب کا لے لیا۔ کہ بتاؤ تو۔ تو اس
امتحان جائز ہوگا تو جو ہم ایسے ناقص معلّموں کے لئے جائز نہیں۔ وہ اس کامل
کے لئے جائز کیسے ہوسکتا ہے۔ اور پھر آدم کی بلندی ثابت کیا ہوگی۔ تو
غلطی ہوئی یہ جو الف لام کو نہ سمجھا۔ سب نام سکھائے۔ تو سب نہیں۔ بلکہ وہ
جو ان کے دیکھے ہوئے تھے۔ کوئی ثبوت بھی نہیں ہے از روئے قرآن۔
ضرورت بھی نہیں کہ الگ ہٹا کر فرشتوں سے۔ صیغہ راز میں بتائے ہوں وہ
اس لئے فرشتوں کے سامنے ان کو وہ نام جو نام ان کو معلوم تھے وہ بتا
کو۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس طرح بتا کر معیارِ تعلیم برابر کیا تاکہ جو انہیں معلوم
ان کو بھی تو معلوم ہو جائے۔ اور اب اس کے بعد وہی نام تھوڑی پوچھے
ہیں جو نام ابھی بتائے تھے۔ وہ بتاؤ تو۔ ماشاءاللہ یہ کیا محل ہے۔ یہ تو حافظے
امتحان ہوا یعنی ابھی ابھی تو بتائے ہیں نام اور ابھی پوچھ رہا ہے کہ نام بتاؤ
تو نہیں۔ تو یہ تو حافظے کا امتحان ہوتا ہے۔ مگر حافظے کے امتحان کا یہ محل ہی
کیونکہ امتحان کا ایک فریق فرشتہ ہے۔ یعنی فرشتوں کی قوم ہے۔ جن کے
نسیان کو کوئی صحیح نہیں سمجھتا۔ ارے انبیاء میں سھو و نسیان کو کوئی تصوّر کرتا
تو وہاں بھی تصوّر نہیں کرتے۔ لیکن ملائکہ میں تو کوئی سھو و نسیان کو داخل
اب جب ایک فریق ایسا ہے جہاں بھولنے کا سوال ہی نہیں ہے تو
کے امتحان کے کیا معنی۔ تو اب صورت واقعہ کیا ہے۔ اگر یہ صاحبانِ علم
پر غور کرتے تو مسئلہ حل ہو جاتا۔ الگ سے کسی تفسیر کی ضرورت بھی نہ تھی
پھر پورے طور سے معمّہ حل نہ ہوتا۔ مگر اصل مفہوم تو سمجھ میں آ ہی جاتا۔ آدم کو
نام سکھائے۔ اب وہ نام نہیں پوچھے جاتے ثم عرضھم۔ پھر ان اشخاص کو

فقال انبئونی اگر فقط نام پوچھے جاتے تو ھذا الاسماء کہا جاتا۔ پھر یہ نام
سکھائے ہیں۔ دیکھو ان لوگوں کے نام مجھے بتاؤ۔ ان کنتم صادقین
والا صادق نہیں۔ یعنی اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ تم زیادہ مستحق ہو۔ انہوں نے کب
زیادہ مستحق ہیں۔ مگر تمہارا تصوّر اگر یہ ہو۔ اپنی کم علمی سے۔ ان کی عصمت
مانع ہے۔ مگر احاطہ علمی ان کے لئے نہیں ہے۔ لہٰذا علم کی کمی کی بنا پر اگر
خیال یہ ہو کہ تمہیں حق ہے اس منصب کا۔ تو ان لوگوں کے نام بتاؤ۔ میں نے
بعد میں مفسّرین کی سمجھ میں نہ آئے کہ وہ لوگ کون تھے مگر لفظی معنی تو ہر
علم کو سمجھنے چاہئیں۔ میں کہتا ہوں کہ سمجھ میں نہ آئے کہ کون۔ کوئی تو تھے جن کو
اور وہ جنہیں پیش کیا آدم تو تھے نہیں۔ فرشتے بھی نہیں۔ کیونکہ وہ معرضِ امتحان
تو ماننا پڑے گا کہ کسی نوع خلقت کے اعتبار سے آدم سے پہلے ملائکہ
وہ کوئی صاحب عقل مخلوق موجود تھی۔ تو اب کوئی نہ کوئی تو ہوگا۔ میں کہتا ہوں
لو کہ وہ جو بھی ہیں۔ وہ ایسے ہیں کہ ان کی معرفت معیار فضیلت انسان
صلوٰۃ۔

اب امتحان بالکل با اصول ہے۔ حافظہ کا امتحان نہیں ہے۔ ذہانت کا امتحان
فرشتوں کو وہ نام پہلے سے معلوم۔ میں نے کہا ابواب جنّت پر دیکھ چکے۔
دیکھ چکے۔ آدم کو ابھی بتائے ہیں۔ اس طرح نام تو سب سُنا دیئے مگر صورتیں
نہیں دکھائی گئی ہیں۔ ارے کسی قدرتی انداز میں۔ ہم اس کی حقیقت کسی کو
بتا سکتے۔ کسی قدرتی انداز میں۔ وہ صلب آدم میں آئیں گے۔ مگر یہ کہ ان کی
بھی تھوڑی ہیں۔ کسی عالم میں کچھ نور دیکھتے ہیں۔ مگر نام دیکھے تو الگ۔
نہیں تو الگ دیکھیں۔ یہ کبھی نہ انہوں نے پوچھا نہ بتایا گیا کہ کون کس کا
اور جناب ہمارے لئے یوں بھی مشکل ہے کہ ہم جو نام رکھتے ہیں اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں تناسب کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا ۔ مثل مشہور ہے بر عکس نہند نام [illegible]
ہے کالا کافور ہے سفید مگر زنگی کا نام کافور رکھ دیا۔ دیوان متنبی [illegible]
ہے۔ غالباً وہیں سے لوگوں نے۔ کوئی متنبی کے دیوان کا حافظ [illegible]
لوگوں نے یہ مثل بنائی ہے کہ نام زنگی کافور ۔ اب میں یہاں [illegible]
بتاؤں۔ ہوسکتا ہے کہ مجمع میں کوئی اس نام کے ہوں مگر واقف [illegible]
مثال کہہ رہا ہوں خدانخواستہ کسی پر چوٹ کرنا مقصود نہیں کہ پیدا [illegible]
باپ نے نام فداالدین رکھ دیا ۔ اب کیا ضروری ہے کہ بہادر بھی [illegible]
میں ثابت ہوگا کہ بہادر ہیں یا نہیں ہیں ۔ ماں باپ نے تو بس نام [illegible]
عمر بھر فداالدین کہلائیں گے ۔ چاہے کارنامے بھی سامنے آجائیں [illegible]
بچے کا نام شمس الدین رکھ دیا ۔ آفتاب رکھ دیا۔ ماہتاب رکھ [illegible]
دیا۔ نام میں تناسب سے کوئی بحث نہیں لیکن یہ جب ہے جب [illegible]
اور جن کے نام بھی خدا رکھتا ہو۔ تو اس کے لئے واقعات بھی ہمارے [illegible]
پیدا ہوا ہے اور بزرگ خاندان نام نہیں رکھ رہے ہیں۔ وہی [illegible]
اس خاندان کا بزرگ ہے وہ نام رکھے تو جناب نام اسی کے [illegible]
نام ہیں جو عرب میں نہیں ہوتے تھے ۔ ان میں سے کوئی نام کسی [illegible]
چلتا رہے تو کسی کو کہنے کا حق نہیں ہے کہ فلاں کے نام پر نام [illegible]
عرب میں ہوا کرتے تھے ۔ ان میں سوال کیا کہ کس کے نام پر رکھا [illegible]
کی طرف سے کسی کو پہلے پہل دیئے گئے ہوں وہ نام جب رکھے [illegible]
کہا جائے گا کہ فلاں کے نام پر نام رکھا۔ لیکن جب خالق نام رکھے [illegible]
نہیں ہوسکتے بس قوت نظر کی ضرورت ہے۔ تاڑنے والی نگاہ [illegible]
امتحان یہی ہے کہ ایک طرف تو نام بتا دیئے اور اب یہ صورتیں [illegible]

[illegible] امتحان یہ ہے کہ تم بتاؤ کہ کون کس کا نام ہے یعنی اپنے ذہن
[illegible] مطابقت کرو۔ یہ بات بتائے ہوئے سبق سے باہر تھی ۔ جو
[illegible] باہر تھی۔ ہمارے ہاں کوئی سوال کورس سے باہر آجائے تو جاکر
[illegible] جناب یہ کورس کے اندر نہیں ہے۔ اب وہاں فرشتہ۔ ذہانت
[illegible] سوال کیا گیا کہ ان کے نام بتاؤ۔ کون نام کس کا ہے بتاؤ ۔
[illegible] کہا لا علم لنا الا ما علمتنا ۔ ہمیں کچھ نہیں معلوم سوا اس
[illegible] بتایا ہے۔ اُسے بھولے ہوں تو مجرم ۔ معلوم ہوا کہ سوال بتائے
[illegible] لا علم لنا الا ما علمتنا ۔ سوا اس کے جو تونے ہمیں بتایا ۔ تو
[illegible] گرامر عربی کی جو مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ وہ پڑھا ہوا
[illegible] ایک ہی ترکیب معلوم ہے ۔ ایک لا اور ایک الا ۔ وہ
[illegible] بس ایک عدد لا آیا ایک عدد الا آیا جملہ بن گیا۔ لا علم
[illegible] ہم کو کوئی علم نہیں ہم کو سوا اس کے جو تونے ہمیں بتایا ۔ وہی
[illegible] دیا ۔ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار ۔ لا
[illegible] وہی معلوم ہے جو تونے ہمیں بتایا ۔ یہ ہمارے بس کی بات
[illegible] ہونے سے زیادہ بتا سکیں ۔ اب ارشاد قدرت ہوا۔ للکارا
[illegible] نمائندہ کو ۔ اے آدم تو تو انسان ہے ۔ تیری صفت خاص ہے
[illegible] کا پتہ چلانا۔ فکر و نظر کے معنی یہی ہیں کہ جو معلوم ہے اس
[illegible] انا ۔ فرشتوں کو بتا دے کہ کون کس کا نام ہے ۔ بس آدم
[illegible] فطرت انسانی سے انہوں نے اسما اور مسمیات میں
[illegible] نام ہیں اور شخصیت میں ۔ اور فر فر بتا دیا کہ یہ اس کا
[illegible] اس کا نام کہیں پر کوئی غلطی نہیں کی ۔ کہ نمبر کٹ جائیں بالکل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کوئی نمبر نہیں کٹا۔ سو میں سو کامیابی۔ سب ناموں کو مطابق کر کے بتا دیا۔ اب وہ [illegible]
کہہ رہا تھا۔ اس دن کے سوال کا جواب۔ خالق نے اب اس دن کے سوال کا جواب
دیکھا تم نے۔ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا۔ ماشاءاللہ مجمع میں
ایک کو تو پہچانتا ہوں۔ ماشاءاللہ اہلِ منبر ہوں گے۔ مقررین ہوں گے تو ان [illegible]
کو میں ایک حجت دے رہا ہوں۔ ہم اکثر حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ایک [illegible]
کی حدیث ہے اور اگر حضور نے مثلاً بیان کی ترجمہ کیا۔ تو بہت سے جملے [illegible]
ساتھ استعمال کیے جو اس حدیث سے سمجھ میں آتے ہیں مگر الفاظ حدیث میں [illegible]
ہیں۔ کوئی بحث کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ جزء کا ہے کا ترجمہ ہے۔ وہ ایک [illegible]
ہے۔ آپ نے دس جملوں میں اس کا ترجمہ بیان کیا۔ تو تحت اللفظی اعتبار [illegible]
ہم سے بحث کرے تو وہ ہماری زبان پکڑ سکتا ہے کہ آپ نے کہا کہ ارشاد رسول [illegible]
تو ارشادِ رسول تو بس اتنا ہے۔ تو آپ نے یہ سب کچھ جو کہہ دیا یہ کہاں [illegible]
رسول ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں روایت نہیں آیات قرآن میں۔ جو اس دن [illegible]
تھا وہ بھی ہمیں معلوم ہے۔ اور اس دن جو یہ مختصر جملہ کہا تھا کہ اِنِّیْ اَعْلَمُ [illegible]
تعلمون۔ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بس اتنا کہا تھا۔ خود اس [illegible]
بتایا ہے۔ یہ کلام بھی اس نے نقل کیا اور آج فرشتوں سے کہہ رہا ہے [illegible]
میں نے نہیں کہا تھا اِنِّیْ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ [illegible]
وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ۔ یعنی اب یہاں جواب میں زور پیدا کرنے کے [illegible]
اجمال کو تفصیل سے بدل دیا۔ وہاں وہ کی لفظ میں جو لپٹا ہوا تھا اُسے
صاف کر کے کھول کر کہہ دیا۔ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اس [illegible]
اتنا کہا تھا اور آج کہہ رہا ہے کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان [illegible]
غیب بھی جانتا ہوں۔ اور اسے بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور [illegible]

[illegible] جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو۔ حضور والا تمام اہلِ منبر یہ یاد رکھیں کہ ہمیں اور آپ کو
[illegible] کا حق دے دیا گیا۔ صلوٰۃ۔

مثال کے طور پر عرض کروں ایک جانی پہچانی حدیثِ قدسی۔ وہ یہ ہے کہ
لولاک لما خلقت الافلاک خالق کا خطاب ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے ہمارے
[illegible] تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے۔ اب ہر صاحبِ فہم غور کرے کہ یہاں خاص
آسمانوں کی کوئی خصوصیت بیان کرتا ہے کہ آسمان ایک ایسی چیز ہے کہ اگر آپ
[illegible] ہوتے تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے۔ تو اب جدید فلسفہ سائنس میں اگر آسمان
[illegible] نہیں۔ صرف حدِ نظر ہے۔ تو پھر یہ افلاک ہی قابلِ بحث ہو گئے۔ کہ
لولاک لما خلقت الافلاک کیا معنی۔ مگر یاد رکھئے کہ تصورِ انسانی میں افلاک محیطِ کل ہیں
[illegible] کو گھیرے ہوئے ہیں افلاک۔ تو یہ کہنا کہ اگر آپؐ نہ ہوتے تو افلاک کو
[illegible] کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی پیدا نہ ہوتا۔ جو
[illegible] پر حاوی ہے اس کا نام لے کر سب کا مطلب ادا کیا۔ اب اصل
[illegible] اتنی ہے اور میں کسی دن اپنے زورِ بیان میں یہ کہہ دوں کہ خالق نے
[illegible] کیا کہ آپ نہ ہوتے تو زمین بھی نہ ہوتی کوہ نہ ہوتے آفتاب نہ ہوتا
[illegible] ہوتے تو ماہتاب بھی نہ ہوتا ستارے بھی نہ ہوتے۔ اب کوئی میری
[illegible] مجھ سے مطالبہ کرے کہ یہ کہاں ہے تو میں یہ کہوں گا کہ وہیں ہے
[illegible] لما خلقت الافلاک۔ ہے۔ وہ اجمال ہے میں نے اُسے تفصیل
[illegible] اب آجائیے اس پر کہ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ کہ جو میں جانتا
[illegible] نہیں جانتے۔ یعنی میں آسمان و زمین کے غیب کو جانتا ہوں جو تم
[illegible] ہو وہ بھی جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی جانتا ہوں۔ ملک
[illegible] وہ معصوم تو ہے ہی۔ خاموش ارے اس دن بھی خاموش رہا تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مگراس دن خاموش رہا تھا ادب سے۔ آج خاموش ہوا ہے سمجھ کے۔ دل کی خلش
ہوگئی۔ اس طرح سوال کا جواب آج دیا گیا۔ مگر فرشتے ہو گئے خاموش۔ میں نا
انسان ہوں میں نہیں خاموش ہوتا۔ میں اب فرشتوں کا وکیل ہوا جاتا ہوں
کی طرف سے وکالت میں کرنے لگتا ہوں۔ وہ کیا۔ میرے ذہن میں ابھی خلش
میں کہتا ہوں سوال ملک میں دونوں پہلو عمل سے متعلق تھے۔ خونریزی اور فسا
کردار سے متعلق چیز۔ اور تسبیح و تقدیس بھی کردار سے متعلق چیز۔ یہ امتحان آدم
علمی بلندی ثابت ہوئی تو پھر بالواسطہ نتیجہ نکالیں کہ جس کا علم بلند ہو گا اس کا
بھی بلند ہو گا۔ یہ بہت منطقی ہیر پھیر کا راستہ ہے کہ یہ نتیجہ نکالیں حالانکہ جا
کتنے مشاہدے ہوں علمائے بے عمل بھی پھر نظر آتے ہیں ورنہ مذمت کیوں
حدیثوں میں علمائے بے عمل کی۔ بہرحال میں کہتا ہوں کہ علمی بلندی ثابت ہو
عمل میں بلندی اب ثابت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اتنا جواب تھا فوراً د
دیا گیا۔ جلدی اُسے ہوتی ہے جسے وقت کے نکلنے کا ڈر ہو۔ اور وہ عالم الغیب
وہ قادر مطلق۔ جو امکانات کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ جسے وقت
نکلنے کا اندیشہ نہیں میں کہتا ہوں کہ وہ بھی جانتا ہے کہ پورا جواب ابھی نہیں
مگر اس میں بھی ہزاروں برس کا انتظار ہوا ہے گویا کہہ رہا ہے ہم سے بھی اگر
میں سمجھ ہو تو کہ آج آدم کے ذریعہ سے ہم نے علم میں بلندی ثابت کردی
آنے دو ایک فخر آدم کو۔ تو اس وقت۔ تو سہی جو ملک سے بھی عمل کی منزل
اقرار لے لیا جائے کہ جو انسان کر سکتا ہے وہ میں نہیں کر سکتا وہاں تو ہزاروں
یہاں بھی ہزاروں برس سہی۔ آنے دو ایک ایسے کو۔ وقت آگیا جب شب ہجرت
اب یہاں میں نام نہیں لوں گا۔ جو بحث ہے ملک اور انسان کی وہی کہوں
وہ وقت آگیا جب شب ہجرت ایک انسان علی کہنے میں وہ لطافت نہیں

وہ انسان کہتا ہے۔ جب شب ہجرت ایک انسان جس کا نام علی ہے۔ ایک
رسول بنا ہوا حکم خدا سے پیغمبر کے بستر پر لیٹا ہے اور حکم تو تھا لیٹنے کا مگر
ہے حکم ادھر سے لیٹنے ہی کا ہو سکتا تھا۔ سونے کا حکم ہو ہی نہیں سکتا تھا
افعال اختیاریہ ہی سے متعلق ہو سکتی ہے۔ لیٹنا اپنے بس کی بات
اپنے بس کی بات نہیں ہے۔ لیٹنا فعل ارادی ہے سونا فعل ارادی نہیں ہے
لیٹ جانے کا حکم ہے مگر سو بھی جائے حکم سے یہ ناممکن ہے یہ سونا تو کیفیت
نفس سے متعلق ہے۔ اگر نفس مضطرب ہو گا تو نہیں سوئے گا اور نفس اگر مطمئن
ہو گا تو سو جائے گا۔ اب مجھ سے کوئی گواہ مانگے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ایسی بات جو
آدمی خود ہی جانتا ہو دوسرے کو علم ہی نہ ہو سکے تو اسمیں شرعاً بھی خود اس کا
قول معتبر ہوتا ہے۔ گواہوں کا مطالبہ اسمیں غلط ہے راوی لیٹنا دیکھ سکتا ہے
سونا نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن جو لیٹتا ہے وہ خود بتلائے گا کہ جاگ رہا تھا یا سو
گیا تو خود اس نے بعد میں بتایا ہے کہ جیسی نیند شب ہجرت آئی ایسی کبھی
نہیں آئی۔ نہیں حیرت ہے کہ کیونکر سو رہے ہیں ہمارے ہاں تو محلے میں کوئی
واقعہ ہو جائے تو نیند اُڑ جائے چہ جائیکہ اپنے گھر کے گرد کھنچی ہوئی تلواریں اور
نیزے اور اس میں ایسی گہری نیند کہ کبھی نہیں سوتے تھے اور وہ
جو کبھی سونے کا عادی نہ ہو وہ کیونکر سویا۔ جس کی رات محراب عبادت میں
آج لٹا دیئے گئے میں کہتا ہوں کہ یہی تو راز ہے سونے کا کہ جس کے
جاگتا تھا اسی کے لئے آج سو رہا ہے۔ بس یہ سو رہے تھے اور جاگنے
والا اُسے تو کبھی نیند آتی ہی نہیں لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔
اور اب دیکھا کہ رئیس الملائکۃ۔ ان میں نسلیں بدلتی تھوڑی ہیں
جو تھے وہی اس وقت ہیں۔ تو ان میں منتخب کیا جو ممتاز ہیں ——

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سید الملئکۃ جبرئیل اور ویسے ہی ممتاز ملک جناب میکائیل۔ اب یہ جنا
جو عرض کر رہا ہوں یہ ادھر ادھر کی کتابوں کی بات نہیں۔ حافظ ابونعیم اصفہا
حلیۃ الاولیاء میں یہ حافظ وہ حافظ قرآن نہیں۔ یہ حافظ علم حدیث کی اصط
ہے جو تیس ہزار چالیس ہزار ستّر ہزار حدیثیں متن و سند کے ساتھ حفظ رکھتا
اُسے حافظ کہتے ہیں۔ چنانچہ چودہ سو برس کے علماء میں بڑے بڑے علما
مگر حافظ چند ہیں۔ صحاح ستّہ کے مصنفین حافظ نہیں کہلاتے جو فقہ میں امام کہ
ہیں وہ حافظ نہیں کہلاتے۔ حافظ صرف چند ہیں۔ ابن حجر دو ہیں ایک نو
صدی میں ہیں۔ دسویں صدی تک وہ علامہ ابن حجر مکّی صواعق محرقہ کے مصن
اور ایک ان سے بھی پہلے ابن حجر عسقلانی وہ ساتویں صدی کے آدمی ہیں ک
ہیں حافظ ابن حجر۔ لوگ دھوکہ کھاتے ہیں ان کو حافظ ابن حجر کہہ دیتے ہیں۔ تو
ناواقف ہیں تو حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں جو اصابہ فی معرفۃ الصحابہ کے مصنف ہی
شرح صحیح۔ البخاری کے مصنّف ہیں اور بہت کچھ ہیں۔

سب سے آخر میں سیوطی۔ حافظ جلال الدّین سیوطی۔ یہ دسویں صدی کے
کے ہیں۔ ان کے بعد سے کوئی حافظ نہیں ہے۔ حافظ سیوطی کو اپنے مطلب کی
سے لوگ گھٹانے لگے ہیں کہ وہ رطب و یابس لکھ دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے
ہمارے مطلب کی باتیں زیادہ لکھی ہیں۔ لہٰذا دنیا والے کہتے ہیں کہ سیوطی کا
اعتبار نہیں وہ تو سب کچھ لکھ دیتے ہیں۔ تو جو اپنے مطلب کی باتیں کم لک
کے مطلب کی باتیں زیادہ لکھے وہ گویا بس سب کچھ لکھنے لگا۔ تو حافظ ان کا
خاص ہے تو اب یہ حافظ ابونعیم اصفہانی اور دوسرے شیخ مشائخ صوفیا
اور علما میں بھی بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ امام غزالی۔ ان کے نام کے ساتھ امام
حافظ بھی ہیں۔ ہمارے ہاں تو یہ لفظ وسیع ہوگئی ہے مگر علمائے اسلام کی اص

کے مطابق یہ ایک ہیں غزالی جن کا لقب حجۃ الاسلام ہے۔ ابو حامد غزالی اور حافظ ابونعیم
کی لکھی ہوئی بات ہے جو عرض کر رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ ان کی بات بغیر پیغمبر کے
بتائے ہوئے کسی تک نہیں پہنچ سکتی۔ چاہے بطور سند درج نہ کیا ہو مگر یقیناً وہیں
سے چلی ہوئی بات ہے جو ان تک پہنچی تو وہ لکھتے ہیں کہ اس موقع پر جب علیؑ بستر
رسول پر آرام کر رہے تھے تو خالق مخاطب ہوا جبرئیل و میکائیل کی طرف کہ جبرئیل
و میکائیل میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا اور تم میں سے ایک
کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی۔ ماشاء اللہ اہل فہم ہیں میں کہتا ہوں۔ یہ بتا
دیا ہیں کہ ایک کی عمر زیادہ۔ یہ نہیں بتایا کہ کس کی عمر زیادہ۔ کیونکہ پھر پوچھ رہا ہے
کہ تم میں سے کون ہے جو اپنی فاضل عمر کا حِصّہ دوسرے بھائی کو دے دے۔
اس وان ملک نے سوال کیا تھا خبر نہیں دی تھی میں نے کہا تھا کہ خبر دیتا تو صحیح ہی بات
ہوتی۔ جھوٹی خبر ملک نہیں دے سکتا۔ سوال کیا تھا جس میں سچ اور جھوٹ کا سوال نہیں۔
اور خالق حکم نہیں دے رہا کہ دیدو۔ ورنہ پھر عصمت ملک طاعت کرائے گی حکم نہیں
دیتا سوال کرتا ہے کہ تم میں سے ایک کی عمر زیادہ ہے ایک کی کم ہے تم میں سے
کون ہے جو اپنی فاضل عمر کا حِصّہ اپنے دوسرے بھائی کو دے دے اگر بتا دے
کہ اس کی عمر زیادہ ہے تو امتحان ایک ہی کا ہوگا لیکن جب پردے میں رکھا تو اب
جواب ہر ایک کو دینا ہے جس کی عمر زیادہ ہو وہ کہے کہ ہاں۔ تو ہر ایک کو بولنا چاہیئے
کہ ہے کہ ہاں۔ وہ بھی کہے کہ ہاں ہر ایک کہے کہ جس کی عمر زیادہ ہے وہ دینے
کے لئے تیار ہے۔ حکم نہیں دیا جا رہا ہے۔ فقط پُوچھا جا رہا ہے تو ملک معصومانہ
جواب دیتا ہے کہ بار الٰہ ہماری تو اصل تمنّا یہ ہے کہ پُوری عمر تیری عبادت میں
بسر ہو۔ اس میں ایک بڑی حقیقت مضمر ہے کہ ملک کا تصوّر عبادت انفرادی و
نفسی ہے۔ وہ بس نماز پڑھنے کو عبادت سمجھتا ہے۔ اسی کو فخر میں بھی پیش کیا تھا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ بس یادالٰہی میں مصروف۔ امیرالمومنین نے
تعریف کی ہے۔ کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے۔ کچھ سجدے میں ہیں۔ تو
ان کی عبادت شخصی ہے انفرادی ہے اکیلی اکیلی عبادت ہے۔ اجتماعی عبادت کہ
کے کام آنا بھی عبادت ہے۔ یہ حدود تصوّر ملک سے بھی خارج ہے۔ ورنہ اس
کا جواب سے جوڑ نہیں۔ وہ کہتا ہے تم میں سے کون ہے جو اپنی عمر کا فاضل حصہ
دے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمنّا تو یہ ہے کہ ساری عمر تیری عبادت میں صرف کر
یہ جواب سوال سے مرتبط اسی بنا پر ہے۔ اس میں یہ مضمر ہے کہ ہم تو پوری زندگی
تیری عبادت میں صرف کرتے ہیں اگر فاضل عمر کا حصّہ دوسرے کو دیدیں تو اتنی
محروم ہو جائیں۔ اب جس کی جتنی عمر ہے وہ تیری عبادت میں صرف کرے۔ اور
اپنی فاضل عمر کا حصّہ دوسرے کو دیدیں تو اپنے حصّہ کی عبادت اپنے ہاتھ سے کھو
یہ ہمارے بس کی بات نہیں جواب ہو گیا کہ ہم یہ نہیں کر سکتے اب ارشاد ہوتا ہے
زمین کی طرف دیکھو۔ تبصرے میرے ہیں اصل واقعہ پورا ان دونوں کتابوں میں
زمین کی طرف دیکھو۔ میں کہتا ہوں کہ زمین کی طرف دیکھو تو وہی بہت دفعہ د
ہوا انسان نظر آیا۔ مگر کبھی دیکھتے تھے اس وقت کھڑے ہوئے مگر اس وقت
تو لیٹے ہوئے۔ کبھی دیکھتے تھے جاگتے ہوئے آج دیکھا سوتے ہوئے دیکھ
ارشاد قدرت ہوا۔ ھل لا کنتم مثل علی ابن ابی طالب فقد فدا
بنفسه۔ کیوں نہ ہوئے تم مثل علی کے جس نے اپنی جان اپنے بھائی پر فدا کی
ہے۔ ملک سمجھا کہ یہ عبادت ایسی ہے کہ میری عبادتوں کے معیار سے اونچی
یہ نوع عبادت میری تمام عبادتوں سے بالاتر ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ کم عقل
تھی کہ تسبیح و تقدیس کو فخریہ پیش کیا تھا۔ دوسرا رُخ دیکھئے کہ اس نے پیش
تھا انسان کی زندگی کا تاریک رُخ۔ کہ یہ انسان خونریزی کرتا ہے یعنی جانیں

[illegible] قدرت دکھا رہی ہے کہ تم نے جان کا لینا دیکھا جان کا دینا نہیں دیکھا۔ معلوم
[illegible] واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ صرف اشارہ کر دینا کافی ہے کہ آج سے
[illegible] تصور ملک میں ترمیم ہو گئی یعنی ملک سمجھ گیا کہ دوسروں کے کام آنا
[illegible] اسی قابل ہوں کہ ان کے کام آیا جائے۔ ملک نے سمجھ لیا کہ دوسروں کے
[illegible] عبادت ہے اور میری عبادتوں سے بالاتر ہے لہٰذا اب جو کہا جائے
[illegible] کر جاؤ تو چلا جائے گا۔ اب کوئی ایک ہی واقعہ تھوڑی ہے۔ درزی
[illegible] تو چلا جائے گا۔ وضو کے لئے پانی لے کر چلا جائے گا۔ جب پانی پاس نہ ہو
[illegible] میں چکی پیسنے تک چلا جائے گا۔ اور لڑائی میں تلوار لے کر مدد کرنے
[illegible] گا۔ اب کبھی نہیں کہے گا کہ یہ سب کروں اور عبادت نہ کروں تو مستقل طور پر
[illegible] میں ترمیم ہو گئی۔ اب معلوم ہو گیا کہ عمل میں بھی انسان وہ کر سکتا ہے جو میں
[illegible]۔ اب ارشاد قدرت ہوا اچھا تو اب جاؤ اور اس انسان کی حفاظت کرو۔
[illegible] ان کی حفاظت تھوڑی ہے۔ اس کی سنّت یہ نہیں ہے کہ انبیاء و معصومین
[illegible] سے پرے ہٹایا جائے۔ نہیں۔ گویا وہ کہہ رہا ہے کہ ابھی میرے کچھ
[illegible] اس زندگی سے۔ میرے ابھی بہت کام ہیں جو ابھی مجھے اس سے لینے
[illegible] جاؤ اور اس کی حفاظت کرو۔ اب وہ دونوں فرشتے آئے اور اترے۔ بس
[illegible] بیان کروں گا۔ بس ایک غلط فہمی کا دفعیہ۔ ان کو جو بھیجا جا رہا ہے
[illegible] سزا کے طور پر بھیجا جا رہا ہے۔ میں سزا کا محل اس لئے نہیں سمجھتا
[illegible] مقام معرفت میں ملک کچھ اور اونچا ہو چکا ہے۔ مقام علم میں
[illegible] تو سزا کا ہے کی دی جائے۔ یہ سزا نہیں ہے ایک بڑی حقیقت
[illegible] جملوں میں میں کہوں گا۔ اور آگے بڑھوں گا۔ میں کہوں گا کہ یہ نہ سمجھئے کہ
[illegible] اُدھر جاتی ہے اس کی معراج ہوتی ہے جب وہاں والوں کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معراج ہوتی ہے تو یہاں بھیج دیا جاتا ہے۔ اب ایک ملک سرہانے اور
پا۔ آج یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ان کا پیر بھی اتنا ہی اُونچا ہے جتنا سر اُونچا
ملک سرہانے اور ایک پائین پا۔ اور اب زبان پر کیا ہے۔ کئی لفظ مجھے معل
بخٍ بخٍ لک یا در کھئے لفظوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ کہنے والے کو دیکھنا ہے
لک۔ من مثلک یا بن ابی طالب نفق باہ بك اللّٰہُ ملٰئکۃ ا
مبارک ہو مبارک ہو اے ابوطالب کے فرزند کہ آپ کے ذریعہ سے اللہ
آسمان پر فخر کر رہا ہے بس روایت یہاں ختم ہوئی۔ میں کہتا ہوں من مثل
کون ہے آپ کی مثل کلام کے حدود۔ حدود متکلم سے بدلتے ہیں۔ اگر انسان
کہ کون آپ کی مثل ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ انسانوں ہی میں کوئی
مثل نہیں مگر غیر نوع کا فرد یعنی ملک کہہ رہا ہے کہ کون آپ کی مثل۔ اس کے
ہیں کہ مخلوق الٰہی کی کسی نوع میں۔ نہ انسانوں میں نہ جنات میں نہ فرشتوں
نوع میں ان کا مثل نہیں ہے۔ اگر ہے تو ان سے بالاتر وہ ہے کہ جس پر
یہ مرتبہ بل رہا ہے۔

اب ایک پہلو پر روشنی ڈالوں گا کہ اتنی بڑی تعریف کہ کسی نوع مخلو
آپ کا مثل نہیں۔ مگر اتنی بڑی تعریف میں۔ نہ ملک ان کا کوئی لقب کہتا
القاب ہمیں معلوم ہیں تو کیا وہ ملائکہ کو نہیں معلوم۔ نہ ان کا کوئی وصف کہتا
نہ ان کا رسول سے کوئی رشتہ بتاتا ہے۔ اور نہ کہے کچھ اور ان کا نام ہی
کہ ان کا نام علو کا پتہ دیتا ہے۔ بلندی تو ان کے نام میں مضمر ہے مگر ملک
نہیں کہتا وہ تو کہتا ہے۔ یا بن ابی طالب۔ کون آپ کا مثل ہے۔ اے ابو
کے بیٹے۔ قرآن میں کہا جا رہا ہے لا یسبقونہ بالقول۔

اور یہ قول ہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتخاب بھی ملک کا طبع

الفا ہے لفظوں کا۔ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے تو یہ کیا بات۔ فصاحت و
کی زبان کی ملک نہیں ہے چاہے آپ پنجابی ہوں چاہے ہندوستانی۔ زبان
مدح میں کوئی نسبت ایسی جو ذم کا پہلو رکھتی ہو یہ بلاغت کے خلاف
کی تعریف اور اس میں یہ کہنا کہ اے ابوطالب کے بیٹے۔ ماننا پڑے گا
کوئی ایسا بڑا باپ ہے جس کی طرف نسبت اس جلالت مدح کے خلاف
صلاۃ۔

عادت کچھ کچھ یہ ہے کہ میں اپنے لئے مشکلیں پیدا کرتا ہوں میرے ذہن
خلش ہے وہ یہ کہ یہ ثابت ہوا کہ ہاں غلط نہیں مگر ضرورت کیا تھی۔ ایک
بات یہ ہے کہ غلط فہمی دُور کرنے کا یہی ذریعہ تھا۔ ایک طبقے کی غلط فہمی دور
مگر اس کے علاوہ۔ آخر ضرورت کیا تھی۔ تو جناب جو اس کا جواب مجھے
ملا۔ وہ شعب ابی طالب کا چار برس کا محاصرہ تھا۔ اس میں ہر رات یہ خطرہ
شب خون نہ مارے اور چراغ عمر رسالت کو خاموش نہ کر دے۔ تو ابوطالب
رسول کا یہ انتظام کیا تھا کہ رسول کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے۔
کو رسول کے بستر پر کبھی رسول کو طالب کے بستر پر۔ کبھی جعفر کو رسول کے
رسول کو جعفر کے بستر پر۔ کبھی عقیل کو رسول کے بستر پر کبھی رسول کو عقیل کے
اور کبھی علی کو رسول کے بستر پر اور کبھی رسول کو علی کے بستر پر۔ آپ اس قربانی
سکتے ہیں کہ چاہے جونسا بیٹا میرا قتل ہو جائے۔ کسی ایک کو بھی تو مستثنےٰ
میرا چاہے جو بیٹا قتل ہو جائے مگر رسول کی زندگی محفوظ رہے۔ اب
نے یہ فیصلہ کیا کہ ابوطالب کا بیٹا کہنے میں کیا راز ہے۔ یہ طریقہ قربانی
ڈالی ہوئی عادت تھی۔ اس کے بعد یہ حق شناس ملک تھا جس نے اس
ابوطالب کو یاد کرنا ضروری سمجھا۔ اور یہ ناحق شناس انسان تھے کہ جنہوں نے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کے بعد بھی ابو طالب کے ایمان میں شک کیا۔ اب جناب پُورا تبصرہ
پھر میں نے اپنے لئے ایک مشکل پیدا کر لی ہے وہ یہ کہ میرا بیان بالکل
اگر کوئی ایک لفظ قرآن کی مجھے شاہد نہ ملی ہو۔ اسی لئے تو میں نے کہاں کا
ربط ملایا ہے۔ اور کہاں یہ بعثت خاتم الانبیا کے بعد یہ ہجرت کی رات
کیا میں نے از خود ملا دیا تو یہ تو بہت بڑی جرأت کی بات ہے۔ اسمیں تو
نہیں ہے۔ جب تک کہ کوئی لفظ قرآن کی شاہد نہ ہو۔ وہ آیت جو اس کا
مُہر تصدیق ثبت کرتی ہوئی آئی۔ ومن الناس من یشری نفسہ ا
مرضات اللہ واللہ روف بالعباد۔ اس آیت میں بھی اللہ نے نہ ان کا
کہا ہے نہ ان کا کوئی وصف کہا ہے نہ ان کا رسول سے کوئی رشتہ کہا ہے
لیا ہے بلکہ بس ان کے کردار کو پیش کر کے۔ سرنامہ خطاب یہ ہے۔ سرنامہ
ومن الناس۔ انسانوں میں دیکھو یہ ایک شخص ہے جو اپنی جان کو رضائے الٰہی
لئے دیتا ہے۔ یہ اس سند میں انسان کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ یہی ضرو
کہ آج علی نوع انسان کا نمائندہ بنے ہوئے نوع ملک پر اس کی بلندی کو ثا
کر رہے ہیں۔ اس لئے اس دستاویز میں انسان کہا گیا۔ ہاں اس کے بعد عا
قرآن کا یہ ہے کہ فرد کی مدح ہوتی ہے مگر جمع کے صیغہ میں یہاں تک کہ
میں بھی سب جمع کے صیغے ہیں انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین
الصلٰوۃ ویوتون الزکٰوۃ وھم راکعون۔ مدح فرد کی اور الفاظ جمع کے
خالق نے وحدت نمایاں کی ہے۔ ومن الناس انسانوں میں ایسے بھی ہیں من
من یشری دیکھو انسانوں میں یہ ایک ایسا ہے۔ اب اس منزل قربانی میں کوئی
نہیں ہے۔ من الناس من یشری اہل علم جانتے ہیں من میں گنجائش وا
جمع دونوں کی ہے۔ مگر نہیں فعل جو لائے گئے ہیں وہ سب واحد من الناس

وہ ہے جو بیچ ڈالتا ہے۔ بیچ ڈالتے ہیں نہیں نفسہ ھُو واحد کی ضمیر
انفسھم نہیں اپنے نفوس کو۔ حالانکہ مباہلے میں ایک نفس لایا جائے گا
ہے۔ عام سنّت الٰہی یہی ہے کہ واحد کی مدح جمع کے صیغے سے کرتا
یہاں وحدت نمایاں ہے کہ دیکھو کہ یہ بھی ایک ہے جو اپنی جان کو بیچتا ہے
میں کہتا ہوں اب میں کیا کروں کہ اس کے بعد وحی کا دروازہ بند ہو گیا۔
کے بعد کوئی قرآن کی آیت اُترتی ہوئی نہیں دکھا سکتا مگر واقعہ یہ ہے کہ اگر دس
کو کوئی آیت اترتی تو یہ وحدت جمع کی شکل اختیار کرتی اور آج فرشتے
ان ایک جماعت ہے جو ایسا کچھ کرتی ہے کہ ہم نہیں کر سکتے۔ اس وقت
ہوتی کہ دیکھو ایسے بھی انسان ہوتے ہیں۔ کوئی یہاں کہہ سکتا ہے کہ یہ تو
بڑھی ہوئی بات ہے کہاں حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور کہاں یہ
پُوری جمعیت۔ کہا جا رہا ہے کہ ان کے لئے کہا جاتا مگر میں کہتا ہوں۔ وہ
جس میں جتنا فرق ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ عصر تک کے جہاد میں اصطلاحی
۔ تو بس ایک ذات ہے عصر تک کے جہاد میں معصوم اصطلاحی ایک
کے بعد حضور سب عرب ہی نہیں ان میں حبشی بھی ہیں۔ ترکی بھی ہیں۔ تو
بھی نہیں۔ ارے سب آزاد بھی نہیں ان میں غلام بھی ہیں۔ تو اپنی جگہ
ہے مجھے معلوم ہے اور زمین آسمان کا فرق ہے مگر جہاں تک کردار
ہے مجھے کوئی اور فرق کیا مجھے اس کردار میں معصوم اور غیر معصوم کا فرق
آتا۔ اور اگر کردار کی منزل میں کوئی فرق ہوتا تو حجت خدا سب کو مخاطب
کہ بابی انت وامی یا اصحاب الحسین طبتم وطابت الارض
فیھا۔
معصوم ابن معصوم۔ حجت خدا ابن حجت خدا وہ کہہ رہے ہیں میرے ماں باپ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تم پر قربان ہوں اے مجاہدین کربلا تم بھی پاک ہوئے اور وہ زمین بھی پاک
تم دفن ہوتے اور کاش میں تمہارے ساتھ ہوتا اور اس عظیم کامیابی میں
بس جناب کل عرض کر چکا کہ ہمارے رونے پر طرح طرح کے سوال ہوتے
عزا پر طرح طرح کے اعتراض ہوتے ہیں ایک سوال کل پیش کیا تھا۔ اب
اور سوال جو بہت ہوتا ہے۔ ہر قسم سے ہر ڈھب سے متاثر کرنے کی
کی جاتی ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ رونا تو بزدلی ہے عورتوں کا کام ہے۔ مرد
لوگ تھوڑی روتے ہیں۔ انہوں نے رو کر قوم کو بُزدل بنا دیا۔ اتفاق سے
بات مجھے یاد آگئی۔ ایک لفظ جو بہت چلی ہوئی ہے وہ ہے ملت گریہ کن
میں آیا کرتی ہے۔ معلوم نہیں کہاں سے چلی ہے۔ اتفاق سے اس لفظ کو
شروع میں استعمال کرنے والے بھی ایک ایرانی تھے۔ جلال الدین۔ ان کا رسالہ
کلکتے سے نکلتا تھا۔ وہ اصلاحی طور پر کہتے ہیں کہ مجلسوں میں فقط گریہ کو نصب
بنانا چاہیئے تو اس کے ذیل میں انہوں نے کہا تھا کہ ہماری قوم تو ملت گریہ کن
طنز سے کہا جاتا ہے ملت گریہ کن۔ یہ سب سے پہلے ان ایرانی جلال الدین
المتین نے لکھا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ کیا قدرت کی کارفرمائی ہے کہ ایک ایرانی
جواب ایرانی قوم نے اپنے عمل سے دیا ہے کہ دیکھو جو ملت گریہ کن ہے
ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ رونا تو بزدلی ہے۔ یہ کیا گریہ کا عمل۔ اتنی کوشش
سال گویا گریہ کی فراوانی۔ تو میں کہتا ہوں کہ گریہ کا پس منظر اسی جملے میں
سکھایا گیا ہے کہ واقعہ کربلا کو یاد کرو تو کہو یا لیتنی کنت معکم فافوز فوزاً
کاش میں آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا اور اس عظیم کامیابی کو حاصل کرتا۔ یہ شخص
ہے کہ رونا بزدلی ہے اب میں اس سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہوں گا
کہو کہ کسی معرکہ میں ہو کر رونا بزدلی ہے اور کسی معرکے میں شریک نہ ہو

[illegible] ہے۔ بخدا ہم اگر زیر رایت حضرت ابوالفضل العباس ہوتے تو
[illegible] کون روتا ہوا دنیا سے گیا۔ جبیب ابن مظاہر روتے ہوئے گئے؟
[illegible] ہوئے گئے۔ قاسم اس وقت تک روئے جب تک اجازت
[illegible] مل گئی تو ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ گئے۔ عباس کیا روتے
[illegible] ہوئے گئے ارے کربلا میں تو بے شیر بھی ہنس کر گیا۔
[illegible] وہ روتے ہوئے نہیں گئے دہرانا میری عادت نہیں ہے مگر
[illegible] کہ عباس نہیں روئے علی اکبر نہیں روئے۔ قاسم روتے ہوئے
[illegible] تک دوسرے جا رہے تھے نہیں روئے۔ جب خود میدان
[illegible] تو کربلا میں کون رویا لیکن زین العابدین عمر بھر روئے۔ اب
[illegible] ماشاءاللہ۔ اجرکم علی اللہ مجلس ختم ہوگئی۔ اب ایک سوال
[illegible] چودہ سو برس ہوگئے اور اب تک رو رہے ہو۔ میں کہتا
[illegible] رونے کا حق تھا اگر انہیں رو لینے دیا ہوتا تو شاید ہم آج تک

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجلس ہفتم

خلافتِ الٰہیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ۔

سورہ الحمد کے بعد پہلے ہی سورہ میں اور قران مجید کے بڑے اور وسیع [illegible] میں پہلے ہی رکوع میں یہ آیت ہے کہ وہ موقع آیا جب تمہارے پروردگار [illegible] فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک جانشین مقرر کرنے والا ہوں۔ انہوں [illegible] کہا کہ کیا اس زمین میں ان کو مقرر کیا جائے گا جو اس میں فساد کریں اور خونریزی [illegible] ہم تیری تسبیح و تحلیل کرتے ہیں اور پاکیزگی کے ساتھ تجھے یاد کرتے ہیں۔ ادھر [illegible] ہوا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ وہ موقع یاد رکھنے کا ہے۔ ظاہر [illegible] قرآن مجید نے سابقہ واقعات صرف تفریح طبع کے لئے بیان نہیں کئے [illegible] اس لئے کہ اس میں اس امت کے لئے کچھ بصیرتیں موجود ہیں اور ان کی کچھ [illegible] جو میں نے عرض کیا کہ یہ موقع یاد رکھنے گا۔ اب اس کا آغاز اس سے ہوتا [illegible] پروردگار نے فرشتوں سے یہ کہا۔ کیا کہا۔ اب آنے والا ابھی ہم بتا بھی نہیں [illegible] کتنی مدت کے بعد آئے گا۔ چاہے سو برس ہیں چاہے ہزار برس ہیں اس کا [illegible] قرآن مجید میں بھی نہیں ہے احادیث میں بھی نہیں ہے بہر حال بہت پہلے [illegible] کہا جا رہا ہے کہ میں زمین میں ایک جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ اب چونکہ [illegible]

[illegible] جانشین۔ مگر کس سے تعلق ہے اس جانشینی کا۔ اس کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا [illegible] اس میں پریشان ہو گئے ہیں۔ اس میں کہ جانشین بنانے والا ہوں۔ تو [illegible] اب میں کہتا ہوں کہ دشواری کیا ہے قرآن تو سامنے ہے کافی ہے [illegible] کے سمجھانے کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ اب اُلجھے ہوتے ہیں کہ جانشین [illegible] میں نہیں آیا۔ بہت دور کی کوڑی لائے۔ اب وہی تاریخ وغیرہ [illegible] ورنہ اس وقت انہوں نے کہاں دیکھا تھا۔ تو یہ کہا کہ آدمی یعنی [illegible] پہلے اس زمین پر جنات و شیاطین آباد تھے جن کو عربی میں جنّ و [illegible] آدمی ناس ہیں اور وہ نسناس۔ تو جنات و نسناس یعنی جنّات و [illegible] اس دنیا میں لبسی ہوئی تھی۔ اس کے بعد ان کی بداعمالیوں سے وہ [illegible] تو اب خالق کا مطلب یہ ہے کہ میں ان کی جگہ۔ ان شیطانوں [illegible] کی جگہ پر ایک مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ بڑے بڑے علما غور و [illegible] نتیجے پر پہنچے۔ میں کہتا ہوں کہ فکر ہر کس بقدر ہمّت اوست۔ ارے [illegible] یہاں پر ختم نہیں ہوئی اس کے بعد فرشتے کہہ رہے ہیں کہ ہم تیری [illegible] اور کی کیا ضرورت ہے ہمیں کو کیوں نہیں مقرر کیا جاتا۔ تو سبحان اللہ [illegible] کی جانشینی اور ملائکہ کا رشک کرنا۔ ملائکہ کو اس کی تمنّا پیدا ہوئی کہ جنات [illegible] پر ہم کو رکھ دیا جائے تو ہر صاحبِ عقل سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات [illegible] فرشتہ، جوارِ قدس میں بسنے والے۔ عالم بالا کے رہنے والے اور [illegible] و جوار میں رہنے کی بجائے یہ طلب کریں کہ ہمیں شیطانوں کی جگہ [illegible] خلاف عقل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا فیصلہ ہر زبان کے [illegible] ہے۔ کوئی صاحب آپ میں سے دوپہر کے وقت کہیں [illegible] وہاں سے کسی دوست کے ہاں اور کہا کہ ارے بھئی بہت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

پیاس لگی ہے تو وہ دوست پُوچھے گا کہ کِس کو پیاس لگی ہے ارے صاحب کِسی [illegible]
کو پیاس ہوتی تو اس کا نام لیا جاتا۔ جب اسکا نام نہیں لیا گیا تو سمجھ لیجئے جو کہہ رہا [illegible]
اسی کو پیاس لگی ہے کوئی اور زیادہ بے تکلف دوست ہو اور کہے کہ بہت بھوک لگی [illegible]
تو اس کا مطلب ہے کہ مجھ کو بھوک لگی ہے اور مثلاً والد ماجد فرماتے تھے کیا کوئی پُوچھ [illegible]
کِس کے والد ماجد۔ کِسی اور کے والد ماجد کا ذکر ہوتا تو اس کا نام ہوتا۔ جب کِسی اور [illegible]
طرف اضافت نہیں دی تو سمجھئے کہ جو کہہ رہا ہے وہ اپنے ہی والد ماجد کی بات کر [illegible]
ہے بھائی صاحب سفر سے آگئے ہیں کہیں گئے ہوئے تھے۔ کِس کے بھائی صاحب [illegible]
معلوم ہوتا ہے کہ جب کِسی اور کا ذکر ہو تو متعلق کے لئے اظہار کی ضرورت ہوتی [illegible]
اور جب خود متکلم اپنی طرف اضافت دینا چاہے تو پھر کِسی متعلق کے ذکر کی ضرور [illegible]
نہیں ہوتی۔ کوئی کہے کہ پیاس لگی ہے کوئی نہیں پُوچھے گا کِس کو۔ کہے بھوک لگی [illegible]
کوئی نہیں پُوچھے گا کِس کو۔ کہے کہ والد صاحب نے کہا تھا وہ نہیں پُوچھے گا کِس [illegible]
بھائی صاحب نے کہا ہے نہیں پُوچھے گا کِس کے۔ اور اللہ فرماتا ہے کہ میں [illegible]
جانشین مقرر کرنے والا ہوں تو دنیا پُوچھتی ہے کِس کا۔ ارے صاحب جب نہیں [illegible]
بتایا کہ کِس کا تو سمجھ لیجئے کہ جو کہہ رہا ہے وہ اپنی ہی طرف اضافت دینا چاہ [illegible]
ہے کہ میں زمین میں اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ تو خدا اپنا جانشین کیوں [illegible]
ہے۔ سمجھ میں ہماری یہ آتا ہے کہ جانشین وہ بنائے جس سے مکان یا زمان خا [illegible]
مکان خالی ہو یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جائے۔ تو جانشین بنائے۔ یا زما [illegible]
اس سے خالی ہو تو جانشین بنائے اور ذاتِ الٰہی جو زوال و انتقال سے بر [illegible]
ہو تو اس کی طرف سے جانشین بنانے کے کیا معنی۔ اس کو میں دو رُخوں سے [illegible]
سمجھاؤں گا۔ ایک رُخ تو بہت کُھلا ہوا ہے جس میں زیادہ غور کی ضرورت نہیں [illegible]
نہ علمیت کی اس میں کوئی ضرورت ہے ایک ذرا اس میں گہرائی ہے مگر ماشا [illegible]

[illegible] با فہم ہے تو کوئی گہرائی محسوس نہیں ہوگی۔ تو پہلا حل یہ ہے کہ بے شک خالق کی
طرف زمین و آسمان دونوں کی نسبت یکساں ہے بایں معنی کہ دونوں مخلوق ہیں اس کے۔
[illegible] السّمٰوٰت والارض۔ وہ آسمان کا بھی پروردگار زمین کا بھی پروردگار۔ مگر پھر بھی
[illegible] کے رُخ کو جو اس سے تعلّق محسوس ہوتا ہے وہ زمین کا نہیں ہے وہ تعلّق زمین
[illegible] ہے۔ دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں جُھکائے نہیں جاتے۔ یہ کاہے
[illegible] لئے۔ حضرت موسیٰ کلام کرنے طور کی بلندی پر جاتے تھے۔ زمین کے کِسی غار
[illegible] اندر نہیں جاتے تھے۔ قرآن کے محاورات دیکھ لیجیے۔ جو چیز اس کی طرف سے
[illegible] اس کو اُتارنا کہا گیا ہے۔ قرآن اس کی طرف سے آیا تو اس کے لئے کہا گیا
[illegible] ہم نے اُتارا۔ وحی اس کی طرف سے آئی ہے تو اس کے لئے کہا جائے گا کہ
[illegible] اُتاری۔ ملک اس کی طرف سے آتا ہے تو اس کے لئے کہا جائے گا کہ ملک کو ہم
[illegible] اُتارا۔ اب یہ اور بات ہے کہ یہ سب تو ہر ایک کی سمجھ میں آجاتا ہے مگر قرآن میں
[illegible] لوہے کو بھی کہا گیا ہے کہ ہم نے اُتارا۔ اب عرب کی زندگی کے اعتبار سے وہ
[illegible] تھے شمشیر زن تھے تو وہاں فولادی چیز جو ہوتی تھی وہ تلوار ہوتی تھی۔ وہ کہہ
[illegible] ہم نے لوہا اُتارا جس میں لوگوں کے لئے خوف و دہشت ہے تو یہ خوف اور
[illegible] ہتھوڑے سے تھوڑی ہوتی ہے۔ آری سے تھوڑی ہوتی ہے کوئی ایسی
[illegible] لوہا جس میں خوف و دہشت مضمر ہو تو اب دنیا ڈھونڈے کوئی تلوار جو
[illegible] اُتری ہو۔ صلوٰۃ۔

[illegible] اُدھر سے چیزیں آتی ہیں ان میں کہا جاتا ہے اُترنا۔ اور جو چیزیں اِدھر سے
[illegible] کے لئے کہا جاتا ہے بلند ہونا۔ دُعا بندے کی چڑھتی ہے بلند ہوتی ہے۔
[illegible] انسان کا اگر مقبول ہے تو اُوپر جاتا ہے بلند ہوتا ہے یہ ہمارا ہی محاورہ نہیں
[illegible] قرآن مجید میں ہے جو نیک عمل ہے وہ اسے اُونچا کرتا ہے نماز اگر مقبول ہے

Presented by: Rana Jabir Abbas
jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تو یہی آیا ہے کہ آسمانوں پر جاتی ہے۔ تو جو اُدھر سے چیز آتی ہے اس کو اُترنا
ادھر سے جاتی ہے اس کو چڑھنا۔ یہ آخر محاورہ کیوں ہے۔ بات دراصل
عرش یعنی پایہ تخت کا تصوّر جس میں پیش کیا گیا ہے۔ تو یہ اس کا پایہ تخت
لئے تصوّر یہ ہے کہ وہ عالم اعلیٰ کا بلند ترین نقطہ ہے۔ عرش زمین کے نیچے
جاتا۔ آسمانوں پر یہ تصوّر سے خارج بلندی ہے اُسے عرش مانا جاتا ہے
تخت مانا جاتا ہے۔ ہاں مگر پایہ تخت کہنے سے میں یہ نہیں مانوں گا کہ وہ
بیٹھتا بھی ہے۔ میں کہتا ہوں وہ پایہ تخت ہے اور اگر اس پر وہ بیٹھتا بھی
ہماری زمین پر تو اس کا گھر ہے تو کیا وہ اس گھر میں رہتا بھی ہے۔ مکہ معظمہ
مقدّس گھر جس کا تمام دنیا جاکر طواف کرتی ہے اس کے لئے کیا تصوّر
تو وہ اللہ کا گھر ہے تو کیا اس گھر میں وہ سکونت فرماتا ہے۔ وہ اسمیں رہتا
کا کسی فرقہ کے مسلمانوں کو تصوّر نہیں ہے تو جب اس گھر میں رہنے کا تصوّر
کے لئے یہ تصوّر کیوں کہ وہ بیٹھتا ہے۔ اب ایک عقلی بات ہے جسے
سکتا ہے۔ جسے بیٹھنے کے لئے تخت کی ضرورت ہو اُسے رہنے کے لئے
ضرورت ہوگی۔ اور جب گھر ہے اس کا مگر رہتا نہیں تو۔ آدمی غور کرے
میں یہ تصوّر کیوں ہے کہ وہ اس پر بیٹھتا ہے۔ میرے نزدیک تو
ہے شرف اور عزت کے بڑھانے کے لئے اور وہ عرش کہنا بھی
شرف و عزت کے بڑھانے کے لئے۔ مگر جیسی نسبت ہوتی ہے عملاً
ویسا ہی برتاؤ بھی کیا جاتا ہے یعنی اس نسبت کو اپنے عمل سے نباہا جا
صاحبان فہم، صاحبان عقل سب سمجھ سکتے ہیں کہ گھر کی نسبت شخص کی
انفرادی ہوتی ہے۔ تخت و سلطنت کی نسبت بادشاہ کی طرف منصبی
اسے کہہ رہا تھا اپنا گھر۔ اسے کہہ رہا تھا اپنا عرش۔ یہ ہے گھر تو جب

بنانا تو اسے منتخب کیا۔ اور جب کسی کو سرکاری مہمان بنانا
صلوٰۃ۔
لفظ کہہ رہا ہوں اِسے محفوظ رکھئے گا کوئی غلط فہمی نہیں ہوگی کہ جس
اس کا پایہ تخت ہے اُس حیثیت سے گویا زمین اُس سے خالی
ہے کہ میں زمین میں جانشین مطلق نہیں کہا گیا۔ محض جانشین۔
مقرر کرنا چاہتا ہوں تو اب اپنی لفظوں میں میں یوں کہوں گا کہ
ملائکہ یہاں عالم بالا میں تو میں ہوں میرا عرش ہے لیکن عالم ادنیٰ
محروم ہے لہٰذا میں ایک ایسے کو بنانا چاہتا ہوں جس کا
اسی طرح ہو جس طرح میرا دارالسلطنت عرش ہے اور ذرا سی لفظیں
کو مقرر کرنا چاہتا ہوں جسے زمین سے وہی نسبت ہو جو مجھے
منزل اتنی پرکشش ہے کہ ملک کی نگاہ طلب پڑتی ہے کیونکہ
سے محروم رہے تو یہ بلندی نہیں ہے۔ ظاہری طور پر
کا حامل ہو کر رہے تو اس میں بلندی ہے صلوٰۃ۔
دُور کر دوں کہ عرش اس کا پایۂ تخت ہے مگر زمین اس کی
ہے۔ اسی طرح سے زمین اس کا پایہ تخت ہے مگر عالم بالا
نہیں ہے لہٰذا جہاں بھی جائے گا نمازیں پڑھاتا ہوا جائیگا۔
کا امامت کرتا ہوا جائے گا۔ تو یہ تھا ایک پہلو جانشینی کا۔ دوسرا
ہے کہ جانشین وہ بنائے جس سے جگہ یا زمانہ خالی
ایک اور صورت ہے جانشین بنانے کی وہ یہ ہے
سے فریضہ اس کا ہو مگر کسی وجہ سے وہ خود
مثال ایک میں یہ دے سکتا ہوں کہ کوئی معزز آدمی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہیں جائے تو اس کے اعزاز میں جلسہ ہوتا ہے۔ اس جلسے میں اس کے اعزاز میں
پڑھا جاتا ہے۔ آئینی طور پر سپاس نامہ کا جواب دینا اسی مہمان کے ذمہ ہے
اعزاز میں وہ جلسہ ہے۔ وہ سپاسنامہ پڑھا گیا ہے مگر اتفاق سے جس جگہ وہ پڑھا
اور مجمع میں جو لوگ ہیں وہ اس کی زبان سے ناواقف ہیں یہ ان کی زبان سے
ہے۔ تو ناواقفیت بھی سدِّراہ ہو سکتی ہے۔ وہ ہماری زبان سے واقف نہیں
ان کی زبان سے واقف نہیں کوئی سپاس نامہ کا جواب دینے اگر خود سے
تو میرا فرض ادا نہیں ہوگا۔ غیر آئینی ہے۔ اس کے جواب سے میں سبکدوش
گا۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ انہی میں سے کسی کو میں اپنا نائب بناؤں جو میری
بھی واقف ہو اور ان کی زبان سے بھی واقف ہو تاکہ وہ میرا جواب میری
مجھ سے سُنے اور ان کی زبان میں ان تک پہنچائے بس خالق کو خلیفہ بنانے
ضرورت تھی۔ خلق خدا کی رہبری۔ سیدھے راستے پر پہنچانا اس کا کام ہے جیسے
اگر وہ فقط خالق ہوتا تو خالق کے معنی ہیں پیدا کرنے والا۔ تو پیدا کیا اور بس
لیکن وہ فقط خالق نہیں۔ یہی فرق ہے عیسائیوں کے محاورہ میں اور ہمارے
میں۔ وہ خدا کو کہتے ہیں اب یعنی باپ ہم خدا کو کہتے ہیں رب یعنی پالنے
کی لفظ جو ہے یہ سبب وجود کو بتاتی ہے۔ سبب بقا کو نہیں بتاتی۔
ہیں کہ باپ ان کے دنیا سے اُٹھ گئے تب وہ پروان چڑھے تو وجود
دخل ہے بقا میں نہیں ہے۔ لیکن رب۔ رب کے معنی ہیں پروان
یہ بقا کے ہر لمحے میں اس کا رشتہ ہے انہوں نے اب کہا ہے۔ یہ رشتہ
ہم رب کہتے ہیں یہ رشتہ حال ہے یعنی ہر نفس ہمارا اس کی توجّہ کا محتاج
نگاہ ہم سے ایک لمحے کے لئے ہٹے تو ہماری ہستی نیستی میں بدل جائے
ہے رب میں مضمر۔ تو اگر فقط خالق ہوتا تو ہدایت اس پر فرض نہ ہوتی

پروردگار ہے اور تربیت کے معنی ہیں کسی شے کو اس کے ممکن درجہ
پہنچانا۔ لہٰذا اب صحیح اور غلط کا بتانا۔ اب اچھے اور بُرے کی تعلیم دینا اب
پر چلانا یہ سب فرائض تربیت میں سے ہے اور اب قرآن مجید کی ایک
وہ ہے کہ غور کیا جائے تو پردہ ہٹتا ہے کہ اس اعلان میں قال اللہ
اللہ نے یہ کہا بلکہ قال ربّك تمہارے رب نے یہ کہا اس کے یہ معنی ہیں کہ
وہ تربیت کے ماتحت ہے۔ تربیّت اس کا کام لہٰذا ہدایت اس کا کام
ہے۔

کو اس نے پیدا کیے پھر ہدایت کی۔ مگر انسان کے علاوہ جس جس چیز کی ہدایت
اور بہ ارادہ قاہرہ سے ہے اس کا کام ہے اسے منزلِ ارتقا تک پہنچانا۔
اس کی ہدایت سے گھر کی منزل تک پہنچتا ہے۔ ایک بیج اس کی ہدایت
ہے۔ تو ہر چیز اپنے کمال کی منزل تک بہ ارادہ الٰہی پہنچتی ہے۔ چیز
کا دخل نہیں ہے لیکن انسان کو اس طرح منزل کمال تک نہیں پہنچانا
دنیا میں کافر ہی کیوں ہوتا۔ اگر وہ اپنے ارادہ قاہرہ سے ہر ایک کو
چاہتا۔ تو کافر دنیا میں رہتے ہی کیوں۔
پروردگار چاہتا تو روئے زمین پر جتنے ہیں سب مومن ہی ہوتے معلوم
قوت قاہرہ سے اس کو منزل کمال تک پہنچانا یہ منظور نہیں ہے۔ اسے
پہنچانا تھا۔ اسے منزل بتا کر چلنے کی دعوت دینا ہے اس کے لئے یہ تھا
راستے پر چلائے۔ اس کے لئے یہ ضروری ہوا کہ صحیح راستہ بتائے
ادھر چلو۔ وہ آگے آگے چل کر کیسے بتائے کہ میرے پیچھے آؤ۔
ضروری ہے کہ جسم رکھنے والے۔ جسمانیات سے جو الگ نہیں ہیں۔
میں سے کوئی ایسا ہو کہ جس میں ایسی صفائے جوہر ہو کہ اُس سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فیض لے سکے۔ اور جسمانی طور پر ان کا ہم جنس ہو کہ ان کو پہنچا سکے۔ ایسی دو پہلو
کی ضرورت تھی جسے وہاں کہا گیا تھا کہ دونوں کی زبان جانتا ہو۔ تو ایسے دو پہلو
کی ضرورت تھی جو گناہوں سے بری ہونے کی وجہ سے خود اس کا فیض حاصل
کا مستحق ہو اور خلق خدا کو صحیح راستہ بتانے کے لئے ان کی ضروریات میں شریک
تاکہ ان پر حجت تمام کر سکے۔ اگر اُسے بھوک نہ لگتی ہو اور وہ کہے کہ روزہ رکھو
خدا کہے گی کہ جناب آپ کو بھوک کا مزہ ہی نہیں معلوم۔ آپ سمجھتے ہیں کہ روزہ
کوئی آسان ہے آپ کیا جانیں کہ پیاس کیا چیز ہوتی ہے تو دن بھر پیاسا رہا
ہو سکتا ہے جو جو حکم وہ دے۔ دنیا کہے۔ جناب ان تمام خواہشات سے
بری۔ آپ مثال عمل کہاں بن سکتے ہیں۔ تو خلق خدا پر حجت تمام نہ ہوتی۔
ایسا ہونا چاہیئے اور میں ایک لفظ پر اس کو ختم کرتا ہوں۔ دنیا کہتی ہے کہ کہا گیا
ہی طرح بشر ہوں۔ تو ہم ہی جیسے ہیں۔ بالکل ہمارے جیسے ہیں۔ میں کہتا ہوں
کہا تھا کہ تمہارے جیسا بشر ہوں۔ یہ نہیں کہا تھا کہ تمہارے جیسا جاہل ہوں
کہ تمہاری طرح بشر ہوں یہ نہیں کہا تھا کہ تمہاری طرح خطا کار ہوں۔ تو بشر
ایمان لانا تو میں جزو دین سمجھتا ہوں۔ بشریت کا انکار میں کفر سمجھتا ہوں مگر
یہ کہ کیسا بشر۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بشر ایسے ہیں۔ دنیا ملک کہنا ان کی تعریف
میں ملک کہنا ان کی توہین سمجھتا ہوں۔ یہ ملک اور انسان کی فضیلت کا
سلسلہ بیان میں کل آپ کے سامنے عرض ہو گا۔ تو حضور والا ایسا بشر
سے اس کا فیض حاصل کر سکے اور ہم تک اس کے فیض کو اپنی زبان میں
بھی زبان ہے پہنچا سکے۔ تو اسے وہ اپنا جانشین بنائے اپنا نائب
نائب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کا کام اُس کا کام ہو جائے۔ اب
کرے گا وہ اس کی ہدایت نہیں ہو گی بلکہ وہ اُس کی طرف کی ہدایت

... بنایا ہے تو اب چاہے اس کو ہدایت کرنے والا کہیئے چاہے اُس کو ہدایت
... والا کہیئے۔ اس لئے اس کو ہم کہیں گے ھادی اور قرآن کہے گا انما انت منذر
ولکل قوم ھاد۔ کہ اے رسول آپ منذر ہیں نبی اور رسول بھی ہیں لیکن انذار یعنی رسالت
... دروازہ بند ہوا ہے۔ ہدایت کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ ہر نسل میں ہر طبقے کے
... ھادی ہے یعنی رسالت ختم ہوئی ہے ہدایت ختم نہیں ہوئی ہے۔ ناموں
... تھوڑی بدلتی ہے میں کہتا ہوں کبھی ہدایت بنام رسالت ہوتی ہے کبھی
... بنام امامت ہوتی ہے لیکن ہدایت کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ اور بس۔ گذشتہ
... میں ایک جملہ کہہ کر آگے بڑھوں کہ جناب والا جب میں نے عرض کیا کہ
... ربوبیت ہے تو بس ایک جملہ کافی ہے یعنی جب تک اس کی ربوبیت
... ہدایت ہے اب یہ اتنا بلند منصب ہے کہ ملائکہ نے کہا کہ اتجعل
... فیھا ویسفک الدماء۔ کیا تو انہیں مقرر کرے گا جو فساد کریں۔
... کریں۔ بس بس۔ غیر متوازن الفاظ کبھی کبھی ناسمجھی سے استعمال کر لئے جاتے
... آپ نے سُنا ہو یا کسی نے کہا ہو کہ ملائکہ نے اعتراض کیا۔ یاد رکھیے ملائکہ
... فطری کی منزل پر فائز ہیں اور قرآن کہہ رہا ہے کا یسبقونہ بالقول
... یعملون۔ وہ اللہ پر بات کرنے میں سبقت ہی نہیں کرتے وہ
... اس کا حکم ہوتا ہے تو اب فرشتوں کے لئے یہ کہنا کہ انہوں نے
... تو میں ہرگز نہیں کہوں گا کہ اعتراض کیا میں بس یہ کہوں گا کہ متعجبانہ
... یہ ذراسی علمی بات ہے کہ کوئی اطلاع دی جائے تو اس میں جھوٹ
... کوئی بات پوچھی جائے تو اس میں جھوٹ اور سچ کا سوال
... تھوڑی کہہ رہا ہے وہ تو ایک بات پوچھ رہا ہے۔ تو پوچھنے
... سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اور پھر ملک نے کام کیا گیا ہے۔ ملک نے کام

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ کیا کہ نوع انسان کی زندگی کا ایک تاریک رُخ لیا۔ جو بلا شبہ ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ انسان فساد نہیں کرتا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ انسان خونریزی نہیں کرتا۔ تو ایک تاریک رُخ لیا انسان کا جو اس کی نظر میں بہت تاریک تھا اور فساد تو بلاشبہ تاریک ہے ہی اور خونریزی بھی جو بطور فساد ہو اس کے تاریک ہونے میں کیا شبہ ہے۔ تو اس رُخ کو لیا جو بیشک ہے اور اپنی زندگی کا روشن پہلو لیا جو حقیقتاً ہے لیکن انسان کی مجال ہے کہ وہ کہے کہ ملک تسبیح نہیں کرتا تقدیس نہیں کرتا۔ جو اپنی صفت تسبیح و تحلیل کی بتائی وہ حقیقتاً جو عام انسانوں کی صفت بتائی فساد اور خونریزی وہ بھی ہے۔ ہر جز صحیح۔ بس کام کیا کہ دونوں کو ملا کر پُوچھ لیا۔ اپنی زندگی کا روشن رُخ۔ ان کی زندگی کا تاریک رُخ۔ ان دونوں کو ملا کر پُوچھ لیا کہ کیا انہیں مقرر کیا جائے گا۔ ہمیں نہیں۔ نتیجہ پھر ملک نے نہیں نکالا کہ پھر ہم زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ یہ نتیجہ ہوتا جھُوٹ۔ یہ نتیجہ ہوتا غلط۔ یہ نتیجہ ملک نے نہیں نکالا۔ اسے سادہ لوح انسانوں پر چھوڑا کہ وہ یہ ہی نتیجہ نکالیں گے مگر یہ پوچھا ہی کیوں۔ میں نے کہا کہ۔ یہ سوال ہی کیوں کیا۔ تو یاد رکھیئے کہ سوال کرنے کا حق تو بہرحال انہیں یُوں تھا کہ وہ بارگاہ قدس کے طالب علم ہیں اور طالب علم کی سمجھ میں جو بات نہ آئے اسے اُستاد سے پُوچھنے کا حق ہے۔ متعلم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اجازت لازمی طور پر حاصل ہے ورنہ فریضۂ تعلیمی ادا ہی نہیں ہوگا۔ معلم ہونے کا رشتہ اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ طالب علم کو حق دے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے مجھ سے پُوچھنا۔ اور یہاں وہ پُوچھنا کسی مقصدِ الٰہی کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ میرے نزدیک اگر وہ یہ نہ پُوچھتے تو ایک مقصدِ الٰہی پورا ہونے سے رہ جاتا۔ وہ مقصدِ الٰہی کیا ہے۔ ایک تو جو میں پہلے کام لے چکا ان کے اس سوال سے وہ یہ ہے کہ مقصد کی جلالت نمایاں ہوئی کہ یہ منصب ایسا بلند ہے کہ ملک کی طلب بھی پڑتی ہے۔ اب خلقِ خدا کے لئے انتباہ ہے کہ اسے کبھی ارزاں نہ بنانا

اتنا اونچا ہے یہ منصب۔ اور وہ بھی اسی نام سے جسے تم نے ارزاں بنایا۔ یہاں اعلان ہو گیا گیا وہ اسی نام سے۔ کہ اسے ارزاں نہ بنا لینا۔ یہ ایک مقصد ہے جو میں پہلے یہ کام لے چکا۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ ملک نے یہ سوال کیا اور خالق نے وہ جواب دیا جو بعد میں آئے گا۔ یہ تمام دُنیا کو دکھانا ہے کہ دیکھو اس منصب کا اختیار ایسا میری ذات سے خاص ہے کہ جس میں ملک کے معصوم مشورہ کو بھی دخل نہیں ہے چہ جائیکہ خطا کاروں کا اجماع یا شوریٰ۔ صلوٰۃ۔

بس اب آیت پُوری پڑھ چکا ہوں۔ اس کے بعد کے اجزاء سے متعلق جو باتیں ہیں وہ کل عرض ہوں گی کہ خالق نے جواب دیا کہ اِنّی اعلم مالا تعلمون۔ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اس پر تبصرہ کل ہوگا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اصول نیابت شروع یہاں سے یہ ہوا۔ نائب ابھی میں نے کہا کہ وہ وہ کام کرے جو اس کا کام ہو جس کے کام کو وہ اپنا کام کہہ سکے۔ اور جس کے کام کو دنیا اس کا کام کہہ سکے وہ نائب ہے تو انبیاء اللہ کے نائب ہیں مرسلین اللہ کے نائب ہیں۔ ہمارے نزدیک آئمہ حق اللہ کے نائب ہیں۔ آدم اپنے وقت میں خلیفۃ اللہ تھے۔ نوح اپنے دَور میں خلیفۃ اللہ تھے۔ ابراہیم اپنے وقت میں خلیفۃ اللہ تھے۔ موسیٰ و عیسےٰ اپنے اپنے وقت میں خلیفۃ اللہ تھے اور ہمارے پیغمبر بلا قیدِ وقت خلیفۃ اللہ تھے۔ صلوٰۃ۔

بہرحال عملی حیثیت سے اپنے دور میں جب اس دار دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو جو جو ہدایتیں فرماتے تھے۔ وہ بحیثیت خلیفۃ اللہ کے تھیں اور جب دنیا سے تشریف لے گئے تو جوان کی جگہ پر ہدایت خلق کے منصب پر ہو وہ خلیفۃ اللہ ہے۔ اس طرح ایک بڑی مشکل جو اکثریت کو پیش آئی وہ ہمارے ساتھ پیش نہیں آئی۔ یعنی اکثریت کو یہ مشکل پیش آئی۔ متفقہ بات ہے کہ جب پیغمبرِ خدا دنیا سے اٹھے اور دنیا نے اپنا نظام بنام خلافت چلایا۔ تو اب پہلی فرد۔ تو انہوں نے کہنا شروع

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

کیا خلیفۃ رسول اللہ۔ بہت کھلی ہوئی بات ہے غور کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پیغمبر دنیا سے گئے ہیں۔ ہم ان کا جانشین بنا رہے ہیں۔ تو خلیفۃ رسول اللہ۔ تو اب جو آتا ہے وہ کہتا ہے السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ۔ سلام ہو آپ پر اے خلیفہ نبی۔ سلام ہو آپ پر اے رسول اللہؐ کے خلیفہ۔ اب اس وقت وہ بعد کی مشکل ذہن میں نہیں آئی تھی کہ بات کہاں تک پہنچے گی۔ کوئی دقّت نہ ہوئی عمر گزر گئی۔ مختصر تو ہوتی ہے عمر۔ وہ اتنے دن تک کہتے رہے خلیفۃ رسول اللہ۔ اب نمبر بڑھا۔ نمبر جو بڑھا۔ تو خود صاحب اقتدار جو موجود تھے۔ اب ان کے ذہن میں دشواری پیدا ہوئی۔ خود ان کے ذہن میں کشمکش پیدا ہوئی کہ صاحب اب میں کیا کہا جاؤں اب وہ بیچ میں ایک کڑی آگئی۔ تو اب علم معانی و بیان کی ہمارے ہاں ایک اصطلاح ہے تتابع اضافات۔ یعنی پے در پے اضافت۔ تو اب رسول اللہؐ کا خلیفہ۔ تاکہ رسول تک پہنچایا جاتے۔ بغیر اس کے تو تقدس نہیں پیدا ہوگا۔ تو رسول اللہؐ کے خلیفہ کا خلیفہ۔ خیر صاحب تھوڑی سی تو زحمت ہوئی ہے۔ یونہی سہی۔ اب آگے بڑھے تو دو اضافتیں آئیں۔ رسول اللہ کے خلیفہ کا خلیفہ۔ اب ذہن میں ہے کہ یہ تو سلسلہ رہے گا۔ اس وقت مصطفےٰ کمال پاشا کی کسے خبر تھی کہ وہ آکر اس سلسلے کو ختم کر دے گا۔ تو صلہ تو یہ تھا کہ رہے۔ تو صاحب یہ بڑی زحمت لے جا رہے۔ تو کیونکر حل ہو اس کا۔ مجمع کیا گیا۔ مجلس شوریٰ قائم ہوئی اور اسمیں پیش کیا گیا کہ بھائی یہ بڑی مشکل ہے۔ تمہاری سمجھ میں اب تک نہ آئی۔ لیکن بحمد اللہ میری سمجھ میں یہ مشکل آئی کہ اب کیا ہو۔ تم بتاؤ اس کا حل کیا ہو۔ یعنی مشکل سمجھ میں آگئی ہے حل سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ حل مشکل کے لئے مدد کی ضرورت ہے تو بتاؤ کہ کیا ہو۔ نکتہ رسی سے کام لے کر اُسے نہیں بلوایا گیا تھا کہ جس کا کام ہی مشکلکشائی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ احساس تھا کہ وہ جو بنیادی طور پر۔ بنیادِ مشکل سے الگ ہے۔ اس سے متفق نہیں ہیں۔ بہر حال

ان لوگوں میں سے کوئی لال بجھکڑ تھا۔ سمجھ دار آدمی ذہین۔ تو اس نے یہ کہا کہ صاحب اس جھگڑے ہی کو چھوڑ دیجئے ارے ہم مومنین ہیں آپ ہمارے امیر ہیں۔ لہٰذا یہ خلیفہ کا جھگڑا ہی ختم کیجئے۔ مصطفےٰ کمال پاشا نے بعد میں ختم کیا۔ انہوں نے اسی وقت ختم کر دیا کہ صاحب یہ جھگڑا نہیں۔ تو سُن لیا آپ نے کہ ہم مومنین اور آپ ہمارے امیر کیا عمدہ رائے تم نے تجویز کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے ہی قدم میں رسول سے اور رشتہ منقطع ہو گیا۔ اب جمہور سے رشتہ رہ گیا۔ تو جناب اب یہ سلسلہ شروع ہو گیا اور نسل در نسل چلتا رہا اور ہر دَور میں چلتا رہا۔ جب تک کہ وہ سلسلہ ختم نہیں ہو گیا۔ اور جناب ہمارے لئے یہ مشکل نہ پہلے تھی نہ بعد میں ہوئی۔ ہمارے اور بیچ میں کسی مخلوق کا قدم آتا ہی نہیں۔ ہمارے نزدیک رسول اللہ بھی خلیفۃ اللہ علی مرتضےٰ بھی خلیفۃ اللہ حسن مجتبےٰ بھی خلیفۃ اللہ حسین بھی خلیفۃ اللہ۔ پُورا سلسلہ ہے خلفائے خدا کا۔ سب نائب خدا ہیں۔ نائب خدا بھی ہیں اور نائب رسول بھی ہیں۔ نائب کا نائب بھی نائب ہی ہوتا ہے لہٰذا اس کے خلاف بات نہیں ہے۔ تو وہ اصول کہ جو اس کا کام ہو وہ اُس کا کام ہو۔ تو یہ نیابت کا تقاضا۔ اور جو اس کے ساتھ عمل ہو وہ اس کے ساتھ عمل۔ یہی نیابت کا تقاضا ہے۔ اب میں قرآن مجید کی آیتیں پڑھتا ہوں۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ یعنی پہلی اضافت ان کی طرف اطاعت کی پھر وہی اسکی طرف اضافت۔ کیا مطلب۔ چونکہ نائب ہیں لہٰذا جو ان کی اطاعت وہ اس کی اطاعت ان الذین یبایعونک اذ یبایعونک انّما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہے ان کے اللہ پر مگر وہ کہہ رہا ہے کہ میری بیعت ہے یہ اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھ پر ورنہ وہ جسم و جسمانیات سے بری اس کے ہاتھ کہاں سے آتے اسی دن کے لئے تو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نائب بنایا ہے۔ تو جو اس کے ساتھ برتاؤ وہ اس کے ساتھ برتاؤ۔ جو ان کی نا[illegible]
کرے اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ نیابت کا تقاضا یہاں نظر آ رہا ہے۔ جناب [illegible]
بس۔ یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو اس کے ساتھ ہے وہ اُس کے ساتھ اور جو اس کا کا[م]
وہ اُس کا کام۔ اب جہاں جہاں یہ بات نظر آئے سمجھ لیجئے کہ یہ نیابت کی د[illegible]
نظیر ہے یعنی نائب ہونے کا ثبوت ان لفظوں سے ہوتا ہے۔ اب دیکھئے متفق
علیہ حدیث صحاح ستہ کی ہے کہ رسول نے کہہ دیا یا علی حربک حربی سلمک
سلمی۔ یا علی تمہاری جنگ میری جنگ۔ اس دوسری لفظ کا ترجمہ ذرا مشکل [illegible]
ہوتا ہے لوگ ترجمہ کرتے ہیں تمہاری صلح مگر صلح کی لفظ سے ذہن میں آتا ہے لڑ[ائی]
کے بعد صلح کرنا تو اس کے معنی ہیں کہ پہلے لڑے۔ شاعر نے کہا ہے کہ بڑا مزا اس م[لاپ]
میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر۔ اس سے وہ مفہوم ادا نہیں ہوگا جو رسول [نے]
کہا ہے۔ ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لڑ کر آدمی پھر صلح کرے۔ بلکہ حرب کے مقاب[ل]
میں جو چیز ہوتی ہے تم سے جنگ مجھ سے جنگ۔ اور اب میں اُردو زبان میں [illegible]
کی کوشش کروں کہ تم سے ملاپ رکھنا۔ ملاپ کرنا نہیں۔ تم سے ملاپ رکھنا [illegible]
ملاپ رکھنا ہے اور بعض لفظیں ہیں جو ہمارے محاورہ میں نہیں تھیں مگر اخبار[وں]
یاد آتی ہیں وہ ادائے مطلب میں مجھے یہاں مدد پہنچائیں گی۔ تو جناب یہ ہمارا محا[ورہ]
نہیں تھا مگر اخباروں میں بہت دیکھا ہے۔ وہ میرے مطلب کی بات ہے [illegible]
کہ ان سے جنگ مجھ سے جنگ اور تم سے ناجنگی مجھ سے ناجنگی۔ یہ حرب اور [سلم]
دونوں مصدر ہیں۔ اُردو میں مصدر کے آخر میں نا ہوتا ہے۔ حرب کے معنی لڑنا [اور]
سلم کے معنی نہ لڑنا۔ حرب اور سلم دونوں عربی زبان میں مصدر ہیں۔ ہر زبان [میں]
مصدر کی اضافت کبھی فاعل کی طرف ہوتی ہے کبھی مفعول کی طرف۔ کوئی دو[ست]
آپ کے ایسے تھے کہ بچہ پر غصہ آیا تو اسے بے دردی سے مار رہے ہیں۔ آپ

[illegible] گئے۔ وہ بچے کو ایسی شدت سے مار رہے تھے کہ آپ ٹھہرے نہیں آگئے واپس۔
[illegible] ان انہوں نے کہا ارے بھئی آپ آئے اور ٹھہرے نہیں تو ان کے جواب میں
[illegible] کہ تمہاری مار سے مجھے ایسی اذیت ہوئی ایسی تکلیف ہوئی تمہاری مار سے
[illegible] دیکھا نہ گیا میں چلا گیا۔ کیا مطلب۔ یہ اضافت فاعل کی طرف ہے۔ تمہاری
[illegible] یعنی تم جو مار رہے تھے اپنے بچے کو۔ یہ ہوئی اضافت فاعل کی طرف۔ اب
[illegible] کوئی آپ کے شناسا۔ انہیں اتنے میں کسی نے زدوکوب کر دیا۔ آپ کو
[illegible] آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے بطور ہمدردی کہا کہ بھئی تمہاری مار
[illegible] بہت تکلیف ہوئی اب تمہاری مار کے کیا معنی ہوئے یعنی تم پر جو مار
[illegible] اضافت مفعول کی طرف ہوئی۔ وہاں اضافت فاعل کی طرف تھی۔ یہاں
[illegible] مار جو لفظ ہے اس کی اضافت مفعول کی طرف ہے اب رسول فرما رہے
[illegible] یا علی حربک حربی۔ حدیث متفق علیہ۔ دونوں معنی ہیں۔ دنیا کو جو پسند
[illegible] دونوں مفہوم پیش کئے دیتا ہوں۔ اگر اضافت فاعل کی طرف ہے تو یہ معنی
[illegible] کہ یا علی تمہارا جنگ کرنا میرا جنگ کرنا ہے۔ تو اب جس جس سے بھی علیؑ
[illegible] جنگ کی ہو اُسے سمجھئے کہ رسول اللہ نے جنگ کی اگر اضافت مفعول کی طرف
[illegible] معنی ہو گئے کہ تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے تو اب تاریخ میں دیکھ
[illegible] جس جس نے ان سے جنگ کی ہو۔ اب نہ رشتے دیکھئے گا نہ صنف دیکھئے
[illegible] اب ایک خاتون معظمہ۔ وہ بھی متفق علیہ حدیث ہے کہ فرمایا فاطمۃ بضعۃ
[illegible] فاطمہ میرا ایک جز ہے من اذاھا فقد اذانی جس نے اسے تکلیف دی
[illegible] مجھے تکلیف دی ومن اغضبھا فقد اغضبنی اور جس نے اسے غضبناک
[illegible] اس نے مجھے غضبناک کیا۔ میں نے ابھی کہا کہ یہ ترکیب کہ جو اس کے ساتھ
[illegible] وہ میرے ساتھ ہوا۔ یہ نیابت کا پتہ دیتا ہے۔ اب چاہے اس قسم نیابت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کا مجھے نام نہ معلوم ہو۔ ناموں سے فرق نہیں پڑتا۔ کبھی وہ نیابت بصورت نبو ہوتی ہے۔ کبھی نیابت بصورت رسالت ہوتی ہے۔ کبھی نیابت بصورت اما ہوتی ہے۔ اب اس نیابت کا خواہ مجھے نام معلوم نہ ہو۔ مگر ان لفظوں کی رو ماننا پڑے گا کہ یہ بھی نائب رسول ہیں اور بچوں کے لئے کہا کہ من احبّھما فق احبّنی ومن اغضبھما فقد اغضبنی۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے سے محبت کی اور جس نے ان کو غضبناک کیا اس نے مجھ کو غضبناک کیا۔ جو نیابت کے تقاضے ہیں سب نظر آرہے ہیں یا نہیں۔ یہ سب احادیث پیغمبر خدا ہیں ا اس سے پہلے قرآن مجید کی آیتیں تھیں جو رسول کی نیابت کے بارے میں پیش کیں۔ اور اب بہت جانی پہچانی شخصیت۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کتاب ردّ شیعہ میں تحفہ اثنا عشریہ۔ اپنے طبقہ کے لئے مایہ ناز کتاب ہے مصنّف۔ تو جناب ان کی کتاب ہے سر الشہادتین۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ خدا ہمارے رسول کو وہ سب فضیلتیں عطا کیں جو تمام انبیاء کو ملیں بلکہ اس سے بالا لیکن ایک صفت انبیاء کو ملی تھی جو براہِ راست ہمیں ان کے ہاں نظر نہیں آتی وہ ہے شہادت۔ لہٰذا خالق کو یہ منظور ہوا کہ صفت شہادت ان کے فضائل رہ بھی نہ جائے اور براہِ راست ان پر کسی دشمن کا وار کام بھی نہ کرے اس کے لئے اللہ نے ان کو دو نواسے عطا فرمائے اور شہادت کی دو قسمیں ہیں ایک شہادت سِرّی اور ایک شہادت جہری۔ مخفی شہادت زہر سے ہوتی ہے اور علانیہ شہادت تلوار سے ہوتی ہے۔ دونوں شہادتیں دونوں نواسوں پ تقسیم ہوگئیں۔ حسنؑ کے حصّے میں شہادت سِرّی آئی اور حسینؑ کے حصّے میں شہا جہری آئی۔ یعنی کھُلم کھلا شہادت۔ اور ان کے ذریعہ سے اللہ نے صفتِ شہادت کو فضائل رسول میں شامل کر دیا۔ اس کا نتیجہ۔ انہوں نے فرمایا اگر وہ میرے

تو میں بڑے احترام سے عرض کرتا۔ بہت بڑے آدمی ہیں۔ میں بڑے عرض کرتا کہ یہاں تک تو آپ نے فرما دیا جو میں سوال کروں اس کا کہ جب ان کی شہادت اُن کی شہادت تو جو اِن کا قاتل ہے وہ اُن کا قاتل نہ ہچکچایئے گا جتنے زور سے آپ نے وہ بات کہی اتنے ہی زور سے میری جواب دے دیجیئے اور سوا ایک جواب کے دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ کو پر قبول کرنا پڑے گا کہ جو اِن کا قاتل وہ اُن کا قاتل۔ یعنی رسول کا قاتل۔ ان کا ابھی تک ہے مگر کھول کر دونوں ٹکڑے کہہ دیجیئے کہ جو حسن کا قاتل ول کا قاتل اور جو حسین کا قاتل وہ بھی رسول کا قاتل۔ اب کوئی بحث نہ قاتل حسین کو یہ یہ کہا جائے یا نہیں۔ بس آپ جو جو رسول کے قاتل کو کہہ وہ کہیئے۔ ایک اور سوال کا جواب ہو جائے ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کی منطقی باتیں سوچ سوچ کر ہماری عزاداری پر کہی جاتی ہیں۔ یعنی ہاتھ سینوں پر مارتے ہیں دل دُو سروں کے دہلتے ہیں۔ روتے ہم ہیں صدمہ کو ہوتا ہے۔ طرح طرح کے منطقی سوال سامنے آتے ہیں کہ وفات رسول و ماتم نہیں ہوتا۔ جتنا امام حسین کی شہادت پر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ان کو رسول سے بڑھاتے ہو۔ تو اب چڑھتا ہوا جواب تو یہ ہے کہ کہوں کہ اچھا صاحب نواسے کو ہم نے حصّہ میں لے لیا ہے رسول کو آپ میں لے لیجیئے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس میں ہم آکر آپ کے ساتھ ہوں گے آپ اس میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں۔ جناب شاہ کے مطابق سال میں دو تاریخیں ہیں ایک وفات رسول کی ایک رسول کی۔ وہ ربیع الاوّل کی کسی تاریخ کو ہے اور یہ جو دس محرّم کو شہادتِ رسول کی تاریخ ہے۔ اب آپ بتایئے کہ وفات کی یادگار قائم

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کریں یا شہادت کی اور اب مصائب میں میں کہتا ہوں کہ اسے ہم سے کیوں گ
ہیں آسمان سے پوچھئے کہ وفات رسولؐ پر خون کیوں نہیں برسا حسینؑ کی شہا
پر کیوں خون برسا۔ اسے سیّد علاّمہ کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی کی مطالب السئو
میں دیکھ لیجئے۔ علاّمہ ابن حجر مکّی کی صواعق محرقہ میں دیکھ لیجئے خواہ سبط ابن جو
کی تذکرہ خواص الائمہ میں دیکھ لیجئے۔ کہ دس محرّم کے بعد چالیس دن تک
کپڑا پھیلایا جاتا تھا زیر آسمان اس پر خون کے چھینٹے نظر آتے تھے۔ اہل عزا دیکھ
کہ عاشورے ہی کی تاریخ اِدھر سے مقرر کی ہوئی نہیں ہے بلکہ چہلم کی تاریخ بھی اُدھر
کی ہوئی ہے۔ یعنی اس نے بیس صفر تک کائنات کو سوگوار رکھا ہے۔ چہلم کے دن تک
صفر تک خون برس رہا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ پیغمبر خدا کے غم میں سیّدہ عالم رو رہی
علی رو رہے تھے حسنین رو رہے تھے ارے صحابہ میں سے بھی جن جن کو رونے کی فرص
تھی وہ رو رہے تھے۔ سب ہی سیاستدان تھوڑی تھے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی
مدارج النبوۃ میں کہا کہ بعض صحابہ گریبان پھاڑ پھاڑ کر جنگلوں میں نکل گئے اور مدینہ
کہرام برپا تھا یہ تاریخ سے ثابت ہے تو یقیناً یہ سب رو رہے تھے مگر حسین
غم میں تو رسول اللہ رو رہے ہیں اور پھر دیکھئے کہ جناب ام سلمہ نے خواب دیکھ
یہ بھی متفق روایت ہے کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا
شیطان کی یہ مجال نہیں کہ میری صورت میں آئے یہ صحیح مسلم و بخاری کی متفق حد
ہے۔ اب دیکھئے صحیح ترمذی میں کہ جناب ام سلمہ۔ اب کوئی اور یہ خواب دیکھ
کوئی یہ بحث پیدا کر سکتا تھا کہ وہ رسول کی صورت کو کیا جانے لیکن جناب ام
کے بارے میں تو یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ رسول نے ایک خاک دی تھی کہ اسے
چھوڑ دو۔ یہ بھی صحیح ترمذی میں ہے کہ جب یہ خون ہو جائے تو سمجھنا میرا فرزند حسین شہید
یہ خاک جب حسین کے سفر کے بعد دیکھتی تھیں تو دل کو ڈھارس ہو جاتی تھی کہ حسین ز

اس وقت گھر والوں کو کون بتاتا کہ مسافر حسین پر کیا بیت رہی ہے تو جب دل اُلجھتا
تھا تو ام سلمہ اس خاک کو دیکھ لیتی تھیں لیکن جب محرّم کا چاند ہو گیا تو دل کی اُلجھن اتنی بڑھ
گئی کہ خاک کو دیکھ کر وقتی تسلّی تو ہوتی ہے مگر جب دم اُلجھتا ہے تو مکمل طور پر دل کو
قرار نہیں آتا۔ اب روز خاک پر نظر ڈالنے لگیں۔ اب جو عشرہ کا دن آیا تو خاک کو
اصلی حالت پر دیکھ رہی ہیں۔ تب بھی دل نہیں ٹھہرتا ورنہ بار بار آ کر کیوں دیکھتیں
ارباب عزا۔ دو پہر تک دیکھا خاک اصلی حالت پر ہے۔ پھر دل کو قرار نہیں۔ راز
سمجھ میں نہیں آتا۔ خاک کی رنگت نہیں بدلی۔ خاصیت بدل گئی۔ رنگت وہی ہے
لیکن اب دل کو تسلّی نہیں ہوتی اُسے دیکھ کر۔ ارے میں کہتا ہوں پہلے جب بھی دیکھا
تو خاک ہی تو بتا رہی ہے کہ حسین زندہ ہیں۔ صادق رسول کا قول ہے خاک اصلی
حالت پر ہے لیکن کیا عباس بھی زندہ ہیں کیا علی اصغر بھی زندہ ہیں کیا قاسم بھی زندہ
ہیں کیا فاطمہ صغریٰ کا وہ ننھا مسافر بھائی بھی زندہ ہے۔ کیونکہ حسین زندہ ہیں۔ لہٰذا
خاک اصلی حالت پر ہے۔ دن بھر کی تگ و دو سے اور پریشانی سے اتنی تھک
گئیں کہ اپنے حجرے میں آ کر لیٹ گئیں۔ سونے میں عصر کا ہنگام آیا۔ اب یہ پھر صحیح
ترمذی کی روایت ہے۔ عصر کا ہنگام آیا تو رسول اللہ سامنے سر برہنہ نظر آئے۔
سر و ریش پر خاک پڑی ہوئی بال بکھرے ہوئے۔ پُوچھتی ہیں یا رسول اللہ یہ کیا عالم
ہے۔ فرماتے ہیں تمہیں نہیں خبر میرا فرزند حسین قتل ہو گیا۔ فرماتے ہیں میں صبح سے اسوقت
تک کربلا میں تھا۔ یہ میرے سر و ریش پر خاک کربلا ہے یہ حسین اور انصار حسین کا
لہو ہے جو دن بھر میں جمع کرتا رہا ہوں۔ اہل عزا فرماتے ہیں دن بھر میں کربلا میں رہا
اور علی اکبر کے سینے پر برچھی لگی رسول اللہ دیکھ رہے تھے عباس کے شانے کٹے رسول اللہ
دیکھ رہے تھے۔ اور ننھّا مسافر کربلا کا حسین کے ہاتھوں پر نشانہ تیر ستم ہوا رسول اللہ کی آنکھوں
کے سامنے۔ اور وہ جسے کاندھے پر چڑھاتے تھے جسے سینے پر لٹاتے تھے اسکو تہہ خنجر دیکھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجلس ہشتم

فلسفۂ جہاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔

قرآن مجید میں مستقل سورہ ہے جس کا نام سورہ فتح ہے اور اسی آیت کی منا[sic]
سے جو آغاز سورۃ ہے یہ سورۃ انا فتحنا کے نام سے بھی مشہور و معروف ہے ا
بسم اللہ کے بعد یہ اس کی پہلی آیت کا پہلا جُز ہے ارشاد ہو رہا ہے اپنے
حضرت محمد مصطفےٰ سے کہ یقیناً ہم نے تم کو ایک بہت ہی کھلی ہوئی اور نما
عطا کی ہے۔ فتح اور شکست یہ آپ کی اُردو زبان میں بھی مستعمل ہے اور اس
سے زیادہ آسان اُردو ترجمہ بھی معلوم ہے جیت اور ہار۔ جب ہم فتح کی ا
تو اس کے ساتھ ساتھ ذہن میں فوراً جنگ آئے گی اور جب خالق نے
نے آپ کو بہت کھلی ہوئی فتح عنایت کی تو فوراً ذہن میں یہ آئے گا کہ کوئی
بڑی جنگ تھی جس میں بہت نمایاں فتح حاصل ہوئی اگر کتابوں پر نظر
انسان قرآن کا مطالعہ نہ کئے ہوئے ہو اور یہ آیت سُنے کہ ہم نے
کھلی ہوئی فتح عنایت کی تو یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ بہت بڑی جنگ
جس کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی۔ جس کامیابی کو خالق نے عظیم کامیابی
اب ہم مطالعہ شروع کر دیں گے غزواتِ رسول کا کہ حضرت نے کون

... لڑیں اور ان چھوٹی جنگوں کو جن میں حضرت کسی کو سردار بنا کر بھیج دیتے
... انہیں نظر انداز کر دیں گے کیونکہ وہ ایسی اہم نہیں تھیں جبھی تو آپ خود تشریف
... لے گئے انہیں اصطلاحاً سریہ کہتے ہیں۔ جہاں کسی دوسرے کو سردار بنا کر بھیج
... تھے۔ غزوات وہی ہیں جن میں حضرت خود تشریف لے گئے۔ بس ایک
... ہے جو اصطلاح کے مطابق سریہ کہی جانے چاہیئے مگر نہ معلوم کیوں محاورہ
... کو اُسے غزوہ موتہ کہنے لگے۔ اب اس پر نظر ڈالیں گے اور جب آیت
... کو صرف اپنی عقل سے چاہیں گے کہ آخر وہ کونسی جنگ ہو سکتی ہے کہ
... میں کامیابی کو خدا نے نمایاں کامیابی اور فتح مبین کہا ہو۔ تو ہمارا ذہن بہت
... پہلوؤں کو محسوس کرتا ہے کہ کن پہلوؤں سے وہ فتح ہو تو فتح مبین ہو گی۔
... صورت یہ ہے کہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے فتح کی کوئی صورت ہی نہ
... ساز و سامان ہی اتنا نہ ہو کہ جنگ سر ہو سکے اور پھر اس کے باوجود نتیجے
... فتح ہو تو بالکل برمحل ہو گا اگر وہاں خالق ارشاد فرمائے کہ ہم نے آپ کو فتح
... عطا کی یعنی اسباب تو ایسے نہ تھے۔ اب اس معیار پر دیکھیں تو جنگ بدر
... سے زیادہ نمایاں ہے۔ سب سے پہلی اور اہم لڑائی اسلام کی جس کو جنگِ
... کہتے ہیں اسی بدر کی جو صورتِ حال ہے اس کو پیش کر کے میں اس دنیا کو
... دعوت دیتا ہوں جو کہتی ہے کہ اسلام کو تلوار سے پھیلایا گیا اور رسول کی لڑائیوں
... کو معاذ اللہ یہ سمجھتی ہے کہ یہ ان کی طرف سے جارحیت کا نتیجہ تھیں۔ میں
... کہتا ہوں کہ تمام لڑائیوں کا سنگ بنیاد جنگِ بدر ہے تو اب جنگ بدر
... کی صورتِ حال پر غور کیجئے۔ انصاف کے ساتھ۔ پھر آپ کی عقل یہ کہے کہ
... رسول نے خود اقدام کیا ہو گا تو میں یہ سمجھوں گا کہ ابتدا انہوں نے کی ہے
... اب جنگِ بدر کی صورتِ حال جو ہے وہ متفق علیہ تاریخ میں یہ نظر آتی ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ اُدھر ایک ہزار کے قریب لشکر اور ساز و سامان جنگ سے بالکل آراستہ پیراستہ اور اِدھر اُن کے مقابلے میں کل جماعت تین سو تیرہ آدمی اور ان تیرہ میں صرف تیرہ تلواریں اور صرف دو عدد گھوڑے۔ تو میں صاحب ... کو دعوت دیتا ہوں کہ جس کے پاس سامانِ جنگ یہ ہو کیا وہ خود سے ... کرے گا۔ آپ اُسے رسول نہ مانئے صرف ایک صاحب عقل انسان ... کہیئے کہ یہ ساز و سامان جنگ ہو تو کیا وہ ابتدائے جنگ کرے گا۔ یہ ... تو خود بتاتی ہے کہ جنگ کر نہیں رہا ہے بلکہ جنگ کرنا پڑ گئی ہے اور ... کو نہ دیکھئے گا کہ کیا ہوا۔ اس صورتِ حال کو دیکھئے کہ جس کے پاس یہ ... اور ایسے ساز و سامان کے ساتھ ہو جس کو کہنا چاہیئے کہ کچھ بھی سامان ... وہ نکل کھڑا ہو مقابلے کے لئے تو وہ مارنے نکلا ہے یا مرنے۔ صاف ... کہ اس سے اس کا مقصد قربانی پیش کرنے کا ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی مقصد ہو ہی نہیں سکتا۔ اب اس کے باوجود اگر فتح ہوئی تو کیا ... اس بات کی مستحق نہیں ہے کہ خالق کہے کہ انا فتحنا لك فتحًا مبينا ... آپ کو یہ عظیم فتح عنایت کی۔ اب تاریخ کو دیکھئے تو وہ بتائے گی کہ جتنی ... بدر میں ہوئی ہے۔ اُس مخالف گروہ کو۔ ایسی شکست کسی جنگ میں نہیں ... یعنی جتنے بڑے سردار تھے جتنے سرغنہ تھے جتنے بڑے بڑے سورما ... اسی جنگ میں تہہ تیغ ہوئے۔ اب قرآن کہہ رہا ہے کہ فرشتے مدد ... تھے۔ خیر فرشتے آئے تھے تو کس نے فتح دی۔ میں کہتا ہوں کہ فرشتے ضرور آئے۔ قرآن نے خود کہا ہے کہ کمزور دل والوں کی تسلی کے لئے آ... نہیں اگر کبھی ضرورت پڑے گی تو ہم فرشتے بھی بھیج دیا کریں گے۔ یہ تمہا... کے لئے تمہیں خوشخبری دینے کے لئے فرشتے آئے ہیں مگر دُنیا وال...

... میں فتح مِل گئی۔ اور جو حقیقی شجاع تھا۔ میں کہتا ہوں وہ تو افسردہ ہو گیا کہ ... ہوتے ہوئے فرشتے آئے۔ میں موجود تھا اور پھر فرشتے آئے۔ حالانکہ اس ... کا خالق نے بڑا اہتمام کیا کہ فرشتے بھی آئے تو اسی کی صورت میں آئے۔ ... کوئی بھی مجروح تھا اس سے پوچھا جاتا تھا تو اسی کا نام لیتا تھا چاہے عداوت ... بڑھ جائے، لیکن ان کی غیرتِ شجاعت کو بار محسوس نہ ہو۔ اور ماشاءاللہ ... صاحبانِ فہم ہیں اس جملے کو سمجھیں گے جواب عرض کرنا ہے کہ صفت شجاعت کو ... ذات سے ایسی خصوصیت ہو گئی تھی کہ ملک لباس مجاز بھی پہنتا تھا تو ... شجاعت کے لئے اس سے بہتر صورت اور کوئی نہ ملتی تھی۔ صلوٰۃ۔

بہرحال اب جب فرشتے آئے تو اور زیادہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ یہ کہے ... کھلی ہوئی فتح ہم نے خلاف اُمید عطا کی۔ یہ ایک سبب ہو سکتا ہے فتح کے ... ہونے کا۔ ایک اور معیار ہو سکتا ہے فتح کے عظیم ہونے کا کہ شکست ہو ... اور پھر سے ختم ہو جائے۔ ارے ایسی شکست کہ صفحہ میدان میں کوئی تھا ... میں کہتا ہوں کہ جب کوئی نہیں تھا تو نام لینے کی کیا ضرورت ہے کہ ... کون نہیں تھا۔ شخصیتیں تو گم ہو جاتی ہیں جمہور کے کردار ہیں۔ تو اس لئے مجھے ... کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ کون کون نہیں تھا بس یہ ہے کہ صفحہ میدان ... تھا اور رسول کے پاس کوئی نہ تھا۔ جو تھے وہ شہید ہو گئے اور باقی میدان ... غائب ہو گئے۔ اب ایک کی تلوار ہے اور فتح ہوئی اور وہ ایک شخص وہی ... کے دل پر اس روز میل آیا تھا تو خالق نے کہا کہ آج کچھ بھی ہو جائے۔ ... نہیں آئیں گے اور اسی ایک نے دکھلا دیا کہ کوئی نہ رہے مگر میں جنگ ... دکھلا دوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری شجاعت جمہور کا سہارا ... نہ میری شجاعت جمہور کے سہارے سے ہے نہ امامت جمہور کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وجہ سے ہے۔ تواب جناب اسی صورتِ حال کے باوجود ہر جنگ کو اگر تفصیل سے
عرض کروں تو وقت کے اندر مجلس ختم نہ ہو اسی لئے بس ہر جنگ کو چند جملوں میں
یہاں دیکھئے۔ کیا آئی انا فتحنا لك فتحاً مبیناً۔ کی آواز۔ اگر اس محل پر آئی ہو تو
ہمارے لئے بالکل ذہن نشین ہے۔ ہماری سمجھ میں بالکل آتا ہے کہ خالق گویا
ارشاد کر رہا ہے مسلمانوں پر تازیانہ لگاتے ہوئے کہ تم نے شکست میں کوئی کسر
نہیں اُٹھا رکھی تھی۔ یہ ہم تھے جس نے تم کو یہ کھُلی ہوئی فتح عنایت کی۔ ایسے اب
کسی کے ہاتھ سے ہو۔ تو وہ ہمارا ہی تو ہاتھ ہے تو بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں یہ آیت اُتری۔ اس کے بعد جنگِ خندق ہے۔ جنگ خندق میں وہ ایک
سورما جس سے خود اپنی جماعت کے نمایاں افراد مجمع کو دہلا رہے تھے کہ اس
سے بھلا کون مقابلہ کر سکتا ہے یہ تو اُونٹ کے بچے کو سپر بنا لیتا ہے بڑی اہمیت
ہے کہ اُونٹ کے بچے کو سپر بنایا۔ میں کہتا ہوں کہ جو حقیقی شجاع ہے وہ اس کو
عملاً جواب دے گا کہ ارے تمہیں اُونٹ کے بچے سے بڑی اہمیت محسوس ہوئی
تو سہی درِ خیبر کو سپر نہ بنا دوں۔ صلوٰۃ۔

جب اس سورما کے مقابل میں اِدھر کا مردِ میدان گیا تو پہلے تو رسول نے ہم
جانے والے کی اہمیت کو نمایاں کیا اور اس کے مدِّ مقابل کی بھی اہمیت کو نمایاں
کیا۔ برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ اس میں گویا اِدھر والے ہی کو بہت
امتیاز عطا نہیں کیا بلکہ اُدھر والے کو بھی دُنیائے کفر میں امتیاز عطا کیا
کہ پورا ایمان جا رہا ہے پورے کفر کے مقابلے میں۔ یعنی اس ایک کو شکست
ہوگئی تو پورے کفر کو ہمیشہ کے لئے شکست ہوگئی اور اس ایک نے فتح حاصل
کی تو پورے ایمان کو ہمیشہ کے لئے فتح ہوگئی۔ اس سے بعد کے ارشادِ رسول
کا مفہوم سمجھ میں آئے گا۔ اگر یہ فتح نہ ہوتی تو قیامت تک کی عبادتیں کہاں

ہوتیں۔ یہی تو فتح ہونے کے بعد رسول نے فرمایا۔ ضربة علی یوم الخندق افضل
من عبادة الثقلین۔ قیامت تک جتنی عبادتیں ہوں گی ان سب سے افضل
آج کی یہ ایک ضربت ہے۔ صلوٰۃ۔

تواب جب کفر کا اتنا طاقتور نمائندہ۔ اس نے شکست کھائی تو اب اس
جنگ کے نتیجے کو اللہ ارشاد فرمائے انا فتحنا لك فتحاً مبیناً۔ ہم نے آپ کو
نمایاں فتح عنایت کی۔ جس سے ہمیشہ کے لئے کفر شکست کھا گیا چنانچہ یہ
حقیقت ہے کہ اس کے بعد مشرکین قریش کی کمر ٹوٹ گئی۔ جنگ احزاب کے
بعد انہوں نے معرکہ آرائی کی ہمت نہیں کی۔ پھر اور لڑائیاں جو ہوئی ہیں وہ خیبر
ہے۔ وہ یہود کے مقابلے میں ہے۔

وہ جو اب تک جنگ کر رہے تھے وہ سب ہمیشہ کے لئے شکست کھا گئے
تواب اسے اللہ کہے تو بالکل صحیح۔ سمجھ میں آنے والی بات۔ اب اس کے بعد
جنگ خیبر۔ اب حضور خیبر میں بھی جب مسلسل شکستیں ہو رہی ہوں اور پھر فتح
ہو تو وہ فتح مبین ہے یا نہیں اور رسول کی وہ حدیث جو متفق علیہ ہے صحیحین
میں بھی موجود ہے۔ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے تو پیغمبر نے اس کے کردار کے
نتیجے کو فتح کہا بھی ہے وہ حدیث لاعطین الرایة غداً اس کے آخر میں
کہا فرمایا ہے یفتح اللہ علی یدیہ۔ ایسے کو علم دوں گا وہ نہیں پلٹے گا،
جب تک کہ اس کے ہاتھوں پر فتح نہ ہو جائے۔ دیکھئے کتنا مطابق ہے آخری
انا فتحنا کے ساتھ۔ حتیٰ یفتح اللہ۔ یہاں تک کہ اللہ فتح دیدے اس کے
ہاتھ پر۔ بس وہ پُوری حدیث تو میں نے چھوڑ دی ہے اس لئے کہ تبصرہ کرنا
ہے۔ یہ جملہ تو ضرورتاً پیش کرنا تھا کیونکہ فتح کی لفظ آئی ہے۔ تو یہاں
پیغمبر خدا کی بارگاہ میں عرض کروں گا کہ حضور آپ نے کرار غیر فرار فرما دیا۔ یہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

صفت ہے۔ آپ کا مشاہدہ ہے۔ دنیا کا مشاہدہ ہے اور حضور پھر اسس ہیں یحب اللہ و رسولہ۔ وہ اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ فرما دیا تو ظاہر ہے کہ آپ ترجمان ہیں اللہ کے آپ کو اس کی محبت کا حال بھی معلوم ہے۔ اسی کے دیئے ہوئے علم سے لیکن یہ جو آپ فرما رہے ہیں کہ وہ نہیں پلٹے گا۔ تو پلٹنا نہ پلٹنا فعل غیر ہے۔ یہ تو آدمی کا اختیار ہے کہ پلٹے نہ پلٹے۔ تو یہ دوسرے کے فعل کی ذمّہ داری آپ کیوں لے رہے ہیں فرماتے ہیں وہ نہیں پلٹے گا جب تک خدا اس کے ہاتھ پر فتح عنایت نہ کر دے تو آپ دوسرے کے عمل کی ذمّہ داری خود لے رہے ہیں تو رسول فرمائیں گے کہ آدمی کسی دوسرے کے عمل کی ذمّہ داری نہیں لے سکتا لیکن آدمی کیا اپنے نفس کے عمل کی ذمّہ داری بھی نہیں لے سکتا۔ صلوٰۃ۔

اسی طرح حنین میں بھی شکست کے بعد فتح ہوئی۔ بڑی لڑائی خیبر کے بعد حنین کی ہے۔ خیبر کے بعد اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ تو یہ جتنے واقعے ہیں اس میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ہم کہہ دیں کہ آیت یہاں نازل ہوئی ہے تو عقل قبول کر لے گی۔ اور ذہن اسے قبول کر لے گا۔ حالات کے لحاظ سے بالکل مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اب جو واقف ہیں وہ اور جو ناواقف ہیں وہ انہیں حیرت ہوگی کہ یہ سورہ نہ بدر کے بعد نازل ہوا ہے نہ اُحد کے بعد نازل ہوا ہے نہ خندق کے بعد نازل ہوا ہے نہ یہ جنگِ خیبر کے بعد نازل ہوا ہے جنگِ حنین کے بعد نازل ہوا ہے۔ یہ میں ایسے مجمعوں میں بھی پیش کرتا ہوں جہاں غیر مسلم افراد کثرت سے ہوتے ہیں۔ حضور یہ سورہ صُلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوا ہے جہاں جنگ ہوئی ہی نہیں تھی۔ جہاں پیغمبر خدا ایسے شرائط کے ساتھ صلح کر

واپس چلے گئے کہ ساتھ والے پرجوش مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ گھبرا گھبرا کر اتنے شدید سوال ہو رہے تھے جو صحیح بُخاری کے صفحات پر درج ہیں کہ کیا آپ نبی نہیں ہیں کیا ہم مومن نہیں ہیں پھر ہم یہ ذلّت کیوں برداشت کریں۔ اتنی ناراضگی تھی مسلمانوں کو۔ یہ دیئے ہوئے شرائط ہیں۔ بس اب یہاں پُوری تاریخ میرے سامنے ہے۔ ایک بات تو ضرور کہوں گا یہاں کہ جنگ ہوتی تو لڑتا کوئی اور مگر اب صلح ہو رہی ہے تو صلح کے میدان میں بھی قدم نہیں رُکتے۔ صلوٰۃ۔

اور جو ہر جنگ کا فاتح رہا ہے اس کو کوئی بے چینی نہیں ہے جس ہاتھ میں ذوالفقار تھا اسی ہاتھ میں آج قلم ہے۔ نہ جب ہاتھ میں علم ہوتا تھا تو ہاتھ کو جنبش ہوتی تھی۔ نہ آج قلم ہاتھ میں ہے تو ہاتھ میں لرزہ ہے یعنی ہر میدان میں ثابت قدم۔ اب صلح ہو گئی سرکار والا اس وقت لکھے جا رہے تھے شرائط۔ تو بعد میں رسول سے کتنی باتیں ہوئیں تو اس وقت آپس میں کتنی باتیں ہوئی ہوں گی۔ کتنی نکتہ چینیاں آپس میں ہو رہی ہوں گی دیکھو اسے بھی مان لیا اسے بھی مان لیا۔ کوئی ایک دوسرے کو ٹہوکے دے رہا ہے اور پیغمبر ہیں کہ ان کی طرف سے آنکھ بند کئے ہوئے نہ ان کی باتوں کو سُنتے ہیں نہ ان کے اشارہ چشم و ابرو کو دیکھتے ہیں نہ ان کے چہروں کی بدلتی ہوئی رنگتوں کو دیکھتے ہیں آپ شرائط لکھوا رہے ہیں اور لکھنے والا ہے کہ لکھے جا رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ میدان میں اس وقت صرف دو ہیں۔ صلوٰۃ۔

یعنی ان سب کا رنگ کچھ دیکھ ہی نہیں رہے ہیں نہ ان کی باتیں سن رہے ہیں نہ ان کی طرف توجہ دے رہے ہیں نہ ان کو کچھ سمجھ رہے ہیں۔ اگرچہ یہاں بات طویل ہے۔ مگر یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ کچھ نہیں۔ بس ایک جملہ اور وہ یہ ہے کہ رائے عامہ کی جیسی توہین حدیبیہ میں ہوئی ہے ایسی تاریخ میں کبھی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور کہیں نہیں ہوئی۔ صلوٰۃ۔

اور اب رسول اللہ صلحنامہ کو مکمل کر کے دستخط کر چکے۔ اس کی باضابطہ تکمیل کر چکے۔ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہیں۔ اب وہ شرعی حیثیت سے اسکی پابندی کو ختم کرنے کے لئے جو صورت شرع میں ہے وہ اختیار فرما رہے ہیں کہ کچھ بال سر کے کاٹے جائیں۔ یا یہ کہ افضل تو یہی ہے کہ پورے سر کو۔ وہ جو منیٰ میں ہوا کرتا ہے۔ صاف کریں گے۔ ہمارے ہاں کے نوجوان کتنی ہی محبت سے بال رکھتے ہوں۔ کتنے ہی اہتمام کے ساتھ ان کی آرائش ہوتی ہو مگر حج کریں گے تو وہاں جاکر فارغ البال ہونا پڑے گا۔ تو حضور آپ اب فرماتے ہیں مجمع سے مخاطب ہو کر کہ۔ بس سر کے بال منڈ داؤ۔ یعنی احرام کو ختم کرو۔ اور حضرت کے حکم پر مجمع میں سے کوئی نہیں اٹھ رہا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں اور کئی دفعہ فرمانے کے بعد۔ جی ہاں۔ مایوس ہو کے۔ حضرت وہاں سے تشریف لے گئے۔ اور آپ نے ان کی پرواہ نہیں کی۔ اور تشریف لے جاکر خود اپنے بالوں کو دور فرمایا۔ تو جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ تو واپس چلے ہی جا رہے ہیں ہم بغیر ان کے کہاں ٹھہرے رہیں گے۔ تو اب بد دلی سے جاکر تھوڑے تھوڑے بال۔ اس کو تقصیر کہتے ہیں فقہ کی اصطلاح میں۔ کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے تھوڑے تھوڑے بال منڈوائے۔ دل تو چاہ نہیں رہا تھا اس لئے تھوڑے تھوڑے بال قینچی سے کٹوا لئے پابندی ختم کر دی تو اب یہ متفق علیہ کتابوں میں بات ہے۔ کہ دوسرا دن ہوا ظاہر ہے کہ سب کو حضرت کی خدمت ہی میں تو رہنا تھا۔ لہٰذا وہ غم و غصّہ بھی پرانا ہو گیا۔ اب سب آکر رسول کی خدمت میں بیٹھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اللہ رحمت نازل کرے ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے سر منڈوائے ایک

طرف سے آواز آئی والمقصرین۔ یا رسول اللہ اور جنہوں نے۔ اب کیا کیا جائے کہ اس کے لئے فقہ میں لفظ یہی ہے۔ کہ جو تقصیر کرنے والے ثابت ہوئے وہ تقصیر اور معنی میں ہے مگر ہے یہی لفظ۔ تو جنہوں نے تقصیر کی انہیں بھی فرما دیجئے۔ اب بڑے صاحب الرائے جتنے بھی ہیں سب کچھ ہیں مگر رسول کو وسیلہ جانتے ہیں کہ بغیر ان کی دعا کے کچھ نہیں ہو گا۔ تو کہتے ہیں کہ والمقصرین کہ جنہوں نے تقصیر کی انہیں بھی فرما دیجئے۔ رسول نے دوبارہ پھر فرمایا اتنا ہی کہ۔ . . . جنہوں نے سر منڈوایا ان کے شاملِ حال اللہ کی رحمت ہو۔ پھر دوسری طرف سے آواز آئی والمقصرین۔ یعنی کیا خوب ہے معطوف الیہ۔ رسول کے کلام میں معطوف یہ لوگ بڑھا رہے ہیں۔ حضور یہ بھی کہ۔ والمقصرین۔ کہ جنہوں نے تقصیر کی۔ حضور نے پھر اتنا ہی فرمایا کہ جنہوں نے رضا سے اپنے بال کٹوا دیئے۔ اب پھر آواز آئی تو حضور نے بغیر دُعائے رحمت کے دہرائے ہوئے۔ دہرا دیا کہ والمقصرین۔ اچھا تمہاری خاطر یہ بھی سہی۔ کہ جو تقصیر کرنے والے ہیں وہ۔ والمقصرین اور وہ جنہوں نے تقصیر سے کام لیا۔ تو اب یہ عالم کہ مسلمانوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ یہ ہمارے لئے عزت ہے یا ذلت ہے۔ اب خالق یہ سورہ نازل فرماتا ہے کہ ان فتحنا لك فتحًا مبینًا۔ ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی تو پیغمبر نے ناراض مجمع کے نمائندہ خاص کو بلا کر جو ویسی ہی گفتگو کر رہے تھے انہیں بُلا کر فرمایا کہ دیکھو یہ سورہ نازل ہوا ہے انا فتحنا لك فتحًا مبینًا۔ ہم نے آپ کو کُھلی ہوئی فتح عنایت کی۔ تو اب بولتے ہیں کہ اچھائیوں بھی فتح ہوتی ہے۔ یعنی اب بھی دل کو یہ بات لگ نہیں رہی۔ اچھائیوں بھی فتح ہوتی ہے۔ رسول فرماتے ہیں میں کیا کروں اللہ یہ کہہ رہا ہے۔ دیکھئے اسلام لانا کتنا مہنگا پڑا ہے۔ کہ اب کیا کریں۔ اللہ کہہ رہا ہے۔ تو اب یہ ہے کہ جس کے لئے غیر مسلم مجمع میں میں خلاصہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پیش کرتا ہوں کہ اب اس سے دنیا کو فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اسلام جنگ کے میدان میں فتح کو فتح مبین نہیں کہتا۔ امن کے میدان میں فتح کو فتحِ مبین کہتا ہے۔ بہرحال اب دنیا کو اس سے ایک نتیجہ پر پہنچنا چاہیئے کہ فتح ایک ہی طرح کی نہیں ہوا کرتی۔ فتح یہی نہیں ہوتی کہ دشمن کی فوج کو منتشر کر دیا جائے۔ دشمن کو مادی حیثیت سے دبا دیا جائے۔ یہی فتح بس فتح نہیں۔ اگر قرآن کو مانتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ فتح کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں اگر نانا نے صلح فرمائی مشرکین کے ساتھ اور اُسے قرآن نے کہا کہ یہ فتح مبین ہم نے عطا کی۔ تو اگر نواسہ ظاہری مسلمانوں کے مقابلے میں صلح کرے تو دنیا کو اسے شکست کہنے کا حق نہیں ہے۔ اُسے فتح کہنے کا ہمیں حق ہے دنیا کو شکست کہنے کا حق نہیں ہے اور اگر ہم کہیں کہ کربلا میں حسین نے بھی فتح حاصل کی تو دنیا کو اس پر مضطرب یا پریشان نہیں ہونا چاہیئے کہ یوں بھی فتح ہوسکتی ہے۔ دیکھئے فتح کے معنی کسی لغت میں مار ڈالنے کے نہیں ہیں اور شکست کے معنی مارے جانے کے نہیں ہیں۔ فتح کا فارسی ترجمہ کامیابی کے معنی مقصد حاصل کرنا اور ناکامی کے معنی مقصد حاصل نہ کرسکنا۔ اب میں کہتا ہوں کہ ذرا ہر صاحب عقل غور کرے کہ اگر امام حسین اور یزید میں جنگ یہ ہوتی کہ وہ قتل کرنا چاہتا تھا اور یہ قتل نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ اپنے کو قتل نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ یہ مقابلہ ہوتا۔ تو میں بالکل متفق ہو جاؤں گا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا کہ اس نے شہید کر دیا۔ اور یہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے کہ شہید ہو گئے مگر یزید میں اور ان میں کب یہ جنگ تھی کہ وہ قتل کرے گا اور آپ قتل سے بچنا چاہیں گے۔ یزید اور آپ کے درمیان جنگ اس بات پر تھی کہ وہ بیعت لینا چاہتا تھا اور آپ بیعت سے انکار کر رہے تھے۔ میں کہتا ہوں اب فتح و شکست کا معیار کیا ہوا اگر یزید بیعت لے سکے تو فاتح۔ اور اگر بیعت

... تو شکست خوردہ ناکام اب دوست اور دشمن ہر ایک کی تاریخ پڑھ ... کتنا ہی تعصب سے کام لیا ہو۔ کیا یزید بیعت لینے میں کامیاب ہوا۔ کیا یہ انکار بیعت میں ... حضور اگر وہ کربلا میں بیعت لینے میں کامیاب ہو جاتا تو مصائب ... ختم ہو جاتے اور بس یہ باب مصائب ہے میں کہتا ہوں کہ دنیا میں ... معیار لوگوں کے سامنے ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اِدھر بربادی کا پورا ... تھا اور اسی لئے اُنہیں احساس فتح تھا۔ اگر احساس فتح نہ ہوتا تو تکبیر کے نعرے ... بلند کرتے۔ ظاہر ہے کہ ہمیں بھی محبوب ہے تکبیر مگر مسلمانوں نے تکبیر کو اتنا ذلیل ... تاریخ میں کہ اس کے بعد اکثر مجھے تکبیر کہتے شرم آتی ہے تو یہ تکبیر کے نعرے ... پڑھتے۔ اگر فتح کا احساس نہ ہوتا تو شادیانے کیوں بجائے جاتے اگر فتح کا احساس نہ ہوتا تو بازاروں کی آئینہ بندی کیوں ہوتی۔ اگر فتح کا احساس نہ ہوتا ... دعوتِ عام کیوں دی جاتی۔ بعد شہادت امام حسین بی بیوں کو براہِ راست ... کیوں نہ بھیجا گیا صرف اپنے اعلان فتح کی خاطر۔ سروں کو قلم کر کے نیزوں پہ ... بلند کیا گیا صرف اپنے اعلان فتح کی خاطر۔ گویا اہل حرم کا قافلہ نہ تھا ان کے ... نفس میں ان کی فتح کا جلوس تھا۔ مگر میں با فہم مجمع کو مخاطب کروں گا کہ یہ ... جسے وہ اپنی فتح کا جلوس سمجھ کر اٹھا رہے تھے اور جسے اپنی فتح کے مظاہرہ ... کے لئے نیزوں پر سر بلند کئے ہوئے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ نتیجۃً ثابت ہوا کہ ... شعوری طور پر ان کے ہاتھوں حسین کی فتح کا جلوس تھا اور جب یہ جلوس ... سے گزر رہا تھا۔ مجھے یہاں کربلا میں صفین کی تصویر مجسم طور پر نظر آتی ... بھی چھوٹے بڑے بہت سے قرآن تھے جو نیزوں پر بلند کئے گئے ... آگے ایک قرآن اعظم تھا جو دمشق کی مسجد سے لایا گیا تھا اور یقیناً ... آلہ کار بنانے کے لئے لایا گیا تھا ورنہ فطری طور پر اس کو وہاں سے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہٹانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ایک آدمی اس کو نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ اس وقت بھی تصور یہ تھا کہ جتنا وزن و جسامت قرآن کا زیادہ ہوا اتنی ہی اس میں زیادہ عظمت پیدا ہوگی۔ تو جناب والا بہت سے آدمیوں نے اُٹھا کر اُسے صفین میں بلند کیا تھا۔ تو مجھے تو وہی مرقع کربلا میں یعنی کربلا سے چل کر کوفہ کے راستے میں اور کوفہ سے شام کے راستے میں نظر آتا ہے کہ نیزوں پر بہت سے چھوٹے بڑے قرآن ہیں اور آگے آگے ایک نیزہ طویل پر قرآن اعظم ہے جس کو وہ بلند کئے ہوئے جا رہے ہیں۔ بس اب جس راستہ سے گذرتا ہے کوٹھے تماشائیوں سے بھرے ہوئے بازاروں میں چاروں طرف دیکھنے کے لئے لوگ موجود۔ غیر معمولی اجتماع مگر سرِ حسینؑ میں تو یہ محسوس کرتا ہوں۔ نوکِ نیزہ سے اس پورے مجمع سے جو کربلا سے کوفے تک اور کوفے سے دمشق تک اور آباد سے آباد بازاروں میں پُر رونق سے پُر رونق زیادہ سڑکوں پر تھا۔ تو سرِ حسین اس مجمع کو مخاطب کر کے کہتا تھا کہ تماشہ دیکھو اور تم تماشہ دیکھنے کے لئے ہی بلائے گئے ہو مگر گواہ رہنا کہ میں نے بیعت نہیں کی ہے۔ اگر میں نے بیعت کی ہوتی تو یہ میرا سر نیزہ پر کیوں ہوتا۔ یہ میرے دل کے ٹکڑے نیزوں پر کیوں ہوتے یہ میری بہنیں میری بیویاں یہ میرے اہلِ حرم۔ اس طرح ان کی کیوں تشہیر ہوتی۔ یہ میرا بیمار یہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں کیوں پہنتا۔ یہ پیروں میں بیڑیاں کیوں پہنتا۔ یہ اس گلے میں طوق کیوں ہوتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لاشعوری طور پر وہ اپنی شکست کا اعلان کر رہے تھے۔ اربابِ عزا۔ پھر جو ان کا اصل مقصد تھا یعنی احیائے شریعت اسے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک بڑے سخت موقع پر اُسے ظاہر فرما دیا۔ حضور دمشق کا بازار اور دمشق کونسا۔ جب آپ سے پُوچھا گیا کہ کہاں آپ پر سب سے زیادہ مصیبت پڑی۔ تو تین مرتبہ فرمایا

الشام الشام الشام ایک تو گرانی آہن۔ طوق کی گرانی سے سر نہیں اُٹھتا اور اس کے بعد پھر ایک اور جملہ۔ میں کہتا ہوں سر اُٹھا کر کیا دیکھتے۔ بس سر نہیں اٹھاتے تھے۔ بس دمشق کا بازار تھا۔ یہ واقعہ مصنفین اہلِ سنت نے لکھا ہے کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں لکھا ہے۔ اور ابن حجر مکّی نے صواعق محرقہ میں بھی۔ تو بازارِ دمشق میں۔ جہاں خود بعد میں فرمایا ہے کہ میں اسطرح کھینچا جا رہا تھا جسطرح غلام کھینچا جاتا ہے۔ اسی دمشق کے بازار میں۔ اور وہ جنگ جمل والا طلحہ اس کا لڑکا۔ محمد ابن طلحہ۔ اس نے ناقہ کی مہار پکڑ کر روکا اور یہ سوال کیا کہ یا ابن الحسین۔ اے حسین کے بیٹے فتح کس کی ہوئی ارے کسی کی تاب ہے کہ اس سوال کا جواب دے سکے فوراً ایک چیخ مار کر رونے لگتا۔ مگر مقصد اتنا بلند تھا ان کا۔ اور اُسے نمایاں کرنا اِن کا فریضہ تھا کہ وہ سر جو نہیں اُٹھ رہا تھا وہ اتنے قیامت خیز سوال پر اُٹھا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا کہ مجھ سے کیا پُوچھتے ہو جب اذان کی آواز آئے تو سمجھ لینا کہ فتح کس کی ہوئی۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجلسِ نہم

صادقین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

(یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ)

یہ عجب حُسنِ اتفاق ہے کہ میرے پیش رو پروفیسر مشکور حسین صاحب یا
کلام سُنایا اس میں پہلے شعر میں سچ ہی سچ تھا اور میری آیت جسے میں سرنامہ
دے رہا ہوں وہ بھی سچ ہی سے متعلق ہے ارشاد ہو رہا ہے کہ اے صاحبو
اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ بہت سی لفظیں ایسی ہیں جو ہماری زبان
آکر اپنی بلندی کو کھو دیتی ہیں اس لئے کہ ہم لفظیں اپنی زبان سے بولتے ہیں
ذہن میں ان کے معنی پر نظر نہیں رکھتے۔ بہت سی لفظیں ایسی ہیں جو ہماری
پر بہت چڑھی ہوئی ہیں۔ اس کی مثال میں پیش کر سکتا ہوں۔ دو تین لفظ
سے کسی نے مجلس کا وعدہ لیا یا کسی دعوت کا وعدہ لیا آپ نے کہا
ضرور آؤں گا۔ کیا معنی۔ یعنی جہاں تک ممکن ہے ضرور آؤں گا۔ مگر
گیا اور آپ تشریف نہیں لے گئے۔ انہوں نے بعد میں۔ جب ملاقات
پُوچھا۔ کہ آپ اس دن آئے نہیں آپ نے کہا بھئی کیا بتاؤں ایک
آگئے تھے ان سے باتوں میں ایسا لگا کہ موقع آنے کا نہیں ہوا۔ اب
کہ کیا ان دوست کے آنے کے بعد ممکن نہ رہا تھا۔ کہا تو یہ تھا کہ

ہوگا۔ تو ان دوست کے آنے سے ناممکن تو نہیں ہو گیا تھا۔ اور ایسے ہی ہونے
الامکان کہا تھا اور نہیں آئے۔ انہوں نے کہا بھئی کیا بات تھی کہ نہیں آئے
کہا کہ بھئی سر میں درد ایسا ہونے لگا کہ پھر طبیعت نہیں چاہی آنے کو۔
بات۔ کیا سر کے درد سے ممکن نہیں رہا تھا۔ اب جیسا معیارِ زندگی ہو فرض
بڑے آدمی ہیں ماشاءاللہ آپ کے ہاں اتنے معیار کے بڑے آدمی تو
ہیں۔ کہ وہ جب نہیں آتے۔ آپ نے کہا کیوں نہیں آتے۔ انہوں نے کہا
ڈرائیور چلا گیا تھا۔ تو ڈرائیور نہیں رہا تو ممکن نہیں رہا۔ معلوم ہوتا ہے
الامکان کہا تھا لیکن حتی الامکان کے معنی ذہن میں نہیں تھے۔ لفظیں زبان
دوسری مثال کوئی شعر پسند آیا۔ کہا بے مثل شعر ہے۔ کوئی تقریر پسند آئی
مثل تقریر ہے۔ جتنی دفعہ زندگی میں بے مثل آپ نے کہا ہے اُسے ذرا
ایک نوٹ بک پر لکھتے جائیے کہ کن کن چیزوں کو آپ نے
ہے۔ وہ کتنی ہوں گی مگر یاد رکھئے کہ جو بے مثل ہو وہ ایک کے سوا
تو لفظ بے مثل زبان پر ہے لیکن اس کے معنی ہیں ہی نہیں ذہن
سردی ذرا زیادہ ہوئی آپ نے کہا لاہور میں بے حد سردی ہے
کے بعد چلے گئے کوہ مری پر۔ آپ نے کہا وہاں بے حد سردی تھی۔ آپ
میں اتنی سردی تھی جتنی روس میں ہوتی ہے۔ وہ جس نے فاتحوں
دی تھی۔ آپ نے کہا اس کا کیا ذکر وہاں تو بے حد سردی ہوتی ہے۔
پہلے تو اپنے ہاں کی سردی کو بے حد کہا تھا۔ وہاں اس سے زیادہ
اُسے بے حد کہا۔ یاد رکھئے کہ جب تک حد نہ ہو اُس سے
سکتی۔ تو بے حد کہتے ہیں لیکن معنی بے حد کے ذہن میں کہاں ہیں۔
یہ کہ اس آدمی نے دو تین دفعہ کوئی اطلاع دی وہ صحیح نکلی۔ آپ نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہا سچا آدمی ہے لیکن آپ کو نہیں معلوم کہ وعدہ کرتا ہے۔ وہ بھی پورا ہوتا
نہیں۔ تو یہ اطلاع کے دو تین دفعہ ٹھیک نکلنے سے آپ کو صادق الخبر کہنا
تھا صادق القول کہنے کا حق نہیں تھا۔ کیونکہ قول میں وعدہ بھی داخل ہے
کیجیے وعدہ کو بھی دیکھ لیا لیکن آپ کو یہ نہیں معلوم کہ اس کے کردار میں ظاہر
باطن یکساں ہیں یا نہیں۔ ہم میں سے کون ہے جو عبادت میں نیت
قربۃ الی اللہ یعنی اللہ سے قریب ہونے کے لئے۔ بغیر اس کے نماز
نہیں۔ روزہ ہوگا۔ نہیں۔ تو ہر ایک یہ نیت کرتا ہے۔ وضو کرتا ہے
الی اللہ، نماز پڑھتا ہوں قربۃ الی اللہ۔ لیکن کیا واقعی ہر ایک کی نماز قربۃ
ہے۔ میں اپنے جیسے آدمیوں کے لئے تو ایک معیار بتا سکتا ہوں۔ کہ
جیسی نماز مجمع میں ہوتی ہے ویسی ہی تنہائی میں ہوتی ہے یا کچھ فرق پڑتا
اگر میں نے تنہائی میں نماز پڑھی تو بس بقدر ضرورت قرأت کی۔ اور اگر مجمع
تو زیادہ اہتمام اور احتیاط کے ساتھ پڑھی۔ اگر تنہائی ہوئی تو بس جو شرعی
احکام ہیں ان کے مطابق نماز پڑھ لی۔ لیکن مجمع میں ہوئی تو خضوع و خشوع
نظر آنے لگا بس پتہ چل گیا کہ پوری نماز تو قربۃ الی اللہ نہیں ہے۔ کچھ
ہے کچھ خلق کے لئے ہے۔ تو جب ظاہر و باطن ایک جیسے نہیں تو فعل میں
کہاں رہی۔ اب مشکل یہ ہے کہ باطن جو ہے وہ ہمارے حدود مشاہدہ
ہے۔ ظاہر کو باطن سے مطابق کیونکر کریں۔ ظاہر آنکھوں کے سامنے باطن
سے اوجھل اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم عمل کی سچائی کو سمجھ ہی نہیں سکتے
کچھ قرائن سے محسوس کیا کہ آدمی بے لوث ظاہر اور باطن میں یکساں رہتا
لیکن اس کے تصورات، خیالات، اعتقادات ہم کیا جانیں کہ ذہن میں
کیا کیا غلط باتیں ہیں۔ تو آدمی میں تو قول بھی ہے عمل بھی ہے اعتقاد بھی

اس سب کو ہم جانچ نہیں سکتے تو ہم کسی آدمی کو صادق کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ
وقت ہے جب ہم کسی کو صادق کہیں۔ اور اگر عالم الغیب کسی کو صادق کہے تو ماننا
کہ اپنے علم الغیب کے آئینے میں اس نے اس کے قول و عمل و اعتقاد یعنی گفتار
و پندار۔ سب کو جانچ کر سب کو سامنے رکھ کر یہ سند دی ہے کہ یہ صادق
نہ اس کے اقوال میں کوئی قول ہے مرضی خدا کے خلاف۔ واقعہ سے الگ۔
کے عمل میں کوئی کام ہے کہ جو واقعیت سے جدا ہو نہ اس کے تصورات و
میں کوئی چیز ہے جو نقطۂ حقیقت سے الگ ہو۔ جب ایسا ہو تو وہ اُسے
صادق۔ وہ اُسے اس وقت کہے گا صادق۔ اب اگر ایک کو وہ کہے صادق تو
ایسا ہوگا اور اگر کسی ایک جماعت کو وہ کہے گا صادقین۔ تو وہ پوری جماعت
وہ پانچ ہوں چاہے بارہ ہوں چودہ ہوں۔ اور مجھے اس منزل میں اس سے
عدد یاد نہیں ہے۔ صلوٰۃ۔ تو وہ جتنے بھی ہوں وہ سب ایسے ہوں گے کہ
کے قول میں کوئی کلام غلط نہ ان کے کردار کی دنیا میں کوئی عمل غلط نہ ان کے
اور خیال میں کوئی ان کا خیال غلط۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ، اب میں نے
عدد تو چودہ کہا تھا اسی کو سمجھئے۔ کہ وہ انسان چودہ ہوں گے مگر ہر قول اور
کردار ان کا اللہ کی طرف سے سچائی کی سند پائے ہوئے۔ اب ایک پہلو پر
ذہن غور کریں کہ اگر دو آدمیوں میں اختلاف ہو۔ ایک کچھ کہتا ہو ایک کچھ۔
رائے ہو ایک کی کچھ۔ تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ دونوں غلط ہوں مگر یہ نہیں
دونوں صحیح ہوں۔ اور یہ چودہ وہ ہیں جنہیں اللہ صادقین کہہ رہا ہے تو ماننا
ان میں اختلاف قول ہوتا ہے نہ اختلافِ عمل ہوتا ہے۔ شکل عمل کا
ہوتا ہے۔ حقیقت عمل کا اختلاف نہیں ہوتا۔ اور نہ ان کی رائے اور
اختلاف ہوتا ہے۔ اب اسے میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ یہ شخصیتیں چودہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ آنکھیں چودہ کی ہیں مگر نظر ایک ہے ہاتھ چودہ کے [illegible]
مگر کام ایک ہے قدم چودہ کے ہیں مگر اقدام ایک ہے دل چودہ کا ہے [illegible]
ایک ہے۔ صلوٰۃ۔ اسی لئے جب پیغمبر خدا اپنی ذات کو شامل کر کے ان چودہ [illegible]
کرائیں گے تو حالانکہ نام سب کے الگ الگ ہیں۔ اگر الگ الگ نہ ہوتے [illegible]
کیسے ہوتے۔ تو نام الگ الگ ہیں اور جناب کنیتیں الگ الگ ہیں۔ جس [illegible]
کے اظہار کا جس کو موقع ملنے والا تھا اس کے لحاظ سے لقب بھی الگ الگ [illegible]
کو علم کے اندرونی رازوں کے اظہار کا زیادہ موقع ملا تو اس کا لقب باقر ہو [illegible]
کی سچائی کا غیروں کو بھی تجربہ ہوا تو اس کا لقب صادق ہو گیا۔ کسی کو غصہ کو [illegible]
عمر بھر کرنا پڑا تو اس کا لقب کاظم ہو گیا۔ اس طرح سے نام بھی الگ الگ [illegible]
بھی اکثر الگ الگ لقب بھی الگ الگ مگر کردار کا وہ سانچہ جس کو صادق [illegible]
اس کے لحاظ سے جب رسول خدا تعارف کرائیں گے تو فرمائیں گے۔ اولنا [illegible]
واوسطنا محمد و آخرنا محمد و کلنا محمد۔ صلوٰۃ۔

مگر میں نے عرض کیا کہ ایک صادق کو ہم نہیں پہچان سکتے تو ایک [illegible]
صادقین کی۔ انہیں ہم کیونکر پہچان سکتے ہیں۔ یہ تو کہیں اور سے مجھے [illegible]
ہے جو میں نے ناموں کی طرف بھی اشارے کر دیئے۔ میں نے نسبتوں [illegible]
بھی اشارے کر دیئے القاب کی طرف بھی اشارے کر دیئے مگر ہمارا [illegible]
دم کہاں تھا کہ ہم چودہ کو یا اُس پوری جماعت کو جتنے بھی ہوں پہچان [illegible]
جس نے کہا کہ صادقین کے ساتھ رہو۔ سچوں کے ساتھ رہو۔ اُسی کو [illegible]
چاہیئے تھا کہ صادقین کون ہیں۔ کیونکہ کہہ رہا ہے ہم سے کہ صادقین کے [illegible]
رہو۔ اپنی جگہ تعریف کرتا وہ اور بات تھی۔ مگر ہمیں حکم دے رہا ہے کہ صا [illegible]
ساتھ رہو۔ صادقین کو ہم پہچان نہیں سکتے وہ بتاتا نہیں تو اس کے بعد [illegible]

[illegible] رہ جائے گی۔ عمل تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اور وہاں پیغام عمل دیا جا رہا
[illegible] ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو تو اب خدا کو لازم ہے بنظر حکمت کہ جب
[illegible] تو بتائے بھی کہ صادقین کون ہیں۔ رسول پر بربنائے فرض رسالت
[illegible] کہ جب یہ آیت پہنچا رہے ہیں تو یہ بھی بتا دیں کہ صادقین کون ہیں۔
[illegible] ہوں کہ پیغمبر خدا کے سامنے جو مسلمان تھے وہ معاذ اللہ کیا ذہن نہیں
[illegible] یعنی جس بات کو ہم سمجھ سکیں اتنا وہ نہیں سمجھ سکتے تھے تو صاحب وہ
[illegible] اور تمام اس وقت کے مسلمان اور اس وقت کی مدینہ کی مردم شماری
[illegible] اس دور میں چاہے میں سب مسلمان کہوں چاہے سب صحابہ
[illegible] ہی معنی ہیں۔ تو جناب وہ تمام اتنے مسلمان وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ
[illegible] جا رہا ہے کہ سچوں کے ساتھ رہو تو بتلانا بھی چاہیئے کہ وہ سچے کون ہیں
[illegible] پوچھا۔ اور کوئی کہے کہ پوچھا۔ تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ وہ مجھے
[illegible] پوچھا۔ اگر نہیں پوچھا تو سمجھ لیجئے کہ بتایا تھا۔ یہ دنیا نے بعد میں
[illegible] تھے سچے۔ فطری طور سے بھلانا تو ہو بھی نہیں سکتا۔ مصلحتاً بھلایا ہو
[illegible] بتانا چاہیئے کون ہیں۔ اب اگر کچھ مجھے معلوم ہو اور میں بتاؤں کہ
[illegible] تو یا تو اُسے دنیا مان لے یا وہ کوئی اور موقعہ پیش کرے کہ اس وقت
[illegible] مشہور والا میرے نزدیک بتانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ
[illegible] صاف صاف۔ جس کو کند ذہن لوگ بھی سمجھ لیں۔ جس کو دھندلی نگاہ
[illegible] لیں۔ جس کو جو نہ سمجھنا چاہیں وہ بھی سمجھ لیں وہ سیدھا طریقہ تو یہ ہے
[illegible] افراد کو دکھا دیا جائے کہ یہ ہیں صادقین۔ ارے کم سے کم اس
[illegible] دان کو دکھا دیا جائے۔ پھر مر جانے والا بعد والے کا تعارف
[illegible] سلسلہ قائم رہے گا۔ تو یہ ایک طریقہ ہے صادقین کے سمجھانے کا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دوسرا طریقہ ذرا ذہنی کاوش کا ہے۔ اور معاملہ اگر اہم ہے تو اگر کاوش کی ضرورت
ہر ایک کو کاوش سے گھبرانا بھی نہیں چاہیئے۔ وہ اس طرح کہ ان کے سب ا
ملا کر نتیجہ نکالا جائے کہ صادقین کون ہو سکتے ہیں۔ پہلا طریقہ کہ صورتیں لا کر د
جائیں کہ یہ ہیں صادقین۔ تو وہ منزل آئی جہاں صاف صاف پتہ چل جا
کہ صادقین کون ہیں۔ وہ ہے ۹ھ میں مباہلہ کا میدان۔ اور میدان اس
رہا ہوں کہ ایک مخالف گروہ سے جنگ تھی۔ وہ جنگ تلواروں سے نہ
روحانی جنگ تھی۔ اور وہ کس کے مقابلے میں۔ جو اپنی روحانیت کے بڑے
ہیں۔ اور جو تلوار پر معترض ہیں۔ اور سیاست کی ستم ظریفی یہ ہے کہ انہوں
پیغمبر اسلام کی تصویر کھینچی ہے کہ ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قرآن
تلوار کے ذریعہ سے قرآن پھیلانا اس جز کو شاید عرض کر چکا ہوں۔ کہ کتنے ا
کی بات ہے کہ وہی اس تصویر کو کھینچ رہے ہیں جن سے پیغمبر کی کوئی جنگ
اب میں کہتا ہوں کہ اگر ان کو تلوار ہی سے پیغام حق پہنچانا تھا تو تمہارے مقابلے
تلوار کیوں نہ کھینچی۔ یعنی نصاریٰ کی جماعت عیسائیوں کی جماعت۔ میں کہتا ہوں
تمہارے مقابلے میں تلوار کیوں نہ کھینچی۔ میں اس میں تمہاری معقولیت کی داد دوں
تنگ نظر نہیں ہوں۔ مخالف کی بھی کوئی بات اچھی ہو تو اُسے ضرور کہنے کے
تیار ہوں کہ یہ تمہاری معقولیت تھی۔ کہ تم فوج نہیں لائے۔ تم سمجھے کہ دین کا
ہے تو جو میدان دین کے شہسوار ہوں انہیں لایا جائے۔ تارک الدنیا راہب
علماء مذہب کے۔ وہ جناب ستر آدمی۔ یعنی تمام ملک سے جو چوٹی کے
تھے۔ سب کو اکٹھا کر لیا اور انہیں لے آئے۔ وہ واقعہ تو ابھی عرض کروں گا
جہاں جو بات شروع کی تھی اسے ختم کروں کہ تم فوج نہیں لائے تو تم سے جنگ
نہیں ہوئی۔ تو اب تو میں نے تمہاری معقولیت کی داد دی۔ تم بھی میرے ساتھ

کہو کہ اب تمہیں قائل ہونا چاہیئے کہ تلوار ان کے مقابلے میں اُٹھتی ہے جو تلوار لے کر
آئیں اور جو تلوار لے کر نہ آئیں ان کے مقابلے میں تلوار نہیں اُٹھتی۔ صلوٰۃ۔

تو بہر حال یہ یمن میں مرکز تھا نصاریٰ کا۔ ابرہہ بھی تو وہیں سے آیا تھا کعبہ کو
ڈھانے۔ وہ بھی عیسائی جماعت ہی تھی۔ تو ان تک یہ خبریں پہنچیں کہ۔ پیغام آیا
ہے۔ اور معلوم ہوا کہ لوگ برابر پروانوں کی طرح گر رہے ہیں اور قبول کر رہے ہیں
اس پیغام کو۔ تو انہوں نے ان لوگوں کو بھیجا۔ تحقیق مذہب کی خاطر۔ کہ تم جا کر معلوم
کرو کہ ان کا پیغام کیا ہے۔ اور ماشاء اللہ قانون دان حضرات بھی کثرت کے
ساتھ مجمع میں ہوں گے۔ کہ یہ سب لوگ صرف تحقیق کے لئے نہیں آئے تھے۔
بلکہ نمائندہ جماعت تھی صاحب اختیار۔ اگر صرف تحقیق کے لئے آتے تو جا کر صرف
رپورٹ دے دینی چاہیئے تھے۔ ان کو کوئی معاہدہ کرنے کا حق نہیں تھا۔ مگر صورت
واقعہ صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ معاہدہ کر کے واپس گئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ۔
بالکل با اختیار نمائندے تھے۔ کہ جیسا موقع ہو۔ جیسا تم سمجھنا ویسا عمل کرنے کا
تم کو اختیار ہے۔ اور اس وقت کی تمام عیسائی دنیا۔ گویا اس کی پابند ہو گی۔ تو جناب
وہ آئے۔ پیغمبر خدا مجمع صحابہ میں تشریف فرما۔ یہ لوگ سنتے یہ رہے تھے کہ اقتدار
ہے ملک عرب میں۔ تصور یہ تھا کہ ایک حکمران کے پاس جا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں
ان بے چاروں کا کیا قصور۔ آج تک مسلمانوں کی اکثریت نہیں سمجھی کہ رسول تھے
حکمران تھے۔ اب جب مسلمان رسول اور بادشاہ میں فرق نہیں کر سکے تو ان
بے چاروں کا کیا قصور کہ ایک تاجدار حجاز کے پاس جا رہے ہیں۔ آج مسلمانوں
کا بھی محاورہ ہے تاجدارِ مدینہ۔ یعنی تاج سے محبت اتنی ہو گئی ہے کہ رسول
کی تعریف بھی تاج کے بغیر نہیں ہوتی۔ تو وہاں آئے تو۔ بادشاہوں کے دربار
کے لائق جو لباس ہو۔ ویسے حریر و دیبا کے لباس بنوائے اور سونے کے پٹکے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کمروں پر کسنے کے لئے۔ یہ سب لباس پہن کر رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے پہلے
رُخ اس طرف تھا وہ جدھر تھے وہ ابھی سامنے تھے کہ آپ نے رُخ موڑ لیا۔
سمجھے ہوں گے کہ اتفاق کی بات ہے۔ تو اِدھر آئے تو حضرت نے رُخ ادھر کر
اب جب غلط فہمی کا کوئی امکان نہ رہا۔ تو واپس ہوئے۔ آپس میں باتیں کر
ہوئے کہ ہم نے تو ان کے اخلاق کی بڑی تعریف سُنی تھی۔ ہمیں تو یہ اُمید کبھی
تھی کہ اس طرح کا سلوک ہمارے ساتھ ہوگا۔ غور کیجئے ذرا کہ وہ خبریں اتنی تو
کے ساتھ ہیں کہ خود اپنا مشاہدہ اس کے مقابلے میں نہیں ٹک رہا تھا۔ ورنہ
رائے قائم کر لیتے کہ خبریں غلط تھیں۔ جا کر کہہ دیتے کہ ارے اور کیا بحث کریں
یہی بات غلط نکلی ان کے تو اخلاق ایسے ہیں۔ مگر وہ خبریں اتنی طاقتور تھیں
مشاہدہ جم نہیں رہا تھا ان کے سامنے۔ لہٰذا ذہن میں تھا کہ کوئی معمہ ہے کوئی
ہے۔ اور اگر سبب ہے تو کس سے پُوچھیں۔ جو ان کے پاس زیادہ آتے جاتے
رہتے ہیں بیٹھے رہتے ہیں ان سے پُوچھیں۔ تو اتفاق سے ایک بزرگوار سا
نظر آئے ان سے پُوچھا کہ جناب سُنا تھا کہ آپ کے رسول کے اخلاق اتنے بلند
کہا اسمیں شک ہی کیا ہے۔ بے شک ان کے اخلاق ایسے بلند ہیں۔ انہوں
کہا جناب ہم پر تو یہ گذری۔ انہوں نے کہا بھئی اخلاق تو ویسے ہی ہیں
کیا گذری اسے میں کیا بتاؤں یعنی دائرہ حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ اب
اس مجمع میں ساتھ ساتھ۔ اب دوسرے بزرگوار مل گئے۔ انہوں نے کہا
پُوچھو۔ یہ بہت ذہین ہیں نکتہ رس ہیں۔ اسی ردیف اور قافیے میں ان
گفتگو ہوئی۔ اخلاق کیسے بے نظیر۔ کیا کہنا وہ ہیں ہی ایسے صاحب اخلاق
انہوں نے کہا جناب ہم نے تو یہ دیکھا۔ انہوں نے کہا اخلاق تو ان
ویسے ہی ہیں۔ اب یہ تمہارا مقدر۔ تمہارا نصیب۔ اب میں اسے کیا کہوں

...اب میں کیا بتاؤں۔ کیا ہوا تمہارے ساتھ۔ اب اتنے آدمی ہیں۔ اتنے آدمیوں
کے اجماع کو غلط بھی تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ تم سب جھوٹے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
...جہاں بات تھی وہیں رہی۔ اب جستجو کرنے والی جماعت کی تعداد میں اضافہ
ہو گیا۔ آخر میں وہ مل گیا جس کے لئے۔ جیسے قدرت کی طرف سے فیصلہ یہ تھا کہ
...ٹھوکریں کھا کر آیا کرے۔ اب وہی جو ذرا مرکز تحقیق بنا لئے گئے تھے انہوں
نے کہا ان سے پُوچھو یہ بچپن سے ان کے ساتھ رہے ہیں۔ اب دیکھئے بچپن کا
...ان یہاں نمایاں ہوتا ہے۔ یہ تو بتا دیں گے ان سے پُوچھو۔ انہوں نے شروع
...وہی بات کی۔ انہوں نے کہا ایسے اخلاق۔ انہوں نے کہا بے شک ایسے ہی
اخلاق ہیں۔ اب دوسری طرف اس سے متضاد جو مشاہدہ تھا ان کا۔ کہ ہمارے
ساتھ تو یہ ہوا۔ تو آپ نے سر سے پیر تک دیکھا لباس وغیرہ کو۔ آپ نے فرمایا
...کپڑے پہن کر گئے تھے۔ انہوں نے بڑے زور میں کہا جی ہاں یہی تو مطلب یہ
...ہم نے آداب دربار کے خلاف تھوڑی کیا ہے۔ یہی کپڑے پہن کر تو گئے تھے۔
آپ نے فرمایا کہ تم تو تارک الدنیا لوگ ہو۔ اب میں با صلاحیت لوگوں کو فلسفہ
...رسول کی طرف متوجہ کروں۔ کہ یاد رکھئے کہ یہ اگر قیصر و کسریٰ کے نمائندے
...اور ان کا لباس ہمیشہ کا یہ لباس ہوتا تو اسی لباس میں مظاہرہ اخلاق ہوتا۔
...ان کا تو اصل میں یہ لباس نہیں تھا۔ یہ تو اس دربار کے تقاضوں کو غلط طور
...کر کے انہوں نے یہاں کے لئے یہ لباس تیار کرایا تھا۔ تو اگر اس لباس
...مظاہرہ اخلاق ہوتا تو ان کی غلط فہمی دُور نہ ہوتی۔ یہ پتہ نہ چلتا کہ یہاں لباس
...کی عزت ہوتی ہے یا انسان کی عزت ہے یاد رکھئے کہ اخلاق بے اخلاقی بن
جاتے ہیں۔ جب فرائض سے ٹکرا جائیں۔ تو جب انہوں نے یہ کہا کہ۔ جی یہی لباس
آپ نے فرمایا کہ۔ تم تو تارک الدنیا ہو۔ تم تو زاہد ہو۔ تم تو گرجوں میں رہتے ہو۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تم تو جنگلوں میں جاکر زندگی گزارتے ہو۔ یہ تم نے کیا سوانگ بنایا ہے۔ ارے
اصلی لباس ہے وہ پہنو۔ پھر جاؤ تو دیکھو کیا ہوتا ہے۔ اوّل تو میں کہتا ہوں کہ با
اتنی دل کو لگتی ہوئی تھی کہ ان کے ذہن نے قبول کر لیا ہوگا کہ یہی بات ہو سکتی
اور پھر اگر نہ سمجھے ہوں تو گویا دل میں یہ آسکتا ہے کہ انہوں نے ایک نسخہ تو بتایا
اب اسے آزما کر دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ گئے اور وہ سب اُتار کر پھینکا۔
اب وہی ٹاٹ کے کپڑے پہن کر دوسرے دن پھر خدمت میں حاضر ہوئے۔
اب جو آئے تو ابھی ذرا دُور ہی تھے کہ رسول تعظیم کو کھڑے ہو گئے اور اپنے
بٹھایا۔ اب یہی سمجھ لیجئے کہ پاس بٹھانے سے مظاہرہ اخلاق ہوتا ہے یہ نہیں
کہ ایمان متعدی ہو کر چلا جائے۔ آپ صاحبان کیوں آئے ہیں کیا مقصد ہے۔ انہوں
نے بتایا کہ ہم کو وہاں کی جماعتِ نصاریٰ نے بھیجا ہے تاکہ آپ کے دین کے متعلق
ہم معلومات کریں۔ پورہ سورہ آلِ عمران اسی سلسلے میں اُترا ہے اور اب حقا
دین جو بیان کئے جا رہے ہیں ان کے دل سے ذہن میں داخل ہو رہے ہیں
حلق سے اتر رہے ہیں۔ بالکل قرین قیاس۔ ان کا ذہن قبول کر رہا ہے۔ آخر
یہ آگئی۔ یہ سب تو ٹھیک ہے حضرت عیسےٰ کے بارے میں آپ کیا تصوّر رکھتے
شروع میں عیسائیت میں تمام حلال وحرام پوری شریعت تمام احکام
لیکن ایک صاحب پال تھے۔ انہوں نے عیسائیت کا دارومدار عظمت
کے انتہائی تصوّر پر مبنی کر دیا۔ اب حلال رہا نہ حرام رہا۔ بس حضرت عیسےٰ
جتنا بڑھاؤ گے اتنے سچے عیسائی ہو گے۔ یہ پال نے بنیاد بنائی صرف
عیسےٰ کے تصوّر کی۔ اب جو جتنے اونچے درجہ تک انہیں پہنچائے اتنا ہی
وہ عیسائی ہے۔ لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ جناب عیسےٰ۔ اِدھر سے تعریف
ہوئی۔ آیتیں اُتریں کہ وہ بلند مرتبہ رسول تھے۔ ان کے معجزات تھے۔ او

کا تذکرہ کیا گیا۔ وہ سب انہوں نے سُنا مگر اس سب کے بعد بھی انہوں نے
تھے رسول تھے۔ یہ بتائیے صاف صاف کہ خدا کا بیٹا مانتے ہیں یا نہیں۔
ہے کہ اس کا جواب یہی تھا کہ خدا کا بیٹا کہنے سے تو مجبور ہیں اسے تو صحیح
بس انہوں نے کہا یہ بتائیے اگر خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو کس کے بیٹے
بائیبل بھی دیکھئے۔ ہو سکتا ہے مجمع میں کچھ افراد ہوں۔ ہمارے ہاں مناظرہ
ہے۔ صرف لاجواب کرنے کا۔ تو اگر لاجواب کرنے کا انداز ہوتا رسول کا
جواب دیتے۔ عیسائیوں نے یوسف نجار کے سلسلے سے بائیبل میں نسب
آدم تک پہنچایا ہے۔ مگر علمبردارانِ حق اور صحیح رہنمایانِ حق کا یہ عمل نہیں
بات کو غلط بات سے توڑو۔ جو نقطہ حقیقت ہے اسے پیش کرو۔ تو میں
کر سکتا تھا۔ میں کہتا ہوں مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ بائیبل میں باپ کا نام
تو دریافت کیا کر رہے ہو۔ کل وہاں انہوں نے سوال کیا اور ان کا یہ
بھی غلط تھا کہ ان کے ہاں بائیبل میں نام موجود ہے۔ مگر اس کے علاوہ
آپ سے کہتا ہوں۔ ذرا غور کیجئے۔ معاذ اللہ۔ حضرت عیسیٰ کی شان میں
کرنا کفر ہے۔ ظاہر ہے کہ میں حضرت عیسےٰ کو اولوالعزم پیغمبر مانتا ہوں
شان میں گستاخی کا تصوّر کہاں ہو سکتا ہے مگر ان کے اس سوال کی نامعقولیت
کو بتاتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو بتائیے کس کے
یعنی جس کے باپ کا پتہ نہ ہو اُسے خدا کا بیٹا سمجھ لیں۔ تو غرض یہ کہ نامعقول
مگر یہاں تو ان تک حقیقتیں پہنچانا تھیں۔ لہٰذا قرآن کی آیت اتری۔
اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب فقال لہ کن فیکون۔
آدم کے ہے ان کو مٹی سے پیدا کیا اور حکمِ الٰہی ہوا ہو جا وہ
یعنی یہ تو خدا کی قدرت ہے۔ اس نے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہاں ایک فریق تو ہے ماں موجود ہے۔ باپ نہیں ہے۔ اس کو تم خدا کا بیٹا کہو
ہو اب یہ لفظیں پھر میری ہیں تو پھر آدم کے ہاں تو نہ ماں ہے نہ باپ۔ تو ان
دُہرا بیٹا کہو۔ مگر انہیں بے چارے کو کوئی خدا کا بیٹا نہیں کہتا تو یہ اللہ کی قدرت
ہے جسے جس طرح چاہتا ہے خلق فرماتا ہے۔ تو اس سے وہ خدا کے بیٹے نہیں
ہو جائیں گے۔ اب دنیا سے استدلال میں ان کے پاس بحث کی گنجائش نہیں
مگر مانتے اب بھی نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نہ ماننے والے کو خدا اور رسول
بھی نہیں منوا سکتے۔ خدا کو جبر نہیں کرنا کہ زبردستی دل کو بدل دے۔ اب دل
ماننا تو کیا کیا جائے۔ وہ کچھ نہ کچھ کہے جاتے ہیں۔ قرآن نے کیا کہا۔ تیور بدل
بالکل۔ اندازِ آیت دیکھئے۔ خالق کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے فمن حاجك
فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل۔ اگر اتنے دلائل کے بعد بھی کٹ
حجتی کئے جاتے ہیں۔ تو کہئے۔ اب تیور یہ بتاتے ہیں کہ آجاؤ میدان میں۔ اب
نہیں یا تم نہیں۔ ہے تو یہی کہ یا ہم نہیں یا تم نہیں۔ مگر تلوار سے نہیں۔ فقل۔ اب
کہیے کہ آؤ۔ ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم
ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين ہم اپنے بیٹوں کو لائیں تم
بیٹوں کو لاؤ۔ ہم اپنی بیٹیوں کو لائیں تم اپنی بیٹیوں کو لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو
تم اپنے نفوس کو لاؤ اور پھر اللہ سے لو لگائیں۔ اب اسے میں بعد میں عرض کروں
گا۔ میں کہوں گا اتنے علمی دلائل کے بعد پھر بھی نہ مانے تو۔ یہ علمی دلائل کیا
قرآن کی آیتیں ہیں۔ اس کے بعد بھی نہ مانے تو۔ پھر ان کو لایئے۔ میں کہتا ہوں
اب اگر مگر کا سوال نہیں۔ قرآن اور تاریخ کی حقیقت ہے کہ جب قرآن کا فی نہیں
ہوتا تو یہ لائے جاتے ہیں۔ صلوٰۃ۔

اب آیئے ندع ابناءنا ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو۔ ابناءکم۔ تم بلاؤ اپنے بیٹوں

کو یعنی ہم اور تم بلائیں۔ یعنی ہم ان کو بلائیں تم ان کو بلاؤ۔ یہ اختصار کے ساتھ یوں
کہا ہے۔ ونساءنا ونساءکم۔ اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ یعنی ہم میں دونوں
فریق شامل ہیں تو ہم انہیں بلائیں اور تم انہیں بلاؤ۔ وانفسنا وانفسکم۔ ہم اپنے نفوس
اور تم اپنے نفوس کو۔ ثم نبتهل۔ ابتهال کے معنی ہیں اللہ سے رجوع کرنا جب مقابلے
کا مفہوم ہو تو۔ اسی سے لفظ مباہلہ ہوئی ہے۔ ابتهال کے معنی ہیں رجوع الی اللہ۔ اور
مباہلے کے معنی ہیں ایک دوسرے کے مقابلے میں رجوع الی اللہ میں مقابلہ۔ مناظرہ
یعنی نظر میں مقابلہ۔ مباحثہ بحث میں مقابلہ ویسے ہی مشاعرہ۔ شعر میں مقابلہ۔ مباہلہ
رجوع الی اللہ میں مقابلہ۔ اللہ کی طرف لو لگانے میں اب ایک پہلو کی طرف متوجہ
کروں گا کہ یہاں ہر جگہ دو طرفہ بات تھی۔ ہم اپنے بیٹوں کو تم اپنے بیٹوں کو۔ ہم
اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو۔ ہم اپنے نفوس کو تم اپنے نفوس کو۔ دونوں طرف۔
اب تاریخ بتاتی ہے۔ صورت واقعہ بھی بتاتی ہے۔ کہ وہ لوگ تو تحقیق مذہب کو
آئے تھے۔ وہ عورتوں اور بچوں کو کہاں لائے تھے۔ میں تو کہتا ہوں کہ توازن کلام
کے لئے جیسے اپنے بیٹے تمہارے بیٹے، مگر بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو کاغذ
پر حروف کے آنے سے اصل معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ کہا جائے تو پس منظر سامنے
ہوتا ہے۔ لب و لہجہ سامنے آتا ہے۔ تو حاضر الوقت اصحاب کا فہم جتنا معتبر
ہے۔ اتنا بعد والوں کا۔ یا جو اس موقع پر موجود نہ ہوں۔ ان کی سمجھ اتنی معتبر نہیں
ہے۔ اب دیکھئے کہ جو میں کہہ رہا ہوں۔ کہ یہ توازن کلام ہے۔ پورا یہاں سے
وہاں تک۔ لیکن اگر واقعی مقصود یہ ہوتا کہ وہ بھی لائیں اپنی عورتوں کو۔ وہ بھی
لائیں اپنے بچوں کو۔ تو دوسرے دن جب وہ گئے۔ وہی جو آئے ہوئے تھے۔
وہی دوسرے دن مباہلے کے لئے آ گئے۔ تو ادھر سے آئینی اعتراض ہونا چاہیئے
تھا کہ ہم نے تو کہا تھا کہ اپنے بچوں کو عورتوں کو اور نفوس کو لے کر آنا۔ تم تو وہی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

آ گئے جو کل تھے ۔ اچھا پھر وہ سمجھدار تھے ۔ اگر وہ یہ سمجھتے تو ۔ ان کو مہلت مانگنا چا
تھی ۔ کہ اچھا پھر دو ہفتوں کی ہم کو مہلت دیجئے ۔ کہ ہم جا کر اپنی عورتوں، بچوں اور
کو بھی لائیں مگر دونوں باتوں سے صفحہ تاریخ خالی ہے ۔ نہ اُنہوں نے مہلت ما
انہوں نے دوسرے دن اعتراض کیا ۔ تو یہ کیا معمّہ ہے ۔ میری سمجھ میں یہ آرہا
توازنِ کلام حقیقت میں نظریہ روحانیتِ مسیحی پر ایک ضرب تھی ۔ وہ
علماء اور راہب ۔ تارک الدنیا ۔ ان کا تصوّر یہ ہے کہ بیوی بچے روحانیت
ہیں ۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جنہوں نے شادی بھی نہیں کی
یہی ان کے ہاں معیار روحانیّت ہے ۔ ان کی اولاد نہیں ہے ۔ تو وہ عورتوں
بچوں کو کہاں سے لاتے ۔ تو جو میں سمجھا ہوں ۔ وہ بھی سمجھ گئے ۔ کہ یہ تو ہمار
روحانیّت پر ایک ضرب ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جسے تم سفر روحانیت
سمجھتے ہو وہ ہمارے لئے سفر روحانیت کا جز ہے کہ ہمارا سفر روحانیت
کے مکمّل نہیں ہوتا ۔ اور وہی فقہ اسلامی کہہ رہی ہے کہ غیر شادی شدہ کی نما
اتنی فضیلت نہیں ہے کہ جتنی شادی شدہ کی نماز میں فضیلت ہے ۔ تو انہوں
محسوس کیا کہ یہ تو ہم پر ایک چوٹ ہو گئی ۔ اور بس جیسے وہ تلملا کر رہ گئے
ساتھ وہ تھے ہی کب جو انہیں جا کر لاتے ۔ لہٰذا نہ انہوں نے مہلت مانگی
کر آئے اور چلے آئے دوسرے دن ۔ ادھر سے بھی کوئی مقصود تو نہیں
لائیں ۔ مگر انہوں نے کہا تھا تو اِن کو تو نبھانا ہے ۔ اب انہیں تو لے جانا
یہ سفر روحانیت کا جز ہے بشرطیکہ اس لائق ہو ۔ بدر میں یہ لوگ نہیں
تھے ۔ اُحد میں نہیں لائے گئے تھے ۔ خندق اور خیبر میں نہیں لائے گئے
سپاہی بالکل بدلے ہوئے ہیں ۔ بس ایک سپاہی بالکل نہیں بدلا وہ ان جہا
میں بھی ہوتا تھا ۔ اس جہاد میں بھی ہے ۔ ان جہادوں میں ہوتا تھا شاہ

اس جہاد میں ہے امام الاولیا ہو کر ۔ صلوٰۃ ۔
ان لڑائیوں میں یہ افراد نہیں لائے گئے تھے یعنی عورتیں اور بچے ۔ اور اس جہاد
لازمی جز تھے ۔ یہاں انفسنا کی لفظ بعد میں ہے پہلے ابنا ءنا و نسا ءنا کی لفظ ہے
کہ یہ اس سفر میں بنیادی اجزا ہیں ۔ بغیر ان کے یہ سفر مکمل نہیں ہو سکتا ۔ تو
نصاریٰ تھے ۔ وہ کیا سمجھتے ۔ وہ اپنے اوپر ضرب سمجھ گئے اور ان کے عمل سے
ان کے ہاں یہ روحانیت کے سفر کے لازمی اجزا ہیں ۔ مگر بہت سے
۔ بالکل بڑے بڑے جلیل المرتبہ لوگ ہیں جو نہیں سمجھے اس کو جب
کہہ رہے ہیں کہ آپ جا رہے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو کیوں لئے
ہیں اور آج تک دُنیا ان کے مشوروں کو بہت وقعت سے پیش کرتی ہے
فلاں بزرگوار نے یہ کہا تھا ۔ اور انہوں نے عمل نہ کیا ۔ فلاں بزرگوار نے یہ
اور انہوں نے عمل نہ کیا ۔ معاذ اللہ بڑے ضدی تھے ۔ میں کہتا ہوں
ہیں جو لازمی تقاضے ہوں ان میں دوسروں کے مشوروں پر عمل نہ کرنا پڑے
صاحبانِ رائے کی رائے پر عمل نہ کرنا یہ اگر ضد ہی ہوتا تو خود رسول تھے کہ
سب کچھ دیکھ رہے تھے ۔ اصحاب الرائے کی بے چینی دیکھ رہے تھے
طے کر لیا تھا وہی کر کے رہے ۔ دنیا کہہ رہی ہے کہ آپ جاتے ہیں
اور بچوں کو کیوں لئے جاتے ہیں ۔ اب امام حسین اس وقت فلسفہ
سمجھاتے اس لئے کبھی کہہ دیا کہ میں نے رسول کو خواب میں دیکھا ہے
اور ظاہر ہے کہ جو صحیح بات ہو گی وہ رسول نے بھی فرمائی ہو گی ۔
کے سپرد کر جاؤں لیکن اب میں کہتا ہوں اس مباہلے کی روشنی
مقصد حسین نہیں تھا ۔ اگر ان کے سامنے مقصد حسین ہوتا تو
کہ انہیں کیوں لئے جاتے ہیں ۔ رسول بدر و اُحد و خندق و خیبر میں

Presented by: Rana Jabir Abbas

نہیں لے گئے اور مباہلے میں لے گئے۔ حکمِ خدا سے لے گئے۔ اس سے ہماری سمجھ
گیا کہ حق کی راہ میں بھی جو مادی فتح حاصل کرنا ہو یعنی فوج کو شکست دینا۔ اس میں
اور بچّوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن جہاں کسی ذہنیت کو قتل کرنا ہو وہاں عور
اور بچّوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ یہ سفر عور
اور بچّوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا تو بدر و اُحد و خندق و خیبر وغیرہ میں نہیں لا
کربلا کے جہاد میں اگر مادی فتح حاصل کرنا ہوتی تو عباس کی ضرورت تھی زینب
ضرورت نہ تھی۔ علی اکبر کی ضرورت تھی علی اصغر کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن مولا
سے سمجھئے کہ کربلا کے میدان میں ویسی جنگ نہیں لڑنی تھی۔ مختصر کرکے عرض
کہ حسین کو یزید کو شکست نہیں دینی تھی۔ یزیدیت کو شکست دینی تھی۔ تخت
سلطنت یزید کا نہیں اُلٹنا تھا ذہنیت یزیدی کو اُلٹنا تھا۔ اس لئے انہوں نے
جنگ کی تیاری کی۔ کون کہتا ہے کہ جنگ کی تیاری نہیں کی۔ مگر جیسی جنگ لڑ
اس لئے ویسی ہی تیاری کی۔ ذہنیت اسلامی اس وقت کیسی ہو گئی تھی۔
تاریخ میں دیکھئے کہ کیا عالم ہو گیا تھا۔ کیوں یہ تھا۔ اسلام کے خلاف کوئی کام
مسلم محاذ سے ہو تو ہم جلدی چونکیں گے۔ اور جب کسی اسلامی طاقت کی طر
سے ہو تو پھر مسلمان محسوس نہیں کریں گے۔ چونکہ جو کچھ ہو رہا تھا وہ مسلمانوں
ہاتھوں ہو رہا تھا اور بنامِ اسلام ایک فرمانروا کے ہاتھوں ہو رہا تھا۔ تو مسل
بیدار نہیں ہو رہے تھے۔ حسین کا مقصد یہ تھا کہ کربلا میں یہ دکھلا دوں کہ اس
کی نقاب کے پیچھے کیسے آدمی چھپے ہوئے ہیں۔ یہ اسلام کا برقع جو ہے اُسے
کے کردار سے نچوا کر دنیا کو دکھا دوں۔ اس لئے وہ کسوٹیاں لیں جو اسلام اور ان
کے پرکھنے کی ہیں۔ حسین کے بہتّر عوام نہیں تھے ان میں حفاظ قرآن تھے ان
تہجد گزار تھے۔ حبیب ابن مظاہر تھے جن کے لئے روایت ہے کہ ایک سجدہ میں

ختم کر لیتے تھے ان میں جناب بریر ہمدانی تھے جو سیّد القرّاء کے لقب سے جانے
جاتے تھے۔ قرّاء کے معنی اس وقت تھے حفاظ قرآن۔ سیّد القرّاء یعنی حافظانِ
قرآن کے سردار۔ یہ ان کا لقب تھا کوفے کے بچّوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔
قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ غلام ترکی جو تھا وہ حافظِ قرآن تھا۔ کوئی
ایسا نہ تھا کوئی حافظِ قرآن تھا۔ کئی صحابہ رسول تھے۔ انس بن حارث صحابی رسول
تھے مسلم ابن عوسجہ کے بارے میں بھی روایت ہے کہ صحابی رسول تھے۔ تو ان کو
اپنے ساتھ لائے تھے کیونکہ جب یہ میدان میں آجائیں گے تو مسلمانوں کی آنکھیں کھل
جائیں گی کہ اسلام پر کیا وقت پڑ گیا ہے کہ ایسے ایسے لوگ تلواریں لے کر میدان میں
نکلے ہیں۔ اور پھر خاندان رسول کا پورا سرمایہ۔ تاریخ روا روی میں کہہ دیتی ہے
کہ ستارہ بنی ہاشم۔ ورنہ بنی ہاشم کہاں تھے سب ابوطالب کی اولاد تھے۔ دکھلا دوں
کیسے انسان ہیں۔ دکھلا دوں کیسے مسلمان ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ انسانوں کی طبیعت
مختلف ہوتی ہے کسی کو جوان پر رحم آتا ہے کسی کو بچّے پر رحم آتا ہے۔ کسی کا دل
بوڑھے پر کڑھ جاتا ہے ترس آجاتا ہے۔ حسین اپنے ساتھ انسانیت کے پرکھنے
کا ذریعہ لائے تھے۔ اور قدم قدم پر۔ انہوں نے تاریخ کی دنیا کو۔ ان کے
اسلام کی جانچ کرکے۔ قیامت تک کے مسلمانوں کو دکھلا دیا ہے کہ دیکھو۔ یہ کیسے
مسلمان ہیں۔ ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ ابوثمامہ آتے ہیں کہتے ہیں۔ تمنا ہے کہ
آخری نماز آپ کے ساتھ باجماعت ادا ہو جائے۔ میں نے نوجوانوں کے اس
گروہ کی کراچی میں تعریف کی ہے جنہوں نے نماز باجماعت کی روایت کو
وہاں رائج کیا ہے۔ کچھ لوگ جو قدیم تصوّرات رکھتے ہیں ان میں سے
ایک نے مجھ سے کراچی میں کہا کہ حسین بڑے یا نماز۔ فوراً ذہن میں میرے یہ
تصور آیا کہ یہ اس کے ذہن کی بات نہیں ہے۔ بہت سی باتیں منبر سے غلط طور پر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پہنچی ہیں۔ تو خیر انہوں نے جب یہ سوال کیا تو میں نے ان سے کہا کہ وہ حسین
ہیں آپ کا جلوس ہے اور نماز تو وہ ہے جس کے لئے حسین کا جہاد ملتوی
ہے تو آپ کا جلوس اگر اتنی دیر کے لئے رُک جائے تو یہ حقیقی یادِ حسین ہوگی
آپ دیکھئے کہ حسین کے جہاد کی فضیلت کتنی بھی ہو مگر نماز وہ چیز ہے کہ
فرماتے ہیں کہ ان سے کہو کہ اتنی دیر تک کے لئے جنگ روک لیں
ادا کر لیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھ ایسا جاہل جانتا ہے کہ شریعت اسلام میں
پر ایک ترتیب نماز ہے۔ نماز کے ادا کرنے کے لئے التوائے جنگ کی
نہیں ہے۔ جنگ مغلوبہ میں بھی نماز ہو سکتی ہے کبھی اشاروں سے ہو سکتی
کبھی دوسری صورتوں سے بھی۔ میں کہتا ہوں کہ کیا معاذ اللہ حسین اس
سے واقف نہیں تھے مگر یاد رکھئے کہ اگر یہود سے مقابلہ ہوتا تو التوائے
کی ضرورت نہ ہوتی۔ اگر نصاریٰ سے مقابلہ ہوتا منکرین خدا سے مقابلہ
التوائے جنگ کی درخواست نہ کی جاتی، کیونکہ بدنصیبی سے نام نہاد مسلمانوں
مقابلہ تھا۔ اس لئے یہ التوائے جنگ کی درخواست نہ تھی یہ ان کے منہ
کو جانچ کر دنیا کو دکھلانا تھا کہ دیکھو ایسے مسلمان ہیں کہ نماز کے لئے جنگ
روکتے۔ پس دو ایک مثالیں اور۔ کسی کے جاتے وقت اللہ کو گواہ نہیں
جب علی اکبر جا رہے تھے ایک کتاب ہے دلائل خیرات۔ جو دلائل
شریعت کہلاتی ہے اس میں کچھ وظائف ہیں اور اس میں تصویر نعل
ہے۔ حضرت کے پاؤں میں پہننے کی نعل۔ نعل مبارک کی تصویر ہے
کے نیچے یہ لکھا ہے کہ جس گھر میں یہ رہے اس میں خیر و برکت رہے
اس کتاب کو شریعت کہتے ہیں اور ذوق و شوق سے اس صفحہ کی
کرتے ہیں جس میں تصویر نعل شریف ہے۔ آج چودہ سو برس کے بعد

... نام نہاد مسلمانوں کا مجمع تھا جس کے سامنے۔ کون جا رہا ہے۔ حسین نے یہ نہیں
... جا رہا ہے۔ یہ کہا اللّٰھم اشھد علی ھولاء القوم فقد برز الیھم غلام
... الناس خَلقاً و خُلقاً و منطقاً برسولک کُنّا اذا اشتقنا الی نبیک نظرنا الی وجھہ پروردگار
... وہ جا رہا ہے جو صورت اور سیرت گفتار اور رفتار میں تیرے رسول سے مشابہ
... جب ہم تیرے رسول کے مشتاق زیارت ہوتے تھے تو اپنے اس جوان
... تھے یعنی اس نام نہاد اسلامی مجمع کے تمام افراد کو سُنا دیا کہ یہ شبیہ
... اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ رسول کے نام لیوا رسول کی اس شبیہ کی کیا
... ہیں اور اہل عزا کسی کے ایک زخم آیا ہوگا، لیکن جب سناں کا وار
... گھوڑا علی اکبر کو لے کر فوج کے اندر چلا گیا اب روایت میں ہے
... ایک تلوار کا وار ہو گیا۔ فقطعوہ بسیوفھم اربا اربا
... رسول کی تصویر کو اپنی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پتہ چل
... مسلمان ہیں۔ اب یہاں بھی چونکہ دو لفظیں کہی تھیں۔ اسلام اور انسانیت
... تاکہ اسلام کو آزما کر دکھلا دیا۔ اور قیامت تک کی مسلم اور غیر مسلم دنیا
... کہ یہ لوگ کیسے ہیں۔ اب ہاتھوں پر وہ بے شیر ہے جو ہر مذہب کی زبان میں
... علی اکبر تک وہ کہہ سکتے تھے کہ تلوار لے کر آئے تھے نہ لڑتے تو کیا کرتے مگر اب
... مولا نے یہ حجت تمام کر دی ارے یہ تو کوئی تلوار لیکر نہیں آئے یہ تو صرف زبان
... تلوار سمجھو یا جو سمجھو۔ انکے پاس تو تلوار نہیں ہے۔ بس اہل عزا کیا ہوا۔ وہ آپکو
... حسین کے ہاتھوں پر بے شیر اور وہ تیر۔ اس تیر نے انکی رگ گردن کو نہیں توڑا
... دل پر جو پڑی ہوئی تھی اس انسانیت کی نقاب کا یہ آخری تار تھا جو ٹوٹ
... اس جملے پر ختم کر دونگا حالانکہ اسمیں نہ تیر ہے نہ تلوار۔ میں کہتا ہوں کہ مولا
... تک کی دنیائے انسانیت کو مخاطب کر کے سوال کر لیا کہ تم بتاؤ ایسوں کی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اللہ کے وہ بندے قابلِ تعریف ہیں جو زمین پر آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہیں کہ کسی کو ایذا
قدم سے نہ پہنچے۔ یعنی متکبرانہ چال بھی نہ ہو۔ اور جاہل لوگ بھی جب ان سے اپنے انداز
میں یعنی سخت کلامی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں تو ان کے جواب میں سلام کر لیتے ہیں
یعنی سخت کلامی کا بھی جواب سخت کلامی سے نہیں دیتے۔ خیر یہاں تک کوئی
کہہ دے کہ ہو سکتا ہے کہ معصومین کی مدح میں کہا گیا ہو مگر اب اسی میں بعض چیزیں
ایسی ہیں کہ جو ذہن کسی طرح قبول نہیں کرتا۔ والذین لا یدعون مع اللہ الٰھًا اٰخر
ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون۔

وہ بندے اس کے ایسے ہیں کہ جو اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے
اور کسی بے گناہ نفس کو قتل نہیں کرتے اور جنسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے۔ تو اب
یہ تعریف کیا معصومین کی ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سچے مسلمان جو اللہ کی نگاہ میں
ہوں۔ انہی کی تعریف ہے کہ۔ ایسے کردار ان کے ہیں کہ منہیات سے بچتے ہیں
اور وہ ان کے اوصاف ہیں کہ تواضع رکھتے ہیں۔ اب اسی سلسلے میں یہ آتا ہے کہ
والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا
للمتقین اماماً۔

وہ یہ کہتے ہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں ان کی تمنا یہ ہے۔ خدا سے یہ التجا کرتے ہیں کہ
پروردگار ہماری جو بیویاں ہیں۔ یعنی شریکِ زندگی۔ اور ہماری جو نسل ہے۔ اس میں
ایسے افراد قرار دے جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوں۔ اور ہمیں پرہیزگاروں
کے لئے امام بنا۔ اب یہ گویا سچے مسلمانوں کے کردار میں یہ کہا جا رہا ہے کہ واجعلنا
للمتقین اماماً۔

یہ دعا کیا عہدہ کی کرتے ہیں جو پیشِ خدا چند افراد کے لئے مقرر ہے۔ نہیں۔ یعنی
ہمیں کردار کی اس بلندی پر پہنچا کہ لوگ ہمیں دیکھ کر مثال بنائیں اور ہمارے پیچھے

چل کر متقی اور پرہیزگار بنیں۔ چنانچہ میں بھی کبھی کبھی قنوت میں یہ دعا پڑھ لیتا ہوں
... نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرنے کی مدح کی ہے۔ چنانچہ میں قنوت کے لئے اسے
... ایک بہترین دعا سمجھتا ہوں۔ تو اب یہ لغوی معنی سے ہے کہ ہم ایسے نقطۂ عمل پر
... کہ بہت سے لوگ ہمارے پیچھے چل کر متقی بنیں۔ بہت سے لوگ ہماری
... کر کے ہم کو اپنا امام یعنی نمونہ عمل بنا کے وہ ہمارے نقشِ قدم پر چلیں۔ بارگاہ
الٰہی میں اس کی دعا ہر سچے مومن کو کرنی چاہیئے۔ تو یہ امام کی لفظ جو ہے وہ لغت کے
... کے لحاظ سے ہے اور جس طرح وہ آپ کے قانون کی لفظیں ہیں کیا وہ بھی لغوی
مفہوم میں۔ لغت کے مفہوم میں صرف نہیں ہوتیں۔ اب تو بحمد اللہ پاکستان بننے
کے بعد یہاں مناظروں کا رواج نہیں رہا، لیکن آپ میں سے بعض حضرات اس دور
کے آدمی ہوں گے۔ جب زور شور سے یہاں مناظرے ہوتے تھے۔ تو مناظروں میں جج
... نہیں ہوتے تھے؟ تو وہ کیا سب ویسے جج ہوتے تھے۔ جو عدالت میں جاکر
کرسی پر بیٹھ جائیں وہ صاحب تو لغت کے معنی کے لحاظ سے جج کہے جاتے تھے۔
اب کوئی اعتراض کرے کہ جناب جج تو وہ ہوتے ہیں جو کرسی پر ہوں تو یہ وہاں جا
کر بیٹھیں یہاں اور جج ہیں۔ صاحب قانون کی بات اور ہوتی ہے لغت کی بات
اور ہوتی ہے۔ تو قانون کے لحاظ سے جو درجہ مقرر ہے تو اس میں ایک درجہ
والے لفظ کا استعمال دوسرے درجہ والے کے لئے غلط ہو جائے گا۔ جیسے میں نے
منصف کو جج کہنا اور جج کو منصف کہنا۔ تو یہ تو میں نے تمہیداً۔ ضمناً۔ گویا یہ ایک
بات یہاں کر دی۔ کیونکہ بعض وقت لغوی معنی میں کوئی لفظ بولی جاتی ہے تو اس
سے لوگوں کو غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اب جو عرض کرنا ہے وہ یہ کہ اصطلاحی
... سے ہم جب قرآن مجید اور احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اللہ کی
جانب سے تین عہدوں کے نام معلوم ہیں۔ سب سے پہلا عہدہ نبوّت۔ لغت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں نبی کے معنی خبر دینے والا۔ اور اب وہ عام معنی ہے خبر۔ اس مفہوم میں قیدیں لگ
گئیں کہ اُدھر کی خبریں۔ غیب کی خبریں۔ جنت و نار کی خبریں دینے والا۔ اُدھر سے
جو آئے تو وہ نبی۔ تو یہ عہدہ ہمارے سامنے شروع ہوا حضرت آدم سے۔ ہمارے
سامنے شروع ہوا۔ عالم باطن کی بات کا ذکر نہیں۔ جہاں سے ہم فہرست انبیاء
مرتب کریں گے وہاں سے پہلے نبی حضرت آدم۔ اب یہ سلسلہ آگے بڑھ کر پہنچا
حضرت نوح تک تو حضرت نوح تک جتنے تھے بیچ میں۔ زمین حجتِ خدا سے خالی
تو نہیں رہتی۔ درمیان میں اک سلسلہ تھا جس کے پورے نام ہمیں اکثر کو معلوم نہیں
ہیں۔ اور معلوم بھی ہوں تو یاد کہاں ہوں گے۔ تو وہ ہزاروں برس کی مدت میں نہ جانے
کتنے تھے۔ وہ ماورائے تاریخ اتنے تھے کہ اس کی مدت بھی نہیں معلوم۔ تو وہ جناب
بیچ میں جتنے ہوتے رہے بس وہ نبی تھے اس کے آگے کچھ نہیں۔ ابھی تک گویا قانون
الٰہی میں یہ عہدہ قائم ہوا تھا۔ اب اس کے بعد حضرت نوح تشریف لائے تو
سب سے پہلے رسول ہوئے۔ نبوت شروع ہوئی تھی حضرت آدم سے اور
اب رسالت شروع ہوئی حضرت نوح سے۔ ان کی عمر چونکہ تمام انبیاء و مرسلین
میں سب سے زیادہ ہوئی ہے اس لئے ان کو شیخ المرسلین کہتے ہیں۔ لقب ہے
ان کا۔ وہ بر بنائے افضلیت نہیں۔ بر بنائے طول عمر ہے اور وہ بھی طول عمر
ہماری آنکھوں کے سامنے۔ ورنہ حضرت عیسےٰ کی عمر ان سے بڑھ گئی
ہے پھر بھی شیخ المرسلین وہی ہیں۔ تو نبی کے لغوی معنی خبر دینے والا اور رسول
کے معنی پیغامبر۔ پیغام پہنچانے والا۔ اب وہی جو میں نے کہا کہ منصف جج اور
ہر جج منصف۔ تو وہ نبی تھے بے چارے تو کیا وہ پیغام پہنچاتے ہی نہیں تھے
لغت کے اعتبار سے ان کو بھی رسول کہہ دیا جاتا تو کوئی بات نہ تھی۔ مگر اور
قانون کی طرف سے عہدہ ابھی قائم نہیں ہوا تھا وہاں نبی کی لفظ تھی اور

ہمارے ہاں تاریخ کے اعتبار سے صاحبِ شریعت رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب
شریعت ہو۔ تو اس وقت نوع انسانی محدود تھی۔ اور شروع میں تو بس اولاد جناب آدم
جو براہِ راست تھی یا ایک پشت اور گزری ہو بس وہی۔ نوع بشر کا رقبہ۔ تو اس لئے
ان کے ضروریات بھی مختصر تھے کچھ ابتدائی تعلیمات۔ تہذیب کو آگے بڑھانے کیلئے
جو فقط بنیاد بن سکتے ہیں۔ وہ کچھ دے دیئے گئے تھے۔ تو اس لئے ان تعلیمات کو
شریعت نہیں کہتے تھے یقیناً کچھ اصول زندگی تو لے کر آئے تھے۔ لیکن وہ اتنے
مختصر و محدود تھے کہ اسے کوئی شریعت کا نام نہیں ملا ہے۔ شریعت جو لے کر آئے
ہیں وہ حضرت نوح لے کر آئے ہیں۔ اس لئے جس طرح وہ پہلے نبی اس طرح حضرت
نوح پہلے رسول۔ اب رسالت چلتی رہی۔ مگر چلنے کے یہ معنی نہیں کہ ایسے افراد ہوا کریں
جو اس منصب کے حامل ہوں۔ یعنی اب ابتدا رسالت کی ہو گئی اس کے بعد جو لوگ
آئے ہیں ہو سکتا ہے فقط نبی ہوں کیونکہ دو عہدے ہو گئے ہیں ایک نبی ایک رسول۔
اب جب تک شریعت نہیں بدلے گی اس وقت تک رسول کی ضرورت نہیں ہے۔
لہٰذا اس وقت تک انبیاء ہی ہوتے رہیں گے۔ تو بہرحال اب یہ عہدے چلے۔
گویا ایک نبوت ایک رسالت۔ اب حضرت نوح کے بعد جو ایک قد آور شخصیت
آئی وہ حضرت ابراہیم کی تھی۔ حضرت ابراہیم دو عہدوں کے مالک ہیں۔ نبی بھی ہیں
اور رسول بھی ہیں۔ نبوت اور رسالت دونوں عہدوں کے یہ مالک ہیں مگر نبوت
ملی تو کوئی امتحان نہیں لیا گیا تھا۔ رسالت ملی تھی تو کوئی امتحان نہیں ہوا تھا بس
اللہ نے اپنے علم کی بنیاد پر نامزد کر دیا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر اب یہ نبی ہیں
اور رسول ہیں اور فقط رسول تھوڑی ہیں اب وہ عہدہ نہیں ہے اب وہ اعزاز ہے
خلیل بھی تو ہیں خلیل اللہ ہیں۔ اللہ کے دوست ہیں اتنا بڑا اعزاز ہے ان کا
عہدے تو وہی دو ہیں نبی اور رسول۔ مگر اب یہ نبی ہوتے ہوئے رسول ہوتے ہوئے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اب بلائے جاتے ہیں امتحان میں۔ امتحان میں بلائے جاتے ہیں جیسے بچوں کا امتحان
ہوتا ہے ویسے ہی سرکاری عہدوں میں بھی تو امتحان ہوتا ہے۔ تو اس امتحان کا جو
آپ رکھتے ہوں وہ نام آپ انگریزی میں رکھ لیں۔ تو اس امتحان کے لئے جو صلا
کار   درکار ہوتی ہے۔ کسی عہدہ پر مقرر کرنے کے لئے جو امتحان ہوتا
اب اس امتحان میں بلائے گئے۔ اللہ کے لئے لکھ کر پرچہ امتحان دینے کی ضرو
نہیں۔ زبانی ہو کچھ ہو القا کے ساتھ ہو۔ ملک کی زبانی ہو۔ اب تفصیلات تو
میں نہیں ہیں کہاں سے بیان کروں۔ بہرحال امتحان کسی طرح اب لیا جا رہا
اب آپ کے ہاں امتحان جو ہوتا ہے اس میں کامیابی کے نمبر کہیں تینتیس فیصد
کہیں پچاس فیصدی ہوتے ہیں۔ تو وہ ادنیٰ درجہ کی کامیابی تو اسی میں ہو جا
گی۔ تو اس کے بعد جناب فیصدی پچاس ہوتے۔ غرض ایسا تو بہت کم ہوتا ہے
ایک عدد بھی ممتحن کم نہ کرے بس معلوم ہوا کہ وہ ریاضی وغیرہ میں کبھی کبھی سو میں
سو آجاتے ہیں کیونکہ اس میں اگر بالکل صحیح لکھا ہے تو نمبروں میں کمی نہیں ہوتی اور
اگر غلط لکھا ہے تو کچھ بھی حق نہیں ہے۔ یہاں فرض کیجئے دو سوال غلط ہیں۔ تو اس
کے لحاظ سے نمبر کم کر دے ورنہ اگر لڑکا صحیح لکھے تو اس میں گنجائش ہی نہیں
نمبر کم کرنے کی۔ چاہے ممتحن کا دل بھی چاہتا ہو۔ کیونکہ ممتحن کو شوق ہوتا ہے کہ کچھ
کچھ کم کر دوں۔ تو جناب کچھ تو کم ہو ہی جاتا ہے۔ مگر یہ کہ یہاں خالق اعلان کر رہا
جس کے ہاں مبالغہ کا سوال نہیں وہ کہہ رہا ہے فَاَتَمَّهُنَّ۔ اس کے معنی یہ
کہ سب در بند۔ سو میں سے سو کامیابی۔ یعنی ایک بھی نمبر کی کمی نہیں تو میں کہتا
یہ نبی ہیں رسول ہیں تو آخر اس امتحان کی ضرورت کیا ہے۔ یہ صرف اس عہدہ کی
بلندی دکھلانے کو۔ کہ دیکھو ہر نبی اس کا مستحق نہیں ہے۔ رسول بھی اس کا مستحق
نہیں ہے۔ رسولوں میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ کون مستحق ہے۔ صلوٰۃ۔

اور پھر ماشاءاللہ بفیض مجالس عوام بھی ہمارے بہت سی دینی حقیقتوں سے تو باخبر
ہم بحمداللہ تمام انبیاء کو معصوم مانتے ہیں بلا استثناء۔ تو ہمارے لئے عجیب
ہو گئی ہے۔ کہ جناب۔ حدیث میں تفسیر میں کہیں بھی دنیا کوئی حرف آدم
ہو۔ تو ہم وکالت کریں۔ حضرت نوح پر کوئی الزام ثابت کرنے کی کوشش
ہو تو ہم بیچ میں آئیں۔ ہم تمام انبیاء کی وکالت کے ذمہ دار ہیں۔ صلوٰۃ۔
تو یہ بہرحال ہمارا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ انبیا سے گناہ نہیں ہوتے مگر پھر بھی جن
سے دنیا گناہ کرتی ہے وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کے لائی جاتی ہیں۔ اور جیسے
گنہ گار ثابت کرنے سے دلچسپی ہے۔ تو وہ تو ملتے نہیں کہنے کو۔ ہم ہی سے
ہے دیکھئے انہوں نے یہ کہا۔ انہوں نے یہ کہا۔ ان سب کی طرف سے
ہمارے ذمہ ہے کہ ہم دیں۔ تو اب جہاں اکثر باتیں ہوتی ہیں۔ وہاں ہم جواب
ہیں کہ وہ گناہ نہیں تھا ترک اولیٰ تھا۔ یہ آپ نے برابر سنا ہو گا کہ ترک
تو ترک اولیٰ کے معنی دیکھئے۔ ترک اولیٰ کے معنی تو یہ ہیں کہ یقیناً کچھ کمی تو
ورنہ وہ ترک اولیٰ ہی کیوں ہوتا۔ یعنی وہ جو منزل اولیٰ تھی اس سے کچھ
یہی معنی ترک اولیٰ کے ہیں۔ وہ کمی ایسی نہیں ہے جو گناہ کی فہرست میں
مگر کچھ تو کمی ہے۔ تو جناب ہر نبی کے ہاں ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے۔ مگر
حضرت ابراہیم کو خالق سند دے رہا ہے کہ فَاَتَمَّهُنَّ خالق جس کا نام ہی
اس کی زبان پر حق کے سوا کسی اور چیز کا بیان کہاں آسکتا ہے وہ کہہ
فَاَتَمَّهُنَّ تمام و کمال۔ تو ذرا بھی کمی ہو تو وہ کیونکر کہے تمام و کمال۔
انبیاء کے لئے۔ ذرا سی کمی ہو تو۔ سخت سے سخت الفاظ استعمال کرتا
گنہگاروں کے لئے استعمال ہوتے ہیں وہ ترک اولیٰ پر الفاظ فرما دیا
جس میں ہم پر پھر مصیبت پڑتی ہے کہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ وہ گناہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نہیں تھا۔ پھر ان کی بلندی کے لحاظ سے خالق نے یہ سخت الفاظ استعمال کئے ہیں کہ
اتنے بلند مرتبہ ہو کر۔ تم نے یہ کیوں کیا۔ کوئی دوسرا کرتا تو یہ کیا جاتا۔ اس وقت
موضوع نہیں ہے جن جن چیزوں کو دنیا خلاف عصمت پیش کرتی ہے میں اس
دلیلِ عصمت میں لاتا ہوں کہ اگر معصوم نہ ہوتے تو اس بات پر روکا نہ جاتا۔
بات پر تنبیہہ نہ کی جاتی۔ یہ تنبیہیں دلیل ہیں ان سب کے معصوم ہونے کی۔
بہرحال تنبیہیں ہوتی ہیں۔ تو کچھ نہ کچھ تو ہے ہی۔ جیسے واجب ترک نہیں ہوا
مستحب ترک ہوگیا۔ حرام کا عمل نہیں ہوا مگر مکروہ کا عمل ہوا۔ تو کمی ہوئی اس قدر
اولیٰ کا عنوان قائم ہوا۔ مگر جہاں قرآن کہے فَاَتَمَّهُنَّ پورا پورا پرچہ اس نے حل کر
جو بات صحیح صحیح ہونا چاہیئے تھی وہ ہوگئی۔ تو آپ بتایئے کہ کس کمی کی گنجائش
گئی۔ جب کمی کی گنجائش نہ رہی۔ تو اس سے اولیٰ کیا ہوگا جو ترکِ اولیٰ ہو اس کے
یہ ہیں کہ نبوت تک ترک اولیٰ ہوگا رسالت تک ترک اولیٰ ہوگا مگر جہاں اما
آجائے گی صلوٰۃ۔

غرض اتنا شاندار نتیجۂ امتحان اور جب اس میں کامیابی ہوگئی تو اب ارشا
ہو رہا ہے کہ اچھا اب تم کامیاب ہوگئے اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ میں
تم کو تمام انسانوں کے لئے۔ ناس۔ اسم جمع ہے اور اس پر الف لام استغراق
میں تم کو تمام انسانوں کے لئے امام بناتا ہوں۔ نبوت اور رسالت میں ہمیں معلوم
ہے کہ۔ وہ محدود ہوتی رہی ہیں۔ ارے ایسے نبی تھے جو ایک قریے کے
ہیں۔ انہی کے دور میں جناب لوط تھے وہ بس ایک بستی تھی وہاں کے نبی
اور ایسے ہی بہت سے انبیاء۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ
کے لئے تحقیق یہ ہے کہ ان کی رسالت عام نہیں تھی۔ صرف بنی اسرائیل
لئے تھی۔ قرآن مجید میں بھی ہے رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔ بنی اسرائیل

رسول بنا کر بھیجا۔ بائبل میں بھی ہے کہ اسرائیل کی بھیڑوں کو چرانے کے لئے آیا ہوں۔ تو
ہدایت خلق کے لئے تعبیر مجازی ہے۔ بائبل کی زبان میں بھیڑوں کا چرانا۔ یعنی
خلق خدا کا صحیح راستے پر لے چلنا۔ تو اسرائیل کے لئے۔ دعویٰ تھا ان کا یہی بائبل
میں ہے اور قرآن بھی یہی کہہ رہا ہے اور اس کے بعد شواہد اس کے بہت ہیں۔
اس وقت پیش نہیں کرنے۔ تو بہرحال تحقیق یہ ہے کہ ان کی رسالت صرف
بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ باوجودیکہ رسول ہیں۔ فقط نبی نہیں ہیں۔ جناب موسیٰ
بھی رسول ہیں اور اولی العزم رسول ہیں۔ اور جناب عیسیٰؑ بھی رسول ہیں اور
اولی العزم رسول ہیں مگر رقبہ رسالت محدود ہے۔ بنی اسرائیل کے اندر۔ اوروں کے
لئے نہیں ہے۔ اور شریعت انکی انہی کے لئے تھی دوسروں کے لئے نہیں تھی۔
لیکن اب دیکھئے کہ امامت جہاں سے شروع ہوئی ہے وہیں سے للناس لامحدود۔
تمام نوع انسانی کے لئے۔ بلا تفریق ملک بلا تفریق صوبہ۔ بلا تفریق زباں۔ بلا تفریق
رنگ۔ بلا تفریق نسل۔ تمام انسانوں کے لئے۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔
تمام لوگوں کے لئے امام بناتا ہوں۔ اعلان ہوا نبوت ملی لے لی کوئی سوال نہیں
کیا۔ رسالت عطا ہوئی۔ لے لی۔ کوئی سوال نہیں کیا۔ خلت کا اعزاز ملا قبول کر لیا۔
کوئی سوال نہیں کیا۔ مگر جب امامت ملی تو فوراً ربط لگا دیا۔ وہ کہہ رہا ہے میں تمہیں
انسانوں کا امام بناتا ہوں وہ کہتے ہیں وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ اور میری نسل میں سے
بھی تو۔ اور میری اولاد میں سے بھی تو۔ یہ کیا بات۔ جناب آپ کو منصب ملا ہے
اس پہ ربط کیوں لگا رہے ہیں۔ اور میری اولاد میں سے بھی تو۔ پہلے ایک سطحی
اعتراض کروں گا۔ حضور نبوت ملی تھی بلا امتحان۔ رسالت ملی تھی بلا امتحان۔
اللہ والے لوگ۔ ان کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ کوئی کچھ عطا کرے تو مزید یہ مانگنے
لگیں۔ لیکن جناب امامت یونہی نہیں ملی ہے۔ امتحان لے کر نتیجہ امتحان کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نوح سے چلی رسالت تواس کے بعد جو تیسرا عہدہ امتحان لے کر ملا۔ وہ ہے امامت
اب ابراہیم جو ہیں وہ نبی بھی ہیں رسول بھی ہیں امام بھی ہیں۔ اب ان میں تینوں
اکٹھے ہو گئے۔ تو اب جو ان سے افضل ہستی آئے وہ کیا صرف نبی ہو گی پھر وہ افضل
کہاں ہوئی۔ تو کیا فقط رسول ہو گی یعنی نبی اور رسول۔ پھر وہ افضل کیونکر ہو گی۔
ماننا پڑے گا قرآن اور عقل دونوں کی مدد سے کہ اب جو ہستی آئے گی وہ تین منصبوں
کی حامل ہو گی۔ بغیر اس کے وہ حضرت ابراہیم سے افضل نہیں ہو سکتی۔ وہ ہستی
فقط نبی و رسول ہو تو حضرت ابراہیم سے کم ہو گئی۔ لازماً اُسے بھی امام ہونا ہے
کسی کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ تمام فرزندانِ اسلام مانتے ہیں کہ محمدؐ افضل المرسلین
کسی مسلمان سے کہ پوچھے کسی فرقہ کا بھی ہو۔ تو کہے گا کہ ہاں۔ افضل المرسلین
جب افضل المرسلین ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہ نبی بھی ہیں رسول بھی ہیں اور
بھی ہیں۔ یہ تینوں عہدے ان میں جمع ہیں۔ اب درمیان میں جو میں نے منزلیں
طے کر کے گفتگو کی۔ تو میں یہاں تک پہنچا۔ تو اس میں جہاں بھی کہیں جھول ہو کمزوری
وہ بعد میں مجھے بتا دے۔ میں اس پر غور کروں گا۔ تو یہ نبی بھی رسول بھی اور
بھی۔ اور اب جناب بعض سوال ایسے ہیں جو ذہن میں کبھی نہیں آتے۔ کسی کے
دلانے پر خیال آجاتا ہے اور پھر جواب کے لئے سوچنا بھی پڑتا ہے۔ تو حید
دکن میں۔ جو ہندوستان کے حضرات ہیں وہ جانتے ہی ہیں کہ آخری نظام
جن کے بعد ریاست چلی گئی یعنی آصف جاہ کے تابع عثمان علی خاں۔ وہ
ذوق علم رکھنے والے آدمی تھے اور جو علماء وہاں جاتے تھے۔ وہ ان سے
کرنا چاہتے تھے تو وہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے
بلکہ ان سے کچھ علمی سوال کرتے تھے اپنے اطمینان کے لئے۔ اور اس کے
اب وہ عنداللہ کیا ہوں مگر بہرحال تھے وہ اہل سنت کے سلسلے کے۔

اہل سنت نے انہیں ہمیشہ اپنے میں سے کہا۔ وہ اپنے کو تفضیلی کہتے تھے کہ میں
تفضیلی ہوں یعنی حضرت علی کو افضل مانتا ہوں تمام دوسرے حضرات سے۔ تو وہ
...ل کی حد تک تو اعلان کرتے تھے اور اس کے آگے جب پُوچھا گیا تو کہا کہ میں اپنے
آبائی مذہب پر ہوں اور بس۔ والدہ کو اپنی کہتے تھے کہ وہ بحمداللہ شیعہ اثنا عشری
تھیں۔ بحمداللہ کے ساتھ کہتے تھے۔ ان کے نام پر انہوں نے وہاں عزاخانہ زہرا
قائم کیا ہے۔ ان مرحومہ کا نام زہرا بیگم تھا۔ تو مجھ سے پہلی ملاقات میں انہوں نے
کہا کہ میری والدہ شیعہ تھیں۔ انہوں نے کہا آپ کو معلوم ہے میں نے کہا کہ ہاں
معلوم ہے۔ اور اس پر میں نے جملہ کہا۔ سُننے کے بعد۔ کہ آپ کا تو مادری مذہب
... ہے۔ تو ان کے ہاں دوسرے دن میرا بیان ہونے والا تھا انہوں نے ایک
ملاقات کا پیغام بھیج دیا۔ تو وہ سوچ کر میں نے رکھا ہے۔ اور واقعی وہ سوال مجھ
سے کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہ پیش نظر رکھئے گا کہ وہ تفضیلی ہیں۔ یعنی حضرت علی
ابن ابی طالب کی فضیلت میں وہ کمی کسی صورت میں گوارہ نہیں کر سکتے۔ ان کے
... کا مصرعہ ہے۔ علی کی معنوی پیغمبری سمجھا تو میں سمجھا۔ وہ سمجھے ہیں میں تھوڑی
سمجھا ہوں۔ اب جو شخص یہ کہتا ہو ظاہر ہے کہ اس کے سوال کے جواب میں ایسی
... تو نہیں کہی جا سکتی جو اس کے تصور کو جھٹکا لگائے۔ اب دیکھئے کہ کتنا مشکل
سوال انہوں نے کر لیا۔ انہوں نے کہا یہ بتائیے کہ یہ پیغمبر پر رسالت کیوں ختم
... کوئی آدمی اس منصب کا اہل نہ ہو تو ختم ہو جائے، لیکن جب ایک ذات اس
... کی اہل موجود ہے تو یہ رسالت آخر ختم کیوں ہو گئی۔ اب یہ دونوں باتیں
... رسالت مسلّم ہے۔ ان کے نزدیک۔ یہ نہیں ہے کہ اس کے منکر ہیں
... علی کی اہلیت ان کے نزدیک بہ اعتبار فضائل مسلّم۔ تو اب یہ گویا ان
... معمہ ہے۔ ان کے ذہن پر یہ خیال اتنا غالب تھا کہ بار بار اس کو وہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دہراتے ہیں۔ اپنے سوال کو۔ خیر جب تک وہ اپنے خیال سے محظوظ ہوتے رہے میں
رہا۔ جب ان کا سلسلہ ختم ہوا تو میں نے کہا کہ عہدہ اس لئے نہیں ختم کیا جاتا کہ کوئی آدمی
اس کے لائق نہیں ہے بلکہ اس کا ایک اور سبب ہو سکتا ہے کہ وہ ضرورت ختم ہو
جائے۔ میں نے کہا کہ جنگ کی ضرورت سے بہت سے عہدے بہت سے دفتر
کھولے جاتے ہیں۔ بہت سے آدمی اس پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ جب جنگ ختم ہو
گئی تو وہ دفتر توڑ دیا جاتا ہے عہدہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ تو کیا اس لئے کہ کوئی آدمی
اس عہدے کے قابل نہیں رہا۔ ممکن ہے وہی آدمی ہو جو تھا مگر پھر بھی عہدہ ختم
کیوں۔ وہ کام ضرورتاً تھا۔ ضرورت ختم ہو گئی کام ختم ہو گیا۔ تو آدمی لائق موجود
ہے تو کوئی اور کام اس کے سپرد کیا جائے گا۔ تو نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا۔ جب
تک ایک بھی خبر باقی ہے جو نہ دی گئی ہو۔ نبی کی ضرورت باقی ہے۔ رسول کے معنی
ہیں پیغام پہنچانے والا جب تک ایک بھی پیغام باقی ہے اس وقت تک رسول
کی ضرورت باقی ہے۔ اور جب پیغام سب پہنچا دیئے گئے ہوں کوئی پیغام باقی
نہ ہو تو پھر اس جگہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چاہے آدمی موجود ہو، جو اس عہدہ
کے لائق ہو۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا کہ بس کل اسی موضوع پر بیان ہو جائے۔ دوسرے
دن جو اس بات میں مزید اضافے کئے گئے وہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔
نبی کے معنی خبر دینے والا۔ رسول کے معنی پیغام پہنچانے والا۔ اور امام کے معنی ہیں
آگے چلنے والا۔ نبی کی ضرورت اس وقت تک رہے گی جب تک ایک بھی خبر
ہے جو نہ پہنچائی گئی ہو جب ہر خبر پہنچائی جا چکی ہے تو نبی کی ضرورت ختم۔ نبوت
ختم ہو جائے گی۔ رسول کا مطلب ہے پیغام پہنچانے والا۔ جب تک ایک بھی پیغام
ہے جو نہ پہنچایا گیا ہو۔ چاہے اس کے لئے غدیر کے اجتماع کا انتظار ہو۔ جب
تک ایک بھی پیغام ہو جو نہ پہنچایا گیا ہو اس وقت تک رسول کی ضرورت

اس کے بعد رسالت ختم، لیکن امام کے معنی ہیں آگے آگے چلنے والا۔ جب راستہ قائم
ہے اور رہرو باقی ہیں اس وقت تک امام کی ضرورت ہے۔ صلوٰۃ۔

اور اب قانونی بات یہی ہے جانشین کے معنی کیا ہیں۔ اس کام کو انجام دینے
والا۔ تو جو سرکاری طور پر جانشین کسی کام کے لئے ہو۔ اس کا لقب وہی ہو گا جو اس کے
اصل رو کا ہے جس کا جانشین ہے۔ جج کی کرسی پر ایک دن کے لئے بھی بطور قائم مقام
آئے وہ جج ہی کہلائے گا۔ کسی اور نام سے اس دن خطاب کر لیجئے تو توہین کا دعویٰ
کرے گا۔ مثلاً اس کا پرانا عہدہ۔ منصب کا کہہ دیجئے۔ اب آج کے دن جو وہ جج
ہے۔ وہ عدالت کی توہین ہے۔ تو جو جس عہدہ کا جانشین ہو گا اُسے وہی نام ملے
گا جو اس صاحب عہدہ کا ہے اب رسول کے پاس اللہ کی گویا تین پوسٹیں ہیں۔
ایک نبوت کا کام، ایک رسالت کا کام۔ ایک امامت کا کام۔ اب جو جانشین
ہو گا وہ کس عہدہ میں جانشین ہو گا۔ اگر نبوت میں جانشین ہو تو نبی کہنا چاہیئے اگر
رسالت میں جانشین ہو تو رسول کہنا چاہیئے۔ اس کے خلاف کوئی لفظ بھی غلط ہو گی
مگر یہ دونوں کام تو ختم ہو گئے یہ جگہیں ختم کر دی گئیں وہ پوسٹیں باقی نہیں رہیں
اب نہ اُس میں کوئی جانشین ہو سکتا ہے نہ اس میں کوئی جانشین ہو سکتا ہے۔
امام کا کام کیونکہ قیامت تک برقرار ہے اسی میں جانشینی ہو گی۔ لہٰذا اب جو اس
منصب پر آئے گا امام ہو گا۔ مجھے منفی پہلوؤں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی ہے مثبت پہلو
پیش کرتا ہوں۔ اصل میں بنیادی فرق وہیں سے شروع ہوا جہاں سے رسول کو
ایک بادشاہ بھی تصور کر لیا۔ مگر مجھے کہیں ان کا عہدہ بادشاہ نظر نہیں آتا۔
یہ تاریخی بات ہے کہ فتح مکہ پر رسول نے ارشاد فرمایا کہ۔ ابو سفیان جب
مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ ابھی تک پہلے کا ذکر تھا تو میں نے ہو گیا کہا اب جو بات
ہوئی تو میں انہوں نے کہا کہوں گا۔ اب ذرا احترام ہو جائے گا۔ آ گیا تو رسول نے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دہرلتے ہیں۔ اپنے سوال کو۔ خیر جب تک وہ اپنے خیال سے محظوظ ہوتے رہے میں خاموش رہا۔ جب ان کا سلسلہ ختم ہوا تو میں نے کہا کہ عہدہ اس لئے نہیں ختم کیا جاتا کہ کوئی آدمی اس کے لائق نہیں ہے بلکہ اس کا ایک اور سبب ہو سکتا ہے کہ وہ ضرورت ختم ہو جائے۔ میں نے کہا کہ جنگ کی ضرورت سے بہت سے عہدے بہت سے دفتر کھولے جاتے ہیں۔ بہت سے آدمی اس پر مقرر کئے جاتے ہیں۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو وہ دفتر توڑ دیا جاتا ہے عہدہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ تو کیا اس لئے کہ کوئی آدمی اس عہدے کے قابل نہیں رہا۔ ممکن ہے وہی آدمی ہو جو تھا مگر پھر بھی عہدہ ختم کیوں۔ وہ کام ضرورتاً تھا۔ ضرورت ختم ہو گئی کام ختم ہو گیا۔ تو آدمی لائق موجود بھی ہے تو کوئی اور کام اس کے سپرد کیا جائے گا۔ تو نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا۔ جب تک ایک بھی خبر باقی ہے جو نہ دی گئی ہو۔ نبی کی ضرورت باقی ہے۔ رسول کے معنی ہیں پیغام پہنچانے والا جب تک ایک بھی پیغام باقی ہے اس وقت تک رسول کی ضرورت باقی ہے۔ اور جب پیغام سب پہنچا دیئے گئے ہوں کوئی پیغام باقی نہ ہو تو پھر اس جگہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چاہے آدمی موجود ہو، جو اس عہدے کے لائق ہو۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا کہ بس کل اسی موضوع پر بیان ہو جائے۔ دن جو اس بات میں مزید اضافے کئے گئے وہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں نبی کے معنی خبر دینے والا۔ رسول کے معنی پیغام پہنچانے والا۔ اور امام کے معنی ہیں آگے چلنے والا۔ نبی کی ضرورت اس وقت تک رہے گی جب تک ایک بھی خبر ہے جو نہ پہنچائی گئی ہو جب ہر خبر پہنچائی جا چکی ہے تو نبی کی ضرورت ختم۔ نبوت ختم ہو جائے گی۔ رسول کا مطلب ہے پیغام پہنچانے والا۔ جب تک ایک بھی پیغام ہے جو نہ پہنچایا گیا ہو۔ چاہے اس کے لئے غدیر کے اجتماع کا انتظار ہو۔ جب تک ایک بھی پیغام ہو جو نہ پہنچایا گیا ہو اس وقت تک رسول کی ضرورت

اس کے بعد رسالت ختم، لیکن امام کے معنی ہیں آگے آگے چلنے والا۔ جب راستہ قائم ہے اور رہرو باقی ہیں اس وقت تک امام کی ضرورت ہے۔ صلوٰۃ۔

اور اب قانونی بات یہی ہے جانشین کے معنی کیا ہیں۔ اس کام کو انجام دینے والا۔ تو جو سرکاری طور پر جانشین کسی کام کے لئے ہو۔ اس کا لقب وہی ہوگا جو اس کے پیش رو کا ہے جس کا جانشین ہے۔ جج کی کرسی پر ایک دن کے لئے بھی بطور قائم مقام ہو آئے وہ جج ہی کہلائے گا۔ کسی اور نام سے اس دن خطاب کر لیجئے تو توہین کا دعویٰ کر دے گا۔ مثلاً اس کا پرانا عہدہ۔ منصب کا کہہ دیجئے۔ اب آج کے دن جو وہ جج ہے۔ وہ عدالت کی توہین ہے۔ تو جو جس عہدہ کا جانشین ہوگا اُسے وہی نام ملے گا جو اس صاحب عہدہ کا ہے اب رسول کے پاس اللہ کی گویا تین پوسٹیں ہیں۔ ایک نبوت کا کام، ایک رسالت کا کام۔ ایک امامت کا کام۔ اب جو جانشین ہوگا وہ کس عہدہ میں جانشین ہوگا۔ اگر نبوت میں جانشین ہو تو نبی کہنا چاہیئے اگر رسالت میں جانشین ہو تو رسول کہنا چاہیئے۔ اس کے خلاف کوئی لفظ بھی غلط ہوگی مگر یہ دونوں کام تو ختم ہو گئے یہ جگہیں ختم کر دی گئیں وہ پوسٹیں باقی نہیں رہیں۔ تو اب نہ اُس میں کوئی جانشین ہو سکتا ہے نہ اس میں کوئی جانشین ہو سکتا ہے۔ تیسرا کام کیونکہ قیامت تک برقرار ہے اسی میں جانشینی ہوگی۔ لہٰذا اب جو اس جگہ پر آئے گا امام ہوگا۔ مجھے منفی پہلوؤں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی ہے مثبت پہلو پیش کرتا ہوں۔ اصل میں بنیادی فرق وہیں سے شروع ہوا جہاں سے رسول کو ایک بادشاہ بھی تصور کر لیا۔ مگر مجھے کہیں ان کا عہدہ بادشاہ نظر نہیں آتا۔ مسلّمہ تاریخی بات ہے کہ فتح مکہ پر رسول نے ارشاد فرمایا کہ۔ ابوسفیان جب مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ ابھی تک پہلے کا ذکر تھا تو میں نے ہو گیا کہا اب جو بات اصل تو میں انہوں نے کہا کہوں گا۔ اب ذرا احترام ہو جائے گا۔ آگیا تو رسول نے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فرمایا عباس سے کہ اسے پہاڑی پر لے جاکر فوج اسلام کا تزک و احتشام دکھلا
وہاں اس دن اہتمام کے ساتھ دستے آئے تھے (مسلمانوں کے)۔ ہر ایک تار
میں مکمل طور پر اس کا ذکر ہے۔ اب اس وقت وقت نہیں کہ جو دستہ آتا ہے
اس سے اتنا متاثر ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو دیکھ کر فوراً کہہ اُٹھتے ہیں یہ رسول اللہ کا
ہے؟ ارے نہیں ابھی کہاں یہ تو فلاں انصار میں سے ایک ہیں۔ بہت سے
کے گزر جانے کے بعد حضرت خاص بنی ہاشم کے حلقے میں تشریف لائے۔ تو انہوں
جناب عباس سے یہ کہا کہ۔ لقد اصبح ملك ابن اخیك عظیما۔ تمہارے
کی سلطنت تو بہت عظیم ہو گئی۔ حالانکہ۔ یاد رکھئے۔ کہ جناب عباس اپنی تمام تر
بلندیوں کے باوجود تاریخی اعتبار سے اسلام میں نو وارد ہیں مگر یہ بات اس
تک ہے مسلمان کے ذہن نشین ہے یہ نہ جانے کس دور میں مسلمان بھولے
اس کو۔ جونہی انہوں نے یہ کہا۔ ارے تمہارے بھتیجے کی سلطنت بہت عظیم ہو
تو جناب عباس نے ابوسفیان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ یہ سلطنت
ہے نبوت ہے۔ صلوٰۃ۔

غرض یہ کہ اب یہ سلسلہ جو ہو گا تو ان میں سے ہر فرد امام ہو گا۔ تو اب
میں جو اس سے کمتر درجہ کی چیز تھی اس میں عمر کی قید نہ ہو گی۔ گہوارے کا بچہ
اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ بنائے گا نہیں۔ اس
مجھے نبی بنایا ہے تو اس سے بالاتر جو درجہ امامت کا ہے اس میں عمر کی
اس دن کہہ چکا کہ پیغمبر نے اپنے دونوں نواسوں کے لئے فرمایا ابنای ھذا
امامان قاما او قعدا۔ یہ میرے دونوں بیٹے امام ہیں چاہے کھڑے ہوں یا
بیٹھے ہوں۔ اور اب چونکہ یہ اس سلسلے کے افراد تھے جنہیں خالق نے صاحب
کیا تھا اور اب رسول اس دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں تو انکا فریضہ

ان ہستیوں کا تعارف کرا کے جائیں جو اب اس سلسلے کے حامل افراد ہوں گے۔
جن حدیثوں کو دنیا محبت پر ڈھالتی ہے اور رشتے ڈھونڈتی ہے۔
سب تسلیم۔ فضیلتوں کے ہم منکر تھوڑی ہیں۔ مگر بہت چاہتے تھے بہت
کرتے تھے یعنی دونوں سچے جز ملا کر ذہن کو غلط راستے پر لے جایا جا رہا ہے
جب فضیلت مان رہے ہیں تو یہ بھی سچی بات اور یہ کہ۔ بڑی محبت تھی
سچی بات۔ یہ کوئی دین رہبانیت تھوڑی ہے کہ بیٹی سے محبت کرنا کوئی بُری
بات ہو۔ بچوں کو چاہنا کوئی بُری بات ہو۔

اسی دین کے پیغمبر ہیں تو بیٹی سے محبت ضرور ہونی چاہیئے اپنے نواسوں سے
ہونا چاہیئے مگر فضیلت کی حدیثوں کو ڈھالنا اس محبت پر یعنی ربط قائم کرنا
میں اور اس قرابت میں۔ یہ دونوں جزؤں کا غلط استعمال ہے۔ میں کہتا ہوں
حدیثوں کی نوعیت تو دیکھئے۔ بیٹی کو کہہ رہے ہیں کہ میرا پارہ جگر ہے لخت دل ہے
سب باتیں محبت کی بنا پر ٹھیک تھیں لیکن مسلم صحاح ستہ کی حدیث صحیحین
حدیث اور صحیح بخاری کی حدیث کہ۔ سیدۃ نساء اہل الجنۃ۔ یہ اہل جنت کی عورتوں
کی سردار ہیں۔ تو جنت کیا اپنے خاندان کی کوئی چیز ہے۔ جنت وہ ہے جسے اللہ
ایمان اور حسن عمل کی جزا کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو صرف اپنی بیٹی ہونے کی وجہ
کہنے کا کیا حق ہے۔ عقلی طور پر۔ اصولی طور پر۔ کہ یہ اہل جنت کی عورتوں
کی سردار ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ مکتب خیال تو برابر مجھے یاد آتا رہتا ہے کہ محمدؐ
رسالت اور بشریت میں تقسیم ہیں۔ اور ان کی کچھ باتیں بحیثیت رسول ہیں اور کچھ
بحیثیت بشر ہیں۔ لیکن اس نقطۂ نظر کے بڑے سے بڑے آدمی سے میں
کے لئے تیار ہوں کہ جنت کے بارے میں جو بات ہو گی وہ بحیثیت
بشر ہو گی یا بحیثیت رسول ہو گی۔ صلوٰۃ۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں مطلب کیا۔ مطلب یہ کہ جنّت میں جا [illegible]
جو معیار ہے وہ میری بیٹی میں اتنے کمال کے نقطہ پر ہے کہ قیامت تک کو [illegible]
خاتون اگر جنّت میں جانا چاہے تو اس کے پیچھے ہی چل کر جا سکتی ہے۔ اس [illegible]
آگے چل کر نہیں۔ کون ہمارے ہاں کی خاتون ہے جو کنیز سیدہ کہنے کو اپنا حق
سمجھتی ہو۔ تو اگر کنیز سیدہ ہے تو سیدّہ کے شعار کو وہ ذلّت سمجھ سکتی ہے؟ [illegible]
کے راستے سے ہٹنے کو وہ عزت سمجھ سکتی ہے؟ دیکھئے سیدّہ عالم کا معیار [illegible]
کیا ہے۔ پردہ داری کا معیار کیا ہے۔ اپنے باپ کے خطبے میں کبھی برقع و [illegible]
میں نہاں ہو کر بھی باپ کے خطبہ میں تشریف نہیں لائیں۔ حالانکہ جو حضرات [illegible]
اللہ فریضۂ حج سے سبکدوش ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ خانہ سیدّہ عالم اور مس[illegible]
نبوی کے درمیان نہ کوئی کوچہ ہے اور نہ کوئی بازار ہے۔ وہ تو آج تک بھی مس[illegible]
باہر لے کر نہیں جا سکا۔ یہ اور بات ہے۔ جب تک میں نے دیکھا ہے کہ خار [illegible]
تاروں سے گھیر دیا گیا ہے کوئی زیارت کے لئے اندر نہیں جا سکتا۔ یہ سب [illegible]
ہے مگر یہ کہ۔ اس کو باہر کر دیا گیا ہے یہ میرے دور تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی [illegible]
تو جناب مسجدِ نبوی کے اندر ہے۔ بلکہ ایک عجیب چیز میں نے محسوس کی کہ [illegible]
سے دروازے ہیں اس کے۔ ان کے بہت سے نام ہیں۔ ایک دروازہ جن [illegible]
سے بڑھ کر۔ خانہ فاطمہ زہرا سامنے نظر آتا ہے۔ اس دروازہ کا نام ہے با[illegible]
جبرئیل۔ جنت البقیع سے آگے بڑھئے اور پھر حرم میں داخل ہوئیے تو پھر [illegible]
بابِ جبرئیل ہو گا۔ اس میں داخل ہوئیے گا تو خانہ فاطمہ زہرا ملے گا۔ اس [illegible]
آگے بڑھئے تو روضۂ رسول ملے گا۔ میرے ذہن نے جغرافیائی ترتیب سا[illegible]
رکھ کر ایک رائے قائم کی کہ۔ آخر اس کا نام بابِ جبرئیل کیوں ہے۔ تو سوال [illegible]
اس کے میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اور لوگ اور دروازوں سے آتے ہوں گے لیکن جبر[illegible]

[illegible] آتے تھے تو پہلے سیدہ عالم کے گھر پر سلام کرتے تھے۔ پھر رسول کی خدمت میں
[illegible] ورنہ دروازے کا نام آخر یہ کیوں ہوا۔ تو اب نہ کوئی کوچہ اور نہ کوئی بازار لیکن
[illegible] باوجود بھی باپ کے خطبے میں کبھی نہیں آئیں۔ یہ نہیں ہے کہ دل نہ چاہتا ہو
[illegible] ایسا چاہتا تھا کہ جب بڑا بیٹا جاتا تھا حسن مجتبےٰ۔ تو اکثر پوچھ لیتی تھیں کہ تمہارے
[illegible] نے آج کیا بیان کیا اور حسن مجتبےٰ اپنے جدامجد کے خطبے کا پورا مضمون
[illegible] سنا دیا کرتے تھے۔ آپ کا سُنا ہوا ہے وہ واقعہ۔ اس وقت واقعہ پورا
[illegible] نہیں کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں اس طرح سے ایک سوال کا جواب بھی۔ قیامت
[illegible] کے لئے اپنی کنیزوں کو دے دیا۔ لوگ جو کہتے ہیں پردہ مانع تعلیم ہے تو
[illegible] نے بتایا کہ نہیں مانع تعلیم نہیں ہے اگر چاہیں تو اپنے محرم افراد کے ذریعہ
[illegible] وہ بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو سکتی ہیں۔ غرض یہ کہ وہ ہوا چلتی ہے جس میں معقولیت
[illegible] سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو یہ باپ کے خطبہ میں نہیں جاتیں۔ اور بے شک
[illegible] الٰہی سے مباہلے میں گئیں۔ اس دن عرض کر چکا ہوں۔ مباہلے کے میدان میں
[illegible] اہتمام پردہ داری سے گئیں۔ آگے آگے رسول۔ پیچھے پیچھے علی ابن ابی طالب
[illegible] میں برقع و چادر میں نہاں ہو کر۔ مگر پھر بھی فاطمہ زہرا سے ناانصافی ہے
[illegible] اقرار نہ کیا جائے کہ جو ان کا معیار حجاب تھا اس کے لحاظ سے آج انہوں نے
[illegible] الٰہی کی تکمیل میں ایک قربانی دی اور میں کہتا ہوں کہ اس طرح زینب کے
[illegible] راستہ صاف ہو گیا۔ بیٹی یہ وقت کی بات ہے کہ میرے لئے اتنی ہی ضرورت
[illegible] لیکن کبھی دین خدا کو ضرورت ہو تو کسی حال میں کہیں جانے میں عذر نہ کرنا۔
[illegible] منزل زینب کے لئے آ گئی۔ مگر کب عصر کے بعد۔ جب تک حسین زندہ
[illegible] تب تک بخدا کربلا میں پردہ کا جتنا وقار ثابت ہوا ہے اتنا تاریخِ
عالم میں کہیں نہیں ہوا۔ دیکھئے کربلا کی کیا صورت واقعہ ہے کہ ہر غیر اہم اہم پر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قربان ہو رہا ہے۔ اصحاب بنی ہاشم پر قربان ہوئے۔ بنی ہاشم جتنے تھے
ہوئے اور اگر کوئی چیز ایسی ہو جسے بچانے کے لئے حسین اپنے آپ کو
ڈال دیں تو یہ اس کی اہمیت کے لئے کچھ کم بات نہیں۔ وقت یہ ہے
دوش رسول ہے اور زمین پر ہے اور غشی کا عالم ہے اور یہ عالم ہے کہ
یں آپس میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ روح نے جسم سے مفارقت کی
کہتا ہے نہیں ابھی زندہ ہیں تو شمر نے تدبیر انکشاف کی یہ بتائی کہ گھوڑوں
رُخ خیموں کی طرف کر دیا جائے اگر زندہ ہیں تو آنکھ کھول دیں گے۔ بس
عزا گھوڑوں کا رُخ ہو گیا خیموں کی طرف۔ دیکھئے خطرہ حسین سے دُور ہو
مگر زینب کا پردہ کیا چیز ہے کہ مولا کہنیوں پر زور دے کر اس ناتوانی میں
ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں ارے ابھی میں زندہ ہوں۔ ابھی تم کو۔

مجلس یازدہم

اُولوالاَمر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۔

اس آیت کو، جو عنوان کلام ہے۔ میرا موضوع کلام قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہو
رہا ہے کہ اے صاحبانِ ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور ان حقداران حکمرانی کی جو تمہی
میں سے ہیں۔ تمام اہلِ ایمان سے خطاب ہے تین اطاعتوں کا مگر قابلِ غور یہ بات
ہے کہ اطاعت کے حکم تین ہیں اور لفظ اطیعوا بس دو دفعہ ہے۔ یعنی سمجھ میں یہ آتا
ہے کہ یا یہ ہوتا کہ ایک اطیعوا ہوتا اور اس کے تحت وہ تمام ہستیاں جن کی اطاعت
واجب ہے درج ہو جاتیں۔ کیونکہ حرف عطف اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ایک حکم میں
کئی کو شریک کر دے۔ آپ کسی سے کہیں کہ کل فلاں وقت آپ اور وہ اور وہ
اور وہ میرے ہاں آئیں۔ تو اب بس۔ میرے ہاں آئیں ایک دفعہ کہنا کافی ہے۔ اور جو
ہیں ان کا نام ایک ساتھ حرف عطف کے ساتھ۔ کہ آپ اور وہ اور وہ یہاں
ایک طریقہ تو یہ ہے۔ ایک طریقہ بات پر زور دینے کا وہ ہے کہ جن جن
کو بلانا ہے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ حکم بھی دہرا دیا جائے۔ تو اب غور
کیجئے کہ جن کی اطاعت کا پیغام دیا جا رہا ہے۔ وہ ہیں تین۔ اللہ رسول اور
اولی الامر۔ اور اطیعوا تین لفظوں کے ساتھ نہیں آتا۔ ورنہ ہوتا۔ اطیعوا اللہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

واطیعوا الرسول واطیعوا اولی الامر منکم۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو جو تمہیں میں سے ہیں۔ یا ہر ایک کے ساتھ اطیعوا ہوتا ایک یعنی تینوں۔ کے ساتھ تین اطیعوا ہوتے۔ مگر قرآن اس طریقہ کو بھی چھوڑتا ہے اُس طریقہ کو بھی چھوڑتا ہے۔ نہ یہ کرتا ہے کہ ایک بار کہے۔ کہ اطاعت کرو۔ اور سب کا نام لے دے۔ اور نہ یہ کرتا ہے کہ تینوں کے ساتھ اطیعوا کہے۔ بلکہ ایک درمیانی راستہ اختیار کرتا ہے کہ اللہ کے ساتھ اطیعوا الگ اور رسول اور اولی الامر کے ساتھ ایک اطیعوا الگ۔ اس میں کوئی حکمتِ کلام ہونا چاہیئے۔ بلاغت کلام الٰہی ایک ایسا اسلوب اختیار کرے کہ اُس پر منطبق ہو نہ اس پر منطبق ہو۔ نہ تکرار فعل بہ اعتبار معمول ہو نہ ایک فعل میں تمام افراد شریک ہوں۔ بیچ کا راستہ اختیار کیا جائے کہ ہستیاں تین اور اطاعتیں دو۔ تو اس کا کوئی سبب ہونا چاہیئے۔ میں جب اس پر غور کرتا ہوں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ کی اطاعت تو اصل حاکم کے اعتبار سے ہے اور اس کی حکمرانی ذاتاً" ایک اور اکیلی ہے۔ اس حکمرانی میں کوئی شریک نہیں ہے۔ ذاتی حیثیت سے مرکز حکم صرف اس کی ذات ہے۔ لہٰذا پہلا اطیعوا جو آیا اس میں اللہ کے ساتھ کسی اور کا نام نہیں لیا گیا۔ اب اس کے بعد جو اطاعت ہوگی وہ نائب کے اعتبار سے ہوگی۔ اب جب نائب حاکم کی حیثیت سے اطاعت کرائی تو اگر رسول اور اولی الامر کی اطاعت میں کوئی فرق ہوتا تو جیسے اللہ کے لئے الگ آیا ویسے ہی رسول کے لئے اطیعوا الگ آتا اور اولی الامر کے لئے الگ ہوتا۔ مگر نہیں۔ ایک اطیعوا میں رسول اور اولی الامر دونوں۔ اور اب ذرا علمی مسئلہ ہے۔ کہ حضور۔ اگر لفظیں تین ہوں تو یہ ہوسکتا ہے کہ ایک لفظ سے کچھ معنی مراد ہوں دوسری لفظ سے دوسرے معنی مراد ہوں تیسری لفظ سے

تیسرے معنی مراد ہوں۔ متکلم نے تین مرتبہ لفظ صرف کی اور ہر لفظ میں اس نے ایک معنی مراد لے لئے جو قرینہ کلام سے سمجھ میں آگئے لیکن جب لفظ ایک ہو تو اس میں دو معنی نہیں ہوسکتے۔ تو ایک لفظ اطیعوا ہے جو رسول اور اولی الامر سے متعلق ہے۔ اب جس معنی میں رسول کی اطاعت ہوگی اسی معنی میں اولی الامر کی اطاعت ہوگی۔ اور ان قیدوں کے ساتھ رسول کی اطاعت ہوگی انہی قیدوں کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت ہوگی نہ مفہوم میں فرق ہوسکتا ہے نہ حدود و قیود میں فرق ہوسکتا ہے۔ اور میں کہتا ہوں اللہ اور رسول کے بیچ میں اطیعوا آیا مگر رسول اور اولی الامر کے بیچ میں اللہ کو لفظ بھی گوارہ نہیں تھا۔ صلوٰۃ۔

تو اصل اطاعت اللہ کی ہے اور رسول کی اطاعت اس اعتبار سے کہ اُس کے احکام ان کی زبان سے معلوم ہوتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں ایک آیت ملتی ہے کہ ارشاد ہوا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ کیا مطلب۔ مطلب یہ کہ۔ تمہیں دو کام نہیں کرنے ہیں ایک کام ہے جس کے دو نام ہیں۔ وہی ایک نظام ہے اس کی پابندی اطاعت خدا بھی ہے اور اطاعت رسول بھی ہے۔ میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ۔ اگر بس یہی کہنا ہے کہ۔ یہ دو الگ الگ کام نہیں ہیں ایک ہی کام کے دو نام ہیں۔ تو یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ من یطع اللہ فقد اطاع الرسول جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے رسول کی اطاعت کی۔ یہ اِدھر سے کیوں کہا کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ یہ نہیں کہا اس نے۔ اُدھر سے نہیں کہا۔ یاد رکھیئے بڑا فرق ہوجاتا نتیجے میں۔ اگر یہ کہا جاتا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے رسول کی اطاعت کی۔ تو اللہ کی اطاعت کو انسان اپنے نقطہ نگاہ سے متعین کرتا۔ کہ کس طرح ہم اللہ کی اطاعت کریں۔ اُسے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اپنی رائے سے جس میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ یا اپنے اجتہاد سے یا اپنے ذہن سے یہ طے کرتا کہ اس راستے پر اللہ راضی ہوتا ہے جب سمجھ لیتا کہ اللہ کی اطاعت ہوئی تو پھر قرآن کی آیت کو لاتا کہ بس رسول کی بھی اطاعت ہوگئی مگر قرآن نے یہ کہا نہیں کہ جو خدا کی اطاعت کرے اس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے تو یہ کہا کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے تمہیں ان کے احکام دیکھنے ہیں۔ پہلے تمہیں ان کے فرمانوں پر نظر کرنا جب ان کی اطاعت ہو جائے تو پھر سمجھ لو کہ اللہ کی اطاعت ہوگئی۔ یعنی مرضی الٰہی میں تمہاری نگاہ سند نہیں ہے رسول کے اقوال سند ہیں۔ صلوٰۃ۔

اب یہ دو اطاعتیں ہیں الفاظ قرآنی کے لحاظ سے۔ ایک اطاعتِ خدا۔ ایک اطاعتِ رسول و اولی الامر۔ تو اب مسلمانوں سے میں پوچھتا ہوں کہ اللہ کی اطاعت میں کوئی قید کوئی شرط کچھ ہے کہ اللہ کی اطاعت کن باتوں میں ضروری ہے۔ کن باتوں میں اللہ کی اطاعت ضروری نہیں ہے تو یقیناً مسلمان کیسا ہر اللہ کا بندہ یہ کہے گا کہ۔ نہیں اللہ کی اطاعت میں کوئی شرط کوئی قید نہیں ہے۔ یعنی جو اس کا حکم ہو کسی بھی شعبۂ زندگی سے متعلق۔ اس کی اطاعت ضروری ہے۔ اب میں کہتا ہوں دوسری شخصیت رسول کی ہے۔ تو اب ماشاءاللہ فرزندانِ اسلام کا مجمع ہے۔ میں فرزندانِ اسلام سے پوچھتا ہوں کہ رسول کی اطاعت میں کوئی قید ہے؟ قرآن کے الفاظ میں تو جیسے اطیعوا اللہ مطلق ہے ویسے ہی اطیعوا الرسول مطلق ہے۔ الفاظ میں کوئی قید نہیں ہے۔ رسول کی اطاعت میں کوئی قید ہے؟ کہ کچھ احکام کی اطاعت ضروری ہو اور کچھ احکام کی ضروری نہ ہو۔ کیونکہ فرزندانِ اسلام کا مجمع ہے اس ہر طرف سے آواز آئے گی۔ بے شک بے شک رسول کی اطاعت مطلق طور پر فرض ہے۔ ہر شعبہ حیات میں فرض ہے۔ اب سب طرف سے آوازیں

آگئیں۔ ایک گوشے سے آواز آئی۔ مگر۔ مجھے حیرت ہوئی کہ رسول کے بارے میں یہ مگر کہاں سے آگیا۔ اور وہ بھی مسلمانوں کے ہی سے۔ تو اب میں نے ذرا غور سے سنا کہ یہ مگر کیا ہے۔ تو سنائی یہ دیا کہ۔ ہاں رسول کے احکام پر بھی مطلق عمل واجب ہے مگر رسول کے وہ احکام جو بحیثیتِ رسول ہوں۔ مگر جو احکام رسول کے بحیثیت بشر ہوں ان کی اطاعت لازم نہیں ہے۔ میں سیاست کی دنیا کا آدمی تو نہیں ہوں، لیکن ایک سُنی سنائی بات یاد رہ گئی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ملک کے بٹوارے کا اتنا شوق ہے کہ اب رسول کی زندگی کا بٹوارہ بھی ہونے لگا۔ یاد رکھیے کہ کسی چیز کی رد کرنا اس پر موقوف ہے کہ اس کے کچھ معنی سمجھ میں آئیں۔ یہ بات کہ بحیثیتِ رسول احکام ہوں ان کی اطاعت فرض ہے اور بحیثیتِ بشر جو احکام ہوں ان کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ رسول کی زندگی منقسم ہے کہیں تک آپ فقط بشر اور کہیں سے آپ رسول بھی ہیں۔ تو میں اس کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھتا۔ اس کا کیا سوال ہے۔ میں کہتا ہوں رسالت سے بہت کم جو درجے ہوں میں اس میں اس کا تصوّر نہیں کرتا۔ ارے صاحب سب سے کم تر درجہ مسلم کا ہے کہ یہ مسلمان ہے۔ تو اگر کوئی مسلمان ہے۔ تو اس کے بارے میں یہ تصوّر نہیں کر سکتا کہ کہیں تک فقط آدمی ہو اور کہیں سے مسلمان ہو میں کہتا ہوں مسلمان اگر مسلمان ہے تو ہر شعبۂ حیات میں مسلمان ہے۔ کوئی شعبۂ حیات ایسا نہیں ہے جس میں مسلمان نہ ہو۔ دوسرے مذاہب میں ہو سکتا ہے جہاں کچھ وظائف سے مذہب کا تعلق ہو۔ عیسائیوں کے ہاں ہو سکتا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن گرجا چلے گئے تو معلوم ہوا کہ عیسائی ہیں اور اس کے بعد چھ دن ڈاکٹر ہیں وکیل ہیں۔ جو کچھ بھی ہیں وہ ہیں۔ اس میں عیسائیت کا دخل نہیں ہے۔ لیکن اسلام ایسا نہیں ہے۔ ایک مختصر جملہ اس کے لئے یہ کہوں گا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسلام میں دین جزوِ حیات نہیں ہے کُل حیات ہے۔ جو کوئی مسلمان ہے وہ ذاتی
زندگی میں بھی مسلمان ہے۔ محلے کی زندگی میں بھی مسلمان ہے۔ باہر کی زندگی میں بھی
مسلمان ہے۔ ہر معیار سے مسلمان ہے۔ ڈاکٹر ہو وکیل ہو تاجر ہو کچھ بھی ہو جو
ہو اسمیں سوال یہ ہے کہ مسلمان ڈاکٹر ہے یا نہیں۔ مسلمان وکیل ہے یا نہیں۔ کوئی
کہے کہ صاحب ابھی تو ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ڈاکٹر ہونے میں مسلمان ہونے
کا کیا دخل ہے۔ تو عرض کرتا ہوں کہ۔ ایک مریض ایسا آیا کہ جس کی شکایت معمولی
ہے کسی بھی ڈاکٹر کے پاس جائے تو نسخہ لکھ دے گا ٹھیک ہو جائے گا۔ غیر اہم
بیماری ہے۔ تو اپنی جگہ یہ سوچتے ہیں کہ اس وقت کوئی غیر معمولی فیس مانگنے کا
موقع نہیں۔ بس جتنی رسمی فیس ہے وہ مِل جائے تو مِل جائے، لیکن اگر کوئی پیچیدہ
مرض آگیا جس کے متعلق اپنی مہارتِ فن سے سمجھ لیا کہ سوا میرے کوئی علاج نہیں
کر سکتا۔ پیشے کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی مہارتِ فن کی پُوری قیمت وصول کرنے کا موقع
ہے۔ سمجھتے ہیں کہ یہی تو شکار مِلا ہے۔ یہ تو پیشے کا تقاضا ہے۔ مگر اسلام کا تقاضا یہ
ہے کہ۔ اگر سمجھتے تھے کہ کوئی اور بھی علاج کر سکتا ہے تو علاج کرنا تم پر واجب نہیں
تھا، لیکن جب تم نے خود سمجھ لیا کہ اس کی زندگی تمہارے علاج پر موقوف ہے تو
اب اس کا علاج تم پر واجب عینی ہے۔ اگر تم مول تول میں لگے رہے اور وہ مر
گیا تو تم قاتل نفس قرار پاؤ گے تو اب دیکھا آپ نے کتنا مشکل ہے مسلمان ڈاکٹر
ہونا۔ اور مسلمان وکیل۔ جناب اگر مقدمہ ایسا ہے صاف صاف۔ دستاویز کے
لحاظ سے حقیقت ثابت ہے تو سمجھتے ہیں کہ یہ ہر ایک وکیل کرے گا لہٰذا بس
جو رسمی فیس ہے وہ لے لو۔ لیکن اب وکیلوں کی زبان میں کہوں گا کہ۔ اگر ایسا مقدمہ
آیا جو بالکل بے جان ہے۔ بے جان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بالکل غلط ہے۔ تو
اب وکالت کے پیشے کا تقاضا یہ ہے کہ۔ یہی تو مقدمہ ایسا ہے کہ جس میں

زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کیا جائے لیکن مسلمان ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ
جب سمجھ لیا کہ مقدمہ جھوٹا ہے تو اُسی وقت چھوڑ دے کہ ہم کسی جھوٹے مقدمے
کی پیروی نہیں کرتے۔ دیکھا آپ نے کہ کون وکیل ہے اور کون مسلمان وکیل ہے۔
اور جناب تاجر۔ اگر آپ فاضلاتِ حیات کے تاجر ہیں یعنی جو چیزیں نظامِ زندگی
کا جز نہیں ہیں۔ فرنیچر بیچتے ہیں۔ سامانِ آرائش بیچتے ہیں۔ یہ چیزیں آج کی تہذیب
کے کتنے لوازم میں سے ہوں مگر ضروریاتِ حیات میں سے نہیں ہیں تو اس میں
آپ جتنی چاہے نفع اندوزی کر لیجئے۔ کوئی حکومت جتنا چاہے کنٹرول کرے
مگر ہمارے نزدیک حکومت کا کنٹرول کوئی شدید پابندی نہ ہوگی اس کی۔ اس لئے
مالک کو اختیار ہے اپنی چیز جتنے میں چاہے بیچے ہاں جھوٹ نہ بولے یہ نہ کہے کہ
میں نے اتنے میں خریدی تھی۔ نہیں کہے کہ میری چیز ہے میں اتنے میں بیچوں گا۔
جتنی زیادہ سے زیادہ چاہے قیمت مقرر کر دے۔ تب تو حق ہے۔ لیکن اگر ضروریات
زندگی کا تاجر ہے۔ غلّہ کا تاجر ہے۔ غلّے سے بقائے حیات ہے۔ اگر غلّہ بازار
میں فراواں ہے کثرت سے ہے تو پیشہ کہتا ہے کہ یہاں زیادہ نفع اندوزی کی
گنجائش نہیں ہے۔ ارے ہم زیادہ مانگیں گے وہ کہیں اور چلا جائے گا۔ مگر کمی
ہے بازار میں۔ قحط کا زمانہ ہے۔ اس نے اپنی ترکیبوں سے سٹاک کافی رکھ چھوڑا
ہے اور دوسرے لوگوں کے پاس وہ نہیں ہے۔ ضروریات کے طلبگاروں کو اس
کے پاس آنا لازمی ہے۔ اب یہاں اسلام کہہ رہا ہے المحتکر ملعون۔ جو تین دن
تک اضافہ قیمت کی اُمید میں غلّہ روکے وہ محل لعنت ہے اور اب یہاں ایک
پہلو سیرتِ معصومین کا میرے سامنے آگیا ہے۔ یاد رکھئے احتکار کا مسئلہ تجارت
میں ہے وہاں یہ ہے کہ نفع اندوزی کی خاطر اُسے روکو نہیں، لیکن کوئی انسان
اپنی ذاتی ضروریات کے لئے آسانی کے لئے زیادہ غلّہ رکھے اپنے اہل و عیال

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی سہولت کے لئے تو یہ قانون شریعت سے ممنوع نہیں ہے مگر یاد رکھئے کہ آلِ رسول وہ تھے جو اپنا معیار شریعت کی پابندیوں سے اور بالاتر رکھتے تھے۔ آگے رکھتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق کے زمانے میں قحط ایسا پڑا۔ قحط کے ایسے آثار نمودار ہوئے کہ لوگ اب نانِ شبینہ کو محتاج ہو جائیں گے اور بہت مشکل سے اناج ملے گا۔ حضرت نے اپنے توشہ خانے کے منتظم کو بلا کہ دریافت فرمایا کہ ہمارے توشہ خانے میں مہمانوں کے لئے کتنا غلّہ موجود ہے۔ وہ سمجھا کہ حضرت کچھ پریشان ہیں تو اس نے بڑے اطمینان کا سانس لے کر کہا حضور ہمارے پاس تو اتنا ہے کہ یہ فصل ہم آسانی سے کاٹ لے جائیں گے۔ یہ حضرت کے گویا اطمینان دلانے کے لئے کہا۔ آپ نے کہا بس اچھا ہے معلوم ہو گیا۔ کل یہ غلّہ بازار میں لے جا اور یہ سب فروخت کر دینا۔ اس کے چہرے کی رنگت اُڑ گئی۔ بالکل گویا اصول معاشیات کے خلاف ہدایات۔ اس نے کہا مولا پھر ہم بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ زحمت میں ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا یہی تو میں چاہتا ہوں کہ اس سب کو فروخت کر دو۔ جس حال میں سب مسلمان ہیں اس حال میں ہم بھی ہو جائیں گے۔ دیکھا آپ نے قران اور اس کے ساتھ لفظی تعلیمات کہاں تک ہیں اور قرآن ناطق کا کردار کتنی بلندی پر جاتا ہے۔ صلوٰۃ۔

میں تاجروں کو چھوڑتا نہیں اس کا تصوّر کر کے کہ بانیانِ مجلس ماشاء اللہ تجار ہیں مگر ایک صاحب نے تحریک بھی کر دی۔ وہ بلا تحریک بھی ہوتا جب ان تک پہنچا ہوں تو اپنے کو کیوں چھوڑ دوں۔ جبکہ بہرحال اس دور میں مولویت بھی ایک پیشہ ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں مولوی میں بھی یہ سوال کہ کون مولوی ہے اور کون مسلمان مولوی ہے۔ اگر ہمارے سامنے مسئلہ پیش کیا دیکھ کر فوراً ہمارا ذہن گیا کہ کون کون بڑے آدمی اس سے خفا ہو جائیں گے

کن لوگوں کی مرضی کے خلاف ہو گا۔ کن لوگوں کے مفادات کو اس سے نقصان پہنچے گا۔ یا وہ محسوس کریں گے نقصان۔ اگر یہ سب تصوّر میں آ گئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم مولوی ہیں مگر مسلم مولوی نہیں ہیں۔ اور اگر استفتیٰ ہو اور ہم یہ پیشِ نظر رکھیں کہ رضائے حق کا ہے میں ہے اور یہ پیش نظر رکھیں کہ اصل حکم الٰہی کیا ہے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اب مسلم ہوں گے۔ اور اب یہ آپ نے دیکھ لیا کہ ایک مسلمان میں یہ تصوّر نہیں ہو سکتا کہ کس حد تک وہ فقط آدمی ہے اور کس حد تک وہ مسلمان ہے۔ اب مسلمان کے آگے درجہ ہے ہمارے نزدیک عدالت کا جس کے پیچھے نماز پڑھنے کی شرط ہے۔ ہر مسلمان کے پیچھے ہمارے نزدیک نماز نہیں ہوتی۔ عادل کے پیچھے نماز پڑھنی ہوتی ہے تو عادل کے لئے میں یہ تصوّر نہیں کر سکتا کہ کہیں تک وہ آدمی ہو اور کہیں سے وہ عادل ہو۔ اگر عادل ہے تو گھر میں بھی عادل ہے محلّے میں بھی عادل ہے ملک میں بھی عادل ہے اسمیں یہ تفریق نہیں ہو سکتی۔ جب ان چیزوں میں میں یہ تصوّر نہیں کر سکتا جو کمتر درجہ کی ہیں تو رسالت میں کیونکر تصور کروں کہ کہیں تک یہ فقط بشر ہیں اور کہیں سے رسول ہیں۔ اب ایک اور پہلو کی طرف عقلی حیثیت سے میں توجّہ دلاؤں کہ اگر یہ دین وہ ہوتا کہ جو دین دنیا کے شعبوں سے الگ ہو تو اس کے پیغمبر میں بھی یہ تفریق ہو سکتی لیکن جب یہ دین وہ ہے جس سے کوئی شعبۂ حیات باہر نہیں تو پیغمبر خدا میں یہ تفریق کیونکر ہو سکتی ہے کہ آپ کہیں پر بشر ہوں اور کہیں پر سے رسول ہوں۔ اب ایک پوری سیرت کی کتاب میں سمیٹ کر چند لفظوں میں بیان کر دوں۔ خالق نے اس کو سمیٹ کر ایک سند دی۔ انك لعلی خلق عظیم۔ اے پیغمبر آپ عظیم اخلاق کے درجہ پر فائز ہیں یہ خدائے اکبر و خدائے اعظم دنیائے سیرت میں ان کے کردار کو عظیم کہہ رہا ہے۔ تو آپ خلقِ عظیم کے درجہ پر فائز ہیں کسی شعبۂ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حیات میں ان کی سیرت کو اس نے مستثنےٰ نہیں کیا۔ تو اب اس کو میں پھیلا کر چند لفظوں میں بیان کروں۔ پھیلاؤں گا ایسا کہ ساری زندگی پر حاوی۔ مگر اختصار ایسا ہوگا کہ چند لفظوں میں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ جو خالق نے کہا کہ آپ یقیناً خلق عظیم کے درجہ پر فائز ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی اولاد کے لئے آپ سے بہتر باپ بھی کوئی نہیں ہے۔ اپنی شریکِ حیات کے لئے آپ سے بہتر شوہر بھی کوئی نہیں ہے۔ اپنے پڑوسیوں کے لئے آپ سے بہتر پڑوسی بھی کوئی نہیں ہے۔ اپنے محکوموں کے لئے آپ سے بہتر حاکم بھی کوئی نہیں ہے اور اپنے خدا کا آپ سے بہتر بندہ بھی کوئی نہیں ہے۔ اب اور ایک اس دعوے کے کھوکھلے پن کو بہت سادہ لفظوں میں آپ کے سامنے پیش کروں۔ کہ احکام تو ہم آپ کی زبان سے سب سنتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ کچھ احکام بحیثیت بشر ہوتے ہیں کچھ احکام بحیثیتِ رسول۔ تو ان کے ساتھ ساتھ کوئی رسول ہونا چاہیئے جو بتاتا رہے کہ کون حکم بطور بشریت اور کون حکم بطور رسالت ہے۔ تو پھر آپ کی زندگی رہنما ہی نہیں ہوگی۔ پھر حکم کو ٹالا جائے گا یہ کہہ کر کہ یہ بشریت کا تقاضا تھا دیکھیے مخالفتوں کو نبھانے کے لئے کتنے چور دروازے اختیار کیے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ وہ مگر جو تھا وہ مردہ مگر تھا کوئی۔ اس مگر میں کوئی زندگی نہیں تھی۔ تو جس طرح اللہ کی اطاعت غیر مشروط اسی طرح رسول کی اطاعت غیر مشروط۔ اب بغیر دوسرا اطیعوا لائے ہوئے اسی پہلے اطیعوا کے تحت بلا فصل رسول کے ساتھ اولی الامر ہے۔ اب یہاں اولی الامر ہیں۔ بس ایک لفظ میں لوگ اُلجھتے ہیں اولی الامر۔ یہ اولی جمع ہے ذی کی۔ ذی کے معنی صاحب کے ہوتے ہیں۔ ذی علم یعنی صاحبِ علم تو اولی الامر یعنی صاحبان امر۔ یہ معنی ہوئے اولی الامر کے۔ تو اب کہتے ہیں کہ ہم دیکھ لیں گے کہ کون لوگ برسرِ امر ہیں۔ اور امر نافذ کر رہے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ صاحبِ خانہ۔ صاحبِ خانہ وہی صاحب کی لفظ ہے

صاحبِ خانہ وہ ہوتا ہے جو مالکِ خانہ ہو یا وہ ہوتا ہے جو غاصبِ خانہ ہو۔ انگریزوں کے زمانے میں ہمارے ملک میں قانون تھا اور غالباً اب بھی ہے کہ بارہ برس کے قبضے میں ڈگری مِل جاتی تھی وہ مالک مان لیا جاتا تھا مگر جو نظامِ الٰہی ہے وہ ہی اسلام مصطفےٰ ہے۔ تو اس نظامِ الٰہی میں بارہ برس کیا چودہ سو برس گزر جائیں ناجائز قبضے کو تو حق ملکیت نہیں ملتا۔ اسی لئے اولی الامر کے معنی ہیں حقدارانِ امر۔ یہ نہ دیکھیے کہ کون حکم چلا رہا ہے یہ دیکھیے کہ حکم چلانا کس کا حق ہے۔ جس کا حق ہو وہ ہے اولی الامر، دوسری لفظ جس سے لوگ الجھتے ہیں۔ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ لفظ منکم کی ہے۔ کہ اولی الامر جو تمہی میں سے ہیں۔ تو خیال کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہیں تو ہمارے بھائی بند ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ منکم تو یہاں سے مخصوص نہیں رسول کو بھی کہا گیا ہے بعث فیھم رسولاً منھم۔ اس نے اُمیین میں رسول بھیجا انہی میں سے۔ تو رسول کو بھی کہا گیا منہم۔ اولی الامر کو بھی کہا گیا منکم۔ تمہی میں سے۔ تو رسول بھی انہی میں سے تھا۔ مگر ان کا مقرر کیا ہوا نہ تھا۔ ویسے ہی بالکل۔ اولی الامر بھی تم ہی میں سے ہیں۔ مگر تمہارے مقرر کئے ہوئے نہیں ہیں۔ اور ہم نے اولی الامر کے جو معنی ہیں اسی کے مطابق اپنا محاورہ قرار دیا ہے۔ اولی الامر کے معنی میں نے کیا کیے تھے۔ صاحبانِ امر۔ ہم ہر دَور کے اس فرد کو صاحب الامر کہتے ہیں صلوٰۃ۔

اب جناب والا میں نے یہ سوال شروع میں اُٹھایا تھا کہ یا ایک اطیعوا ہوتا اور تینوں کی اطاعت کا حکم ہو جاتا ایک لفظ سے۔ اور یا تین کی اطاعت کرانا ہوتی تو تین لفظیں ہوتیں۔ مگر قرآن مجید نے نہ وہ طریقہ اختیار کیا نہ یہ طریقہ اختیار کیا۔ اللہ کو تو اکیلے کہا اطیعوا کے ساتھ۔ یعنی اس معنی میں جو اللہ کی اُطاعت ہے کوئی شریک نہیں ہے اور اس کے بعد اب ایک اطیعوا میں رسول اور اولی الامر۔ اس طرح رسول کی اطاعت کا براہِ راست اس کی طرف سے پیغام۔ اسی طرح

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اولی الامر کی اطاعت کا براہِ راست اس کی طرف سے پیغام۔ اس لئے دنیا کو بڑی
دشواری پیش آئی۔ اس عہدہ کا نام رکھنے میں۔ وہ دشواری تاریخ میں درج ہے کہ
وہاں امامت کا تصور نہیں کیا گیا اس کے بعد نظامِ خلافت چلا۔ تو اب خلیفہ کے معنی
جانشین۔ تو اب کس کا جانشین۔ رسول کا۔ تو حضور وہ پہلی دفعہ تو بات نبھ گئی۔ اب
ایک اضافت دے دی کہ خلیفہ رسول اللہ۔ رسول خدا کا جانشین۔ اب ایک کڑی
جب تک رہی تب تک تو آسان رہا۔ اب دوسری کڑی بیچ میں آئی اس کے بعد
وہ یقیناً دوررس آدمی تھے۔ ان کے ذہن میں بھی دشواری آئی۔ پہلے دن ہی سوچ لیا
ہوتا۔ مگر جب اپنی نوبت آئی تو دشواری پیدا ہوئی۔ کہ وہ تو رسول اللہ کے جانشین
اب دوسرا کیا ہوگا۔ رسول اللہ کے جانشین کا جانشین۔ ایک کا کے بعد ایک اور کا
اب خیر دوسری منزل میں نبھا لیا جاتا۔ مگر وہ سلسلہ بھی تو رہیگا۔ لہٰذا اب اس کے
بعد کیا ہوگا۔ اب جتنے آدمی ہوں اتنے کا۔ دن بھر کا۔ کا۔ کہیئے اور آخر میں جانشین
کہہ دیجیئے۔ تو یہ دشواری محسوس ہوئی۔ اب مجلس شوریٰ مرتب ہوئی۔ ایسی ہی مشکلات
میں مجلس شوریٰ مرتب ہوتی ہے۔ مگر اب یہ معاملہ ایسا تھا کہ اُس شخص کو اِس محفل میں
نہیں بلایا گیا۔ جس سے سمجھتے تھے کہ بنیادی اختلاف ہے ورنہ ہر مجلس شوریٰ میں
اہم معاملات میں اُس سے رائے لی جاتی تھی۔ اس میں بھی بلاتے۔ مگر یہاں کوئی روایت
نہیں بتلاتی کہ بلایا۔ اور بھائی بند جو تھے جو اس نظام کو مان رہے تھے ان کو بلایا اور
کہا کہ بھئی یہ مشکل ہوئی کہ وہ تو رسول اللہ کے خلیفہ۔ اب میں آیا۔ تو میں کیا کہا جاؤں
رسول اللہ کے خلیفہ کا خلیفہ۔ اب اس کے بعد جو آئے۔ اسے کیا کہا جائے۔ کئی
دفعہ کا آئے تب جا کر اس کا نام لیا جائے۔ تو کسی آدمی نے رائے دی کہ صاحب
اس جھگڑے ہی میں نہ پڑیئے۔ بلکہ ہم مومنین ہیں آپ ہمارے امیر ہیں۔ اتنی
مصیبت کے بعد بھی لقب آیا بھی تو غیر کا جو مل چکا تھا بارگاہِ رسالت سے کسی کو

بہر حال اس مشکل سے نجات مل گئی۔ لیکن ہماری نظر میں کوئی مشکل نہیں۔ ارے ہمارے
ال اتنے درجن نہ سہی۔ بارہ تو ہیں ہی۔ الحمدللہ اب ان بارہ میں ہمیں کوئی دشواری
نہیں کہ بارہ دفعہ کا۔ کا۔ کہیں۔ تب جا کر عہدہ کا پتہ چلے۔ ہمیں یہ دشواری نہیں
کیونکہ یہ تو شخصیت کی طرف نسبت رکھی۔ رسول کی طرف۔ اس لئے یہ دشواری
پیش آئی۔ اور ہمارے اصول کے ماتحت علی بھی خلیفۃ اللہ۔ حسن بھی خلیفۃ اللہ
حسین بھی خلیفۃ اللہ۔ جتنے ہیں سب خلیفۃ اللہ۔ صلوٰۃ۔

اب وہ بات اس کے ساتھ آگئی کہ اللہ کے نام کے ساتھ تو اکیلی ایک لفظ
اطیعوا کی آئی اس لئے کہ ذاتاً حق حکومت اسی کا۔ اس کے ساتھ کسی کی شرکت نہیں
اور اب اس کے بعد رسول اور اولی الامر۔ سب کی نوعیت ایک۔ یعنی وہ بھی
نائب حاکم یہ بھی اپنے دور میں نائب حاکم۔ نائب خدا ہونے کی حیثیت ان
سب میں مشترک ہے اور یاد رکھتے یہی فرق ہے ہمارے آئمہ نائب خدا ہیں
اور علماء نائب امام کہلاتے ہیں نائب خدا نہیں کہلاتے۔ تو اب حدود میں
کوئی فرق ہو سکتا ہے؟ جس دائرے میں خدا کی اطاعت اسی دائرے میں رسول
کی اطاعت۔ اسی دائرے میں اولی الامر میں سے ہر فرد کی اپنے اپنے دور
میں اطاعت۔ اور وہ یکے بعد دیگرے اطاعتیں ہوں گی جتنے ورق الٹتے جائیں
گے اتنی ہستیاں سامنے آتی جائیں گی اور ہر امام اپنے دور کا صاحب الامر۔
رسول سب سے پہلے اپنے دور میں صاحب الامر تھے ان کے بعد حضرت
علی ابن ابی طالب صاحب الامر تھے اور اسی طرح وہ پورا سلسلہ اولی الامر
کا ہے جو سب پر حاوی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان سب کی اطاعتیں رسول
کی اطاعت سے جدا نہیں ہیں۔ اب اللہ کے ساتھ رسول کی اطاعت اور
وہ بھی غیر مشروط۔ اور یہ بھی غیر مشروط۔ میں نے کہا عقلی طور سے یہ نہیں ہو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سکتا جب تک یہ نہ مانا جائے کہ ان کا حکم اللہ کے حکم سے کبھی نہیں ٹکراتا ورنہ اگر
احکام میں ٹکراؤ ہو جائے تو اس موقع پر آدمی یا اُس کی اطاعت کرے یا ان
اطاعت کرے اور وہ مطلق کہہ رہا ہے کہ میری اطاعت کرو وہ مطلق کہہ رہا
ہے کہ ان کی اطاعت کرو تو اس کا مطلب یہ کہ جو میرا حکم وہی ان کا حکم
کا حکم کبھی میرے حکم سے الگ نہیں ہوگا اور اب اگر ایک ذات تک بات
تو اس کے لئے یہ بات ہوتی اور اگر اس کے ساتھ ایک سلسلہ ہے جو اولی الامر
تو ماننا پڑے گا کہ ان میں سے کسی کا حکم کبھی اللہ کے حکم سے نہیں ٹکراتا۔ یا در
اسی کو ہماری زبان میں معصوم کہتے ہیں۔ کسی کا حکم کبھی اللہ کے حکم سے نہیں
اس کے معنی یہ ہیں کہ زبانیں چودہ کی ہیں، لیکن بات ایک ہے۔ جو ان کی زبان
سے بات سُنی گئی وہ ایسی ہے جیسے اللہ کی زبان سے بات سنی جائے چودہ
زبانیں ہیں مگر حکم ایک ہے اور قرآن مجید میں رسول کے اتباع کا بھی حکم
کہ ان کی پیروی کرو اور اتباع کے معنی نقش قدم پر چلنا تو اس کے معنی یہ
جب مطلق طور پر اطاعت کا حکم دیا تو رسول کے اقوال کی صحت کی ضمانت
اور جب اتباع کا حکم دیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال کی صحت کی ضمانت
چونکہ ہماری اُردو زبان ذرا کوتاہ ہے تو ہم اطاعت کے بھی معنی کہہ دیتے ہیں
اور اتباع کے بھی معنی کہہ دیتے ہیں پیروی مگر عربی زبان کے لحاظ سے اتباع
اور اطاعت کے معنی میں فرق ہے اطاعت ہوتی ہے احکام کی اور اتباع
ہوتا ہے اعمال کا۔ تو جب خالق نے کہا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ اللہ کی
کرو اور رسول کی اطاعت کرو تو اس کے معنی ہیں رسول کے احکام کی صحت کی
ضمانت ہوئی اور جب کہا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
کہیئے کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تو اس کے معنی ہیں کہ

ان کے افعال کی صحت کی ضمانت دی۔ اور اسی لئے ان کے قول کو اپنا قول قرار
دیا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ۔ ہمارا رسول خواہش نفس سے
کلام نہیں کرتا یہ تو وہی کہتا ہے جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ ان کے کام کو بھی اپنا
کام قرار دیا ارشاد ہوا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ وہ سنگریزے
آپ نے نہیں پھینکے اللہ نے پھینکے۔ اور ہاتھ جو کام کا ذریعہ ہوتا ہے اُسے بھی
اپنا ہاتھ قرار دیا ان الّذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ
فوق ایدیھم۔ یہ جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ یہ آپ سے بیعت نہیں
کر رہے یہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اُوپر
ہے۔ اب میں ہر نقطۂ نگاہ کے مسلمان کو دعوت فکر و نظر دیتا ہوں۔ ذرا غور
کیجئے۔ سب قرآن کی آیتیں میں نے پڑھی ہیں۔ کہ جس کا قول اللہ کا قول جس کا
عمل اللہ کا عمل ہو جس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہو اگر معاذ اللہ اس سے غلطی ہو تو کس
کی غلطی ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ مسلمانوں کے سامنے رسول کے معصوم ہونے کا
سوال نہیں بلکہ بندوں کے سامنے اللہ کے بے خطا ہونے کا سوال ہے۔ اور
اگر خالق نے ان کے نام کے ساتھ ایک اور افراد کا سلسلہ بیان کیا۔ اولی الامر
کا تو پھر ماننا پڑے گا کہ کچھ ہستیاں اور ایسی ہیں کہ جن کے احکام کبھی احکام
الٰہی سے نہیں ٹکراتے۔ جب ہی تو مطلق طور پر ان کی اطاعت کا حکم دیا۔ اب اللہ
کے احکام معلوم ہونے کا ذریعہ کتاب الٰہی۔ اور رسول کے احکام اور اولی الامر
کے احکام، اگر یہ سب کتابِ الٰہی میں درج ہوتے تو اللہ الگ سے ان کا نام
کیوں لیتا۔ میں کہتا ہوں کہ جس وقت خالق نے حکم دیا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور
اولی الامر کی۔ تو جسے بعد میں نعرہ لگانا تھا وہ اسی وقت کہہ دیتا۔ تیرا حکم کافی ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معلوم ہوا کہ احکامِ الٰہی کچھ خود اس کے کلام میں ہیں۔ اس کے لئے اطیعوا اللہ
کافی تھا۔ لیکن اس کے احکامات کچھ رسول کے ارشادات میں ہیں۔ اسی
احکام کچھ ہر دور کے اولی الامر کے ارشادات میں ہیں۔ لہٰذا ان سب کو
تک نہ مانے اس وقت تک دین کامل نہیں ہو سکتا۔ اور اب ایک آیت
یاد دلادُں جس کے معنی سمجھنے میں دنیا کو اختلاف ہوتا ہے۔ شک ہوتا ہے
اُلجھتی ہے کہ رسول نے عمر بھر تبلیغ فرمائی اور کئی زحمتیں اُٹھائیں۔ ما اوذی
نبی کما اوذیت۔ کسی نبی کو اتنی ایذائیں نہیں پہنچیں جتنی مجھ کو پہنچائیں گئیں
عمر بھر تبلیغ فرمائی۔ اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب آخر میں
ایک بات آتی ہے۔ کیا ہے وہ بات۔ اس سے بحث نہیں۔ کچھ تو ہے کہ کہا
اس کو پہنچا دیجئے نہیں تو۔ اگر یہ نہیں پہنچایا گیا تو کچھ بھی نہیں پہنچایا۔ میں کہتا ہوں
اتنی زحمتیں اٹھائیں ہوں تبلیغ رسالت میں اور اب اس کے آخری حصۂ عمر
جب تین مہینے کے بعد وہ اس دنیا سے اُٹھ جائے گا۔ اب ایک امر پر
قرار دیا جائے کہ یہ بات پہنچا دیئے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں پہنچایا۔ تو اسی سے مسلمان
سمجھ لینا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں بضرورت تفسیر قرآن ہی ڈھونڈنا چاہیئے کہ
کون بات ہے۔ مگر یہ قرآن کی کوئی خدمت نہیں ہے کہ کترا جایئے۔ آخر کون
بات ہے کہ جس کی وجہ سے کہا گیا کہ اگر یہ آپ نے نہ پہنچایا تو کچھ بھی نہیں
اب میں عقلی طور سے اس کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ کہ یاد رکھیے
کی عمر بحیثیتِ بشر۔ اب یہاں بشر میں خود سے کہتا ہوں۔ یقیناً رسول
ساتھ بشر بھی تھے۔ اس کا انکار انکارِ قرآن۔ تو بحیثیت بشر رسول کی عمر کل
تریسٹھ برس جس میں چالیس برس قبل بعثت اور کل جمع تیئس برس بعد بعثت
اور آپ کی رسالت۔ رسالت کی عمر کیا ہے۔ تا قیامت۔ میں کہتا ہوں تا قیا

ہی ہمارے حدود تعبیر کی کوتاہی ہے اگر قیامت تک ہی رسالت ہے تو شفاعت
کس اعتبار سے۔ صلوٰۃ۔

تو لامحدود رسالت یعنی جب تک خدا کی خدائی تب تک ان کی رسالت۔
ہمیں اطاعت کرنی ہے قیامت تک۔ کیونکہ اس کے بعد دارِ تکلیف نہیں ہے۔
اس کے بعد جزا و سزا کی منزل ہے۔ تو ہمیں اطاعت کی پابندی قیامت تک
ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خالق کی طرف سے یہ قیامت تک کی عملی رہبری کی
ذمہ داری لے کر آئے ہیں۔ تو اب ایک عام بات ہے کہ کسی کے ذمہ دس برس
کا کام ہوا اور پانچ برس کرے تو کچھ تو کیا۔ کسی کے ذمہ دس برس کا کام ہو وہ
ایک سال کرے تو کچھ تو کیا۔ دسواں حصہ کیا۔ اور اگر دس برس کا کام کسی کے
ذمہ ہے اور وہ ایک منٹ کرے تو کیا کیا۔ یعنی مقام قلت میں درجہ نسبت
کا ایسا آتا ہے جو حکم عدم میں ہے تو اب میں کہتا ہوں کہ رسول کی رسالت وقت
وفات تک۔ آپ کی کارگزاری تیئس برس اور عمر رسالت تا قیامت۔ کوئی
حساب دان مجھے بتائے کہ تیئس برس کی نسبت عمر دنیا سے جو قیامت تک ہے
کتنی ہے چوتھائی ہے دسواں حصہ ہے کوئی ہے نسبت۔ کوئی بھی تو نسبت نہیں
ہے۔ تو یہی خالق نے کہا ہے کہ اے رسول آپ نے زندگی بھر تو زحمت اُٹھائی
اور تبلیغ رسالت فرمائی لیکن اب اپنے بعد کا انتظام کر جایئے اور اگر یہ نہ کیا
تو پھر نہ کیا۔ کم سے کم اس وقت پہلی کڑی جو ہے اس کا اعلان عام آپ کر دیجئے۔
دنیا سے جانے والا اپنے بعد آنے والے کا تعارف کراتا رہے گا۔ اور یوں
اور حدیثوں میں تو حضرت نے نام بنام بتا دیا قیامت تک کے لئے۔ لیکن
اس وقت پہلی کڑی کا تعارف ہو جائے تو کام قیامت تک چلتا رہے گا بس
یہ نہ کیا تو کچھ بھی نہ کیا۔ اب ہر نقطۂ نظر کا مسلمان میرے ایک جملے پر غور کرے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ جس چیز کی تبلیغ کے بغیر خالق کہے کہ آپ کی رسالت کچھ نہیں اس کو مانے
ہمارا ایمان کیا رہے گا۔ اور پھر رسول نے متفق علیہ حدیث میں پورے سلسلے
ایک مجمل تعارف بھی کرایا۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی
اھل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی۔

میں تم میں یہ دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں ایک اللہ کی کتاب دو
میرے اہلبیت۔ جب تک ان سے تمسک رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔
یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ دونوں کون۔ قرآن اور اہلبیت۔ یہ دونوں کبھی
جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ روز قیامت حوض کوثر پر پہنچیں۔ بس اب
مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ رسول نے فرمایا۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے
اب کسی بھی نقطۂ نظر کا مسلمان ہو وہ بتائے کہ آج قرآن ہے تو کون ہے جو
نہیں ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں وہ جسے رسول نے کہا تھا۔ کبھی جدا نہیں ہوں
گے۔ ان میں کی کوئی فرد ہے۔ اگر کہہ دیا کہ نہیں ہے تو جدا ہو گئے۔ تو ہمارے
آپ کے رسول نے کہا تھا کہ جدا نہیں ہوں گے اور اب ایک جملہ کہوں کہ
رسول ہے جسے مشرک بھی صادق کہتے تھے اب مسلمان ہو کر آپ کو اختیار ہے

اور اگر کہے کہ ہے۔ اور رسول کی سچائی کی بنا پر کہنا پڑے گا کہ ہے تو مجھے
سے دکھائیے کہ کہاں ہے اور اگر آنکھوں سے نہ دکھا سکئے تو غائب ما
غائب وہ نہیں ہے جو ہو ہی نہیں۔ غائب وہ نہیں ہے جو آنکھوں کے سا
نہ ہو۔ غیب کی حقیقت ایک ثبوت اور ایک نفی سے بنتی ہے۔ ہو اور
کے سامنے نہ ہو۔ تو ہونا نص رسول صادق سے ثابت۔ سامنے نہ ہونا آنکھوں
سے ثابت۔ اب غیب کا کونسا جز محتاج ثبوت رہا۔ دنیا کہتی ہے کہ آ
غائب ہوئے ہی کیوں۔ میں کہتا ہوں اسے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ

آپ نے کیا سلوک کیا جواب پوچھ رہے ہیں کہ بارھویں کو غائب کیوں کیا۔
آپ کے سامنے رہے لیکن کوئی بھی تو اپنی موت دنیا سے نہ گیا۔ آپ نے کوشش
کہ وہ سلسلہ رہے ہی نہیں اور بس۔ کیا کربلا میں کوئی کمی رہ گئی تھی اس سلسلے کو قطع کرنے
اس سلسلے کو قطع کرنے کی کوئی کسر دنیا نے اٹھا رکھی؟ وہ تو سید سجاد پر خالق نے
کو طاری کر دیا۔ میں کہتا ہوں یہ غشی نہیں تھی ایک پردہ غیب تھا جو انکی حفاظت
لئے ان پر ڈالا گیا ورنہ یہ غش میں نہ ہوں اور پھر حسین کی مدد نہ کریں۔ تو ان کا
علی اکبر کے کردار سے پیچھے رہ جائے گا۔ لہٰذا خالق نے غش کو ان پر طاری کیا
حکمت بلند کی بناء پر ورنہ میرا ایمان ہے کہ مرض ان کو کبھی بے ہوش نہیں کر سکتا۔
ہوش و حواس سلب کر سکتا ہے نہ مرض بے ہوش کر سکتا ہے۔ یہ حکمت الٰہی
اتقائے امامت کے لئے۔ بس ارباب عزا بس۔ چند موقعے ایسے ہیں جہاں
سے افاقہ ہوا۔ پہلا موقع وہ ہے جب ان کا غلام، غلام ترکی مولا کے پاس
اب مجھے اجازت دیجئے۔ یہ غلام آپ نے سید سجاد کی طرف منسوب کر دیا
اس لئے فرمایا تم مجھ سے کیوں اجازت مانگتے ہو اپنے آقا سے اجازت مانگو۔
دروازہ پر آتا ہے بی بیاں جانتی ہیں کہ سید سجاد غش میں ہیں۔ کوئی اہم بات
ہو آیا ہے۔ موقع دیتی ہیں غلام آتا ہے ہوش میں لاتا ہے کہتا ہے مولا
اجازت دیجئے کہ جا کر آپ کے باپ کی نصرت میں کر دوں۔ بس دیکھئے عجیب
نصرت۔ کہ اچھا بابا پر یہ وقت پڑ گیا کہ تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ اور
ایک اور کلمۂ حسرت فرماتے ہیں۔ کہ ہم اگر اس لائق ہوتے تو باپ کی مدد
ہم تو اس عالم میں ہیں۔ تم جاؤ میری طرف سے میرے بابا کی مدد کرو۔
ہوں اس پر غور کیجئے۔ امام حسین نے اس کو خیمے میں بھیج کر کتنی بلندی
دی جب خیمے میں داخل ہوا ہے تو غلام تھا اب جو جا رہا ہے تو حقیقی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

معنوں میں نائب امام ہو کر جا رہا ہے۔ اتنی عزت افزائی بہت تھی۔ کہا میر
سے خیمے کا گوشہ ہٹا دیا جائے کہ میں اپنے غلام کی جنگ دیکھوں بس ادھر غلا
گھوڑے سے گرا ادھر یہ غش میں گر گئے۔ اب وقت سخت سے سخت ہوتا جا
ہے۔ دوسری منزل عرض کروں کہ جب مولا نے صدا بلند کی ھل من ناصر
کوئی ہے جو میری مدد کرے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولا نے کئی دفعہ استغا
کیا ہے۔ اور ہر استغاثے کا ایک خاص اثر ہوا ہے۔ یہ استغاثہ جو کیا ہے تو
سمجھتے تھے کہ اس کا اثر کیا ہوگا اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ استغاثہ میدان میں تھا
نگاہ درِ خیمہ پر تھی۔ اس استغاثے کی خاصیت یہ تھی کہ آواز سیدِ سجاد کے کان
گئی آنکھ کھولی کہا پھوپھی بابا فریاد کر رہے ہیں ظاہر ہے جنابِ زینبؑ رونے لگیں
آواز تو انہی کی ہے۔ کہا تو پھوپھی میری تلوار لائیے یہ حکم امام ہے اگرچہ پھوپھی
لا کر دے دیتی ہیں تلوار۔ اب مولا وہاں سے دیکھتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں
سیدِ سجاد کو آنے نہ دینا میں کہتا ہوں کہ اب امام وقت کے حکم نے ان کے ہاتھو
میں طاقت پیدا کی کہ لے جا کر پھر بستر پر ڈال دیا پھر غش آ گیا۔ اب تیسرا
کونسا ہے۔ جب مولا رخصت آخر کے لئے آئے ہیں۔ سب سے رخصت ہو
فرماتے ہیں کہ زین العابدین کا کیا حال ہے فرماتی ہیں کیا پوچھتے ہیں
غش میں رہے ہیں۔ تشریف لائے بیٹے نے آنکھ کھولی تعظیم کے لیے کھڑا
ہونا چاہا مولا نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا نہیں نہیں۔ اس وقت اٹھو
جو میں کہتا ہوں وہ سن لو۔ پورے قافلے کی ذمہ داری تم پر ہے اب
رہا ہوں اس کے بعد یہ الفاظ روایتوں میں آئے ہیں۔ اس کی حقیقت ہم
سمجھ سکتے ہیں کہ اسرار امامت تعلیم فرمائے اور اس کے بعد تشریف لے
بس اربابِ عزا۔ مجلس ختم۔ اب کب ہوش آیا آندھیاں سیاہ چل

ہوش نہیں آیا۔ منادی نے ندا کی ہوش نہیں آیا۔ خیموں میں آگ لگی ہوش نہیں آیا۔
اب کب ہوش آیا جب پھوپھی سرہانے کھڑی ہیں کہا اے بیٹا خیموں میں آگ
لگی ہے اب تم امام وقت ہو بتاؤ جل کر مر جائیں یا خیموں سے باہر نکلیں۔ اب
سیدِ سجاد فرماتے ہیں۔ بس اب حکمِ خدا یہی ہے کہ خیموں سے باہر نکلئے۔
اربابِ عزا۔ اب وہ بی بیاں جن کی ماں کا جنازہ رات کو اٹھا تھا وہ روزِ
روشن میں شہر بہ شہر۔

---

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجلس دوازدہم

اِسلامی مُعاشرت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ ؕ

ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ نے خرید لیا مومنین سے ان کے جان و مال کو۔ اس کے عوض میں ان کے لئے جنت ہے۔ وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں تو قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہو بھی جاتے ہیں۔ اور یہ اللہ پر لازمی طور پر وعدہ ہے۔ توریت، انجیل اور قرآن سب کتابوں میں اور اللہ سے زیادہ وعدہ کا پورا کرنے والا کون ہے۔ صلوٰۃ۔

اعلان ہوا ہے خریداری کا۔ کاہے کی خریداری۔ نفوس اور اموال کی خریداری اس کے معنی یہ ہیں کہ مال کو بھی ذلیل نگاہ سے نہیں دیکھنے کے۔ جس طرح جان کا خریدار وہ ہے۔ اسی طرح مال کا خریدار بھی وہ ہے۔ شرط یہ ہے کہ جان بھی اس قابل ہو کہ وہ خریداری کر سکے۔ صلوٰۃ۔

کوئی ظاہر دار اس دُنیا میں ایسا ہو سکتا ہے جو کہے کہ ارے مجھے تو مال کی ضرورت نہیں پیسے کی ضرورت نہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ کہنا کہ صدق دل سے بھی ہو۔ یعنی ملتا ہو اور پھر کہے کہ ضرورت نہیں ہے۔ تو پھر ایک بات ہے۔ اور جب نہیں ہے

اور کہہ دیا کہ ضرورت نہیں ہے تو اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ لیکن بہرحال اگر سچائی کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ مال کی ضرورت نہیں ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ ازروئے قرآن مجید یہ کوئی صحیح بات نہیں ہے کہ مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر خالق کی زندگی میں مثالی زندگی انسان کی یہ ہوتی کہ مال اس کے پاس ہو ہی نہیں تو ہر جگہ قرآن مجید میں یقیمون الصلوٰۃ کے ساتھ یؤتون الزکوٰۃ نہ ہوتا حالانکہ ہم قرآن مجید میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ جہاں جہاں جس جس انداز میں صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ زیادہ تر اسی انداز میں زکوٰۃ۔ اگر مدح کے طور پر ہے کہ اقاموا الصلوٰۃ تو اسی کے ساتھ ہے اتوا الزکوٰۃ۔ اگر المقیمون الصلوٰۃ ہے اس کے ساتھ ہے موتون الزکوٰۃ ہے۔

تو جہاں جہاں صلوٰۃ کا ذکر وہاں وہاں زکوٰۃ کا ذکر۔ اب خیر ماشاءاللہ۔ یہاں کے بارے میں تو خیر معلوم نہیں مگر ہندوستان میں تو بالکل اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر کہتا ہوں کہ نماز تو ہر آدمی پر واجب ہے، لیکن زکوٰۃ جن پر واجب ہے ان کو میں پوری مردم شماری کے لحاظ سے تناسب قائم کروں تو ممکن ہے فی صدی میں کوئی نہ نکال سکوں۔ فی ہزار نکالوں۔ تو اگر معاشرہ ایسا ہوا کہ فی ہزار میں ایک پر۔ اس کے پاس اتنا ہوا کہ اس کے لئے شرائط عائد ہوں تو بلاغت قرآن کے خلاف ہے کہ ہر جگہ صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ کا نام لے۔ اگر سو جگہ فرض کیجئے صلوٰۃ کا ذکر ہوتا تو دو ایک جگہ زکوٰۃ کا ذکر ہو جاتا کیونکہ یہ ہر ایک کی ضرورت کی چیز نہیں ہے۔ شاذونادر کوئی ہو کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہو۔ تو ان کے لئے دو ایک جگہ حکم آجاتا۔ لیکن یہ کہ ہر جگہ جہاں صلوٰۃ کا ذکر وہاں زکوٰۃ کا ذکر۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خالق کی نظر میں یعنی اسلام جس معاشرہ کی بنیاد رکھنا چاہتا تھا وہ کوئی قلاش معاشرہ نہیں تھا وہ کوئی مفلوک الحال معاشرہ نہیں تھا۔ وہ ایسا معاشرہ تھا جس میں ہر شخص پر جس طرح صلوٰۃ واجب ہے اسی طرح زکوٰۃ واجب ہے۔ یہاں تک کہ جن کی ہستی ہمارے لئے بہت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بڑی مثال ہے۔ ترک دنیا کی یعنی حضرت امیرالمومنینؑ۔ ان کے بارے میں وسائل الشیعہ
معتبر حدیث کی کتاب ہے ہماری کتابوں میں۔ اجازے جو علما کے ہوتے ہیں ان میں
جن کتب احادیث کا نام لیا جاتا ہے کہ جن احادیث کی ہم نے روایت کی جیسے
متقدمین کی کتابیں ہیں۔ کافی تہذیب من لایحضرہ الفقیہ استبصار۔ اسی طرح بعد کے
علما کی جو کتابیں ہیں ان میں وسائل الشیعہ بھی ہے۔ تو اس میں یہ حدیث ہے کہ حضرت
امیرالمومنینؑ نے اپنی قوّت بازو کی کمائی سے چارسو غلام راہ خدا میں آزاد کئے۔ غلام
اور کنیز کی قیمت کتنی ہی کم کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی چارسو غلاموں کے لئے زر کثیر کی ضرورت
ہے۔ مگر ہاں یہ کہہ دیا گیا کہ وہ جتنے بھی غلام خرید کئے گئے وہ اپنی ذاتی محنت کے پیسے
سے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ مال بیش خدا کتنی قیمت رکھتا ہے۔ اس آیت میں برابر سے
دونوں چیزوں کو کہا گیا کہ جان کا بھی وہ خریدار اور مال کا بھی خریدار لیکن اب ایک خاص
چیز سوچنے اور سمجھنے کی جو اس آیت میں مجھے محسوس ہوتی ہے کہ اس پر تبصرہ ضروری
ہے وہ یہ ہے کہ خریداری کا درجہ فروخت کے بعد ہے۔ اور فروخت کرنا بندہ کا
کا کام ہے۔ قرآن مجید میں حکم ہونا چاہیے تھا کہ تم فروخت کرو۔ جب ہم فروخت
کرتے تو وہ ارشاد فرماتا کہ ہم نے خریدا۔ اور اگر پھر وہ حکم دیتا کہ فروخت کرو تو
فروخت کرنا نہ کرنا ہمارے اختیار سے وابستہ ہوتا۔ کہا تو اس نے سب سے ہے
کہ نماز پڑھو۔ کیا سب نماز پڑھتے ہیں۔ کہا تو اس نے سب سے ہے کہ روزہ
رکھو۔ کیا روزہ سب رکھتے ہیں۔ اس کی طرف کا حکم سب کے لئے ہے کہ ایمان
لاو کیا سب نے ایمان اختیار کیا ہے۔ اس کا حکم ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت
کرو۔ کیا سب اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ
جتنے احکام اسکی طرف سے ہیں وہ تمام احکام ایسے ہیں کہ کچھ اس کی تعمیل کرتے ہیں کچھ
نہیں کرتے۔ بلکہ تعمیل کرنے والے کم ہوتے ہیں اور تعمیل نہ کرنے والے زیادہ ہوتے

ہیں۔ اور ایسا کیوں ہوا۔ اس لئے کہ اس نے اطاعت جبری نہیں چاہی تھی اگر جبری
اطاعت کرانا ہوتی۔ قرآن مجید میں جو کہہ دیا ہے لَوْ شَاءَ اگر وہ چاہتا تو لَاٰمَنَ
من فی الارض کلھم جمیعًا۔ جتنے بھی روئے زمین پر ہیں سب ہی ایمان
لے آتے۔ تو اگر وہ چاہتا۔ تو کیا وہ چاہتا نہیں ہے۔ چاہتا ہے مگر یہ چاہتا ہے
کہ ارادۃً ایمان لائیں۔ یہ نہیں چاہتا کہ وہ جبر سے ایمان لائیں۔ ایمان کے راستہ کا
دکھانا اس کا کام ہے اور جبری طور سے ایمان کو دل میں ڈال دینا یہ اس کا کام نہیں
ہے اور یہ تو بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ علم کلام کا ہے۔ جبر و اختیار پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی
ہیں مگر اس وقت تو میں ایک جُملہ کہتا ہوں کہ کافر و نافرمان کا وجود خود دلیل اختیار ہے
تو اگر وہ جیسے نماز کا حکم دیا روزہ کا حکم دیا اگر اسی طرح یہ حکم دیتا کہ تم فروخت کر دو اپنے
جان اور مال کو تو پھر قیمت کا اعلان کرتا کہ تم نے اپنے جان و مال فروخت کئے اب
میں تبلاتا ہوں کہ اس کی قیمت جنّت ہے۔ تب ہمارے جان و مال اس کے قبضہ میں
جاتے اور اس کی قیمت وقت آنے پر ہمارے قبضہ میں آتی اور اگر ہم فروخت نہ
کرتے تو ہماری جان ہمارے پاس اس کی جنّت اس کے پاس۔ ہم جاکر دعویٰ نہ کرتے
پھر جنّت کا کیونکہ ہم نے وہ معاملہ ہی نہیں کیا جس کی قیمت میں جنّت ملتی مگر یہ تو
مجھے عجیب بات معلوم ہو رہی ہے کہ صاحب ہم سے نہیں کہتا کہ فروخت کرو اور
خریداری کا اعلان کئے دیتا ہے کہ جو بعد کی منزل ہے۔ اس کا اعلان کئے دیتا ہے
اور جو قبل کی منزل ہے اس کا ذکر ہی نہیں۔ تو اب یہ انوکھی بات ہو گئی کہ اللہ نے خرید
لیا۔ مگر اب ایک پہلو کی طرف توجہ دلاؤں۔ تو مسئلہ حل ہو جائے کہ کن سے خریدا۔ یہ تو
نہیں کہا کہ لوگوں سے خریدا۔ ناس کی لفظ یہاں نہیں ہے کہ ان اللہ اشتری من
النّاس۔ کہ اللہ نے خرید لیا آدمیوں سے۔ یہ نہیں کہا ہے۔ کہا یہ ہے ان اللہ
اشتری من المومنین۔ اللہ نے خرید لیا مومنین سے ان کے جان و مال کو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس بنار پر کہ ان کے لئے جنّت ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت ایمان لائے
اسی وقت ہم نے اپنے جان و مال کو فروخت کر دیا۔بس ادھر ہم نے اقرار ایمان
کیا اور یہ کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ایمان لانے کے
معنی یہ ہیں کہ ہم نے اقرار کر لیا کہ اب ہمارا مال ہمارا نہیں ہے ہماری جان ہماری
نہیں ہے۔یہ جان بھی اس کی ہے اور یہ مال بھی اس کا ہے اور حقیقت میں جتنی پابندیاں
ہیں احکام شریعت کی وہ تمام پابندیاں اب اس بیع کے تقاضے پر ہیں۔ہم نے اپنی
جان کو فروخت کر دیا۔اب وہ ہم سے مطالبہ رکھتا ہے کہ دن میں اتنے وقت
تم میرے اس کام میں صرف کرو جس کا نام نماز ہے۔اب ہم اس پر عمل نہیں کریں
تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنی جان اور اپنے اوقاتِ حیات پر تصرف غاصبانہ
رکھتے ہیں۔گیارہ مہینے شوق سے کھاؤ اور پیو۔جو جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں
لیکن دیکھو ایک مہینے میں اور وہ بھی رات کو نہیں دن کو۔ہماری طرف سے یہ پابندی
ہے کہ ان چیزوں کو استعمال نہ کرو۔اب یہاں ظاہر ہے جو چیز کھائی ہم نے وہ مال
سے خریدی تو وہ مال بھی ملکِ غیر تھا۔اب وہ تصرّف اس لئے بھی ناجائز ہوا۔اور پھر
اپنی زندگی کے اس وقت میں۔دن بھر میں۔ہم نے جو جو کام روزے کے تقاضے کے
خلاف کیے اور روزہ نہیں رکھا تو وہی بات ہوئی کہ اس دن میں تصرّف غاصبانہ
اپنے نفس کے اُوپر کیا۔اور بس اب جتنی بھی چیزیں ہیں حج ہے اور جتنے بھی احکام
شرع کے ہیں وہ سب اسی کے تحت میں داخل ہیں۔اور اسی طرح جو محرّمات ہیں
جو ناجائز چیزیں ہیں۔ہمارا اچھے کپڑے پہننا خالق کو ناپسند نہیں ہے۔وہ کونسا
اور دین ہوگا جس میں لُٹا پٹا رہنا یہ تقربِ الٰہی کا معیار ہے۔یہاں ایک مقدار
میں تو لباس جزوِ صحت نماز بن گیا۔اب نہ جانے مسلمانوں میں بھی کن چور دروازوں
سے یہ تصوّرات داخل ہوگئے کہ برہنہ رہنا دلیلِ ولایتِ خدا ہوگیا۔یہاں تو نماز

صحیح نہیں ہوگی۔جب تک کہ اتنا لباس نہ ہو کہ جس کے بعد آدمی برہنہ نہ کہلائے۔یہ تو مرد
کے لئے لباس ہے۔عورت کے لئے لباس وہ تو سوا چہرے اور دونوں ہاتھوں کے تمام
جسم جب تک چھپا نہ ہو اس وقت تک اس کی نماز نہیں ہوسکتی۔تو معلوم ہوا کہ ہمارا
لباس پہننا اس کو ناپسند نہیں ہے۔یہ بھی نہیں کہ لباس پہنو تو بہت ہی خراب بوسیدہ
ہی پہنو۔یہ نہیں کہا گیا خذوا زینتکم عند کل مسجد جب نماز کے لئے آؤ
تو جو بہتر سے بہتر لباس تمہارے پاس ہو اُسے پہن کر آؤ۔اسے اگر ہماری پریشاں
حالی منظور ہوتی تو عطر لگا کر نماز پڑھنے کا ثواب نہ ہوتا۔فیشن میں معقولیت کا سوال
ہی نہیں ہے۔ہوا جو چلتی ہے وہ فیشن بن جاتا ہے۔تو آجکل بال پریشاں ہونا۔
اور جیسے ہر وقت مصیبت زدہ ہونے کا ثبوت پیش کرنا یہ گویا ترقی پسندی کی
علامت بن گیا اور وہاں آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگوں کی جانمازوں میں موجود ہوتا
ہے کنگھا۔تو یہ کیا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ محاسن میں شانہ کرنا۔بشرطیکہ محاسن کا وجود
ہو۔خیر جتنا بھی جو بھی قابل شانہ ہو۔کسی بلند مقصد کی خاطر انسان پیوند دار لباس پہنے
تو صحیح۔حضرت امیر المومنینؑ آپ بے شک پیوند دار لباس پہنتے تھے۔اس کا فلسفہ
خود بتایا ہے آپ نے۔نہج البلاغہ میں یہ ہے کہ آپ کے اصحاب میں عاصم ابنِ
زیاد حارثی۔انہوں نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرے بھائی نے گھر کے کپڑے جو وہ
پہنتا تھا وہ چھوڑ دیئے ہیں۔گھر میں کھانا جو پکتا ہے وہ نہیں کھاتا اور اس نے
ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے ہیں اور بالوں کے کپڑے بنوا لئے ہیں وہ پہنتا ہے اور
بس رُوکھا سُوکھا کھانا کھا لیتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں آؤں گا۔اُسے سمجھاؤں گا۔
نصیحت کروں گا خوش نہیں ہوئے کہ بڑا اچھا کیا۔میں آؤں گا اُسے سمجھاؤں گا۔
حضرت تشریف لائے اور بڑے سخت انداز میں فرمایا۔یہ کیا زندگی اختیار کی ہے۔
کیا تمہارے گھر میں جو غذا پکتی ہے وہ مالِ حرام سے ہوتی ہے۔کیا تمہارا لباس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مال ناجائز سے ہے پھر یہ کیا کہ یہ سب چھوڑ دیا اور یہ کپڑے پہن رہے ہو اور یہ کھانا کھا رہے ہو۔ یہ کیا زندگی تم نے اختیار کی ہے اور عجیب جملہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا تم خیال کرتے ہو کہ اللہ نے لذائذ و طیبات کو حلال قرار دیا ہے اور پھر خود ہی ان پر سزا بھی دے گا۔ یہ عدلِ الٰہی کے خلاف ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کتنے سخت الفاظ میں تھا کہ اس کو تابِ مقاومت ہی نہ تھی۔ فوراً کہا سمعاً و طاعاً۔ اب جو آپ ارشاد فرما رہے ہیں اس پر عمل کروں گا جو کھانا کھاتا تھا وہی کھاؤں گا جو کپڑے پہنتا تھا وہی پہنوں گا۔ دیکھئے مقتضائے اطاعت یہی ہے کہ حکم کی تعمیل کیجئے اور اگر پھر سمجھنا بھی ہے اس کی مصلحت تو اس کو سمجھتے رہیئے مگر اطاعت کو سمجھنے پر موقوف نہ رکھئے۔ فوراً اس نے اقرار اطاعت کر لیا اور حضرت رضامند ہو گئے انداز بدل لیا یہ لوگ تھے جنہیں اصحابِ آئمہؑ یا اصحابِ رسولؐ کہتے ہیں یہ آخر ان درسگاہوں کے طالب علم بھی تو تھے ملائکہ کی منزل میں بھی طالب علم کو حق ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اُسے پوچھ لے۔ تو اب جب اقرار کر لیا کہ بے شک وہی کپڑے پہنوں گا جو پہلے پہنتا تھا تو اب دبی دبی زبان سے پوچھا کہ حضور میں نے تو خیر اقرار کر لیا مگر یہ حضرت کا لباس تو یہ ہے۔ دیکھئے کتنی بڑی خلش آپ کے ذہن کی بھی اس نے سوال کر کے دُور کر دی۔ یہ جو آپ اپنی روکھی سوکھی غذا اور اس موٹے جھوٹے لباس میں نظر آتے ہیں تو یہ کیا ہے۔ تو پھر حضرت کی تیوریوں پر بل آ گئے اب جو جملہ ارشاد فرماتے ہیں اس کی ابتدا یہ ہے۔ اے شخص میری اور تیری برابری نہیں ہے۔ اب کہوں گا کہ حضرت نے کیا معیار فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی جملہ کہ ہماری تمہاری برابری نہیں ہے۔ یہ عموماً دُنیا کے کسی بھی ملک میں جایئے اور وہاں بڑے بڑے عہدہ داروں سے۔ بڑے بڑے مسند اقتدار پر بیٹھنے والوں سے پُوچھئے۔ سرکار والا یہ اتنی کوٹھیاں اور ہمارے پاس رہنے کو مکان نہیں ہے

وہ یہاں کہیں گے کہ تمہاری ہماری برابری نہیں ہے۔ کسی سے کہیئے کہ تمہارے پاس اتنی موٹریں ہیں ہمارے پاس چلنے کے لئے کوئی سواری نہیں ہے وہ کہیں گے ہماری تمہاری کوئی برابری ہے۔ محل استعمال دنیا میں اس جملہ کا یہ ہے۔ مگر امیر المومنینؑ کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔ ارے جنہیں اقتدار حاصل ہو جائے ان سے اللہ کا عہد و پیمان یہ ہے کہ وہ اپنا معیار زندگی اپنی رعایا میں سے کمزور ترین سے بھی کم رکھیں۔ اور اب اس سے جو آپ نے اسوقت فلسفہ اپنے انفرادی عمل کا بتایا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ اور معصومین اس پر کیوں عمل نہیں کر رہے ہیں حالانکہ وہ سب نورِ واحد سے تھے۔ ایک سلسلے کی کڑی تھے۔ لیکن ہر دفعہ اس محل پر امیر المومنینؑ کا کردار کیوں پیش ہوتا ہے۔ اب اسی ارشاد کی روشنی میں میرا دھیان گیا۔ اپنے حدود مطالعہ کی طرف کہ یہ سادگی اور اسطرح کی زندگی کے جتنے واقعات ہیں سب کوفے کے ہیں یعنی اس دَور کے نہیں ہیں جب گوشہ نشین تھے۔ یہ زندگی آپکی جو جزوِ تاریخ بنی ہے یہ اس دور کی ہے جب آپ کرسی اقتدار پر تھے۔ آپکے سامنے دو نمونہ روزمرّہ کے۔ آپکی سُنی ہوئی روایتیں جو ہر درجہ کے طالب علم سے۔ آپ نے سُنی ہونگی کہ وہ ایک سائل آیا مسجد میں اور اس نے سوال کیا اور حضرت نے جو بھوسی بھرا ہوا آٹا جَو کا نوش فرما رہے تھے وہی اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے کہا کہ اے بندۂ خدا۔ یہ تو میرے حلق سے نہیں اُترے گا آپنے کہا تو مجھے دیدے۔ میں ہی اسے کھاؤں گا۔ میرے پاس تو یہی ہے اور اگر اچھی غذا کی تلاش ہے تو حسن مجتبےٰؑ کے دروازہ پر جا۔ وہاں مہمانوں کے لئے غذائے لذیذ موجود ہے۔ تو آپ سنا کرتے ہیں لیکن چونکہ ذکر علی ابن ابی طالبؑ میرے لئے اور آپکے لئے بھی باعثِ ثواب ہے۔ لہٰذا بیان کرتا ہوں کہ وہ گیا اور اس کے لئے کھانا آیا اور ظاہر ہے کہ اس وقت کا جو معیار تھا وہ آپ کے ہاں کی دعوت کا تھوڑی تھا۔ بہر حال وہاں کے معیار زندگی کے لحاظ سے وہ پُرتکلّف کھانا تھا۔ اسکے سامنے دسترخوان بچھا دیا گیا۔ تو پھر اس نے کھایا اس طرح کہ ایک نوالہ کھاتا ہے اور ایک نوالہ بچاتا جاتا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت کی توجہ ہوئی کہا بھائی یہ کیا کر رہے ہو۔ اگر تمہارے ساتھ اہل و عیال ہیں تو یہاں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیتے جانا ان کیلئے بھی جتنی ضرورت ہو۔ اس نے کہا کہ حضور میں تو اکیلا آیا ہوں مگر مسجد میں ایک سائل کو دیکھ آیا ہوں۔ ایک محتاج کو دیکھ آیا ہوں کہ میں نے سوال کیا تو سخی تو وہ ایسا کہ جو اس کے پاس تھا اُٹھا کر مجھے دے دیا مگر میں نے دیکھا کہ وہ بھوسی بھرا ہوا آٹا ہے جسے میں کھا ہی نہیں سکتا تھا۔ تو میں یہ اس کیلئے لے جا رہا ہوں۔ اس فقیر کیلئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ فقیر نہیں ہیں وہ تو مالک دین و دنیا ہیں والد بزرگوار علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ صلوٰۃ۔

میں نے عرض کیا کہ ایک ہی وقت میں دونوں نمونے موجود ہیں اور معاذ اللہ اگر یہ ترک اولیٰ بھی ہوتا تو امیر المومنینؑ کے علم و رضا کے ساتھ۔ امام حسنؑ کے ہاں وہ غذائیں کیوں تیار ہوئیں اور آپ سائل کو کیوں بھیجتے وہاں اسکے معنی یہ ہیں کہ یہ حکم شرعی بحیثیت استحباب کے نہیں تھا بلکہ یہ آپ کا انفرادی عمل تھا۔ آپکے مؤقف کے لحاظ سے۔ اور اسی لئے یاد رکھئے کہ یہ بھی بڑا نازک مسئلہ ہے۔ کہدیا کہ اتباع کرنا چاہیئے۔ کسی ایک معصوم کا نام لے لیا۔ ان کا اتباع کرنا چاہیئے مثلاً کوئی ہنگامہ ہوا کہا کہ امام حسنؑ کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔ مگر یاد رکھئے کہ آنکھیں بند کر کے اتباع کرنا بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ چودہ سیرتیں۔ وہ سب محل تھے۔ اس لئے جس محل پر جس معصوم کی سیرت کا اتباع ضروری ہے۔ اس کیلئے بھی وہ نظر حقیقت شناس ہونی چاہیئے جسکا اصطلاحی نام اجتہاد ہے۔ کہ کس محل پر کس کی سیرت پر عمل ضروری ہے کیونکہ سیرتیں سب صحیح ہیں مگر ہر ایک کے محل کے لحاظ سے ہر ایک کے مؤقف کے لحاظ سے کسی ایک کو لے لینا اور ہر جگہ اسی کا حوالہ دے دینا یہ کل کو جزو میں محدود کر دینا ہے۔ غرض یہ کہہ رہا تھا کہ ہمارا اچھا پہننا خدا کو ناپسند نہیں مگر پھر بھی کچھ پابندیاں عائد کر دیں۔ خالص ریشم نہ ہو آرائش کر دیں مگر سونا نہ پہنو۔ وہ بھی مردوں کے لئے۔ عورتوں کیلئے تو حکم نہیں۔ اسی طرح ہمارا اچھا کھانا اسے ناپسند نہیں۔ ہمارے لئے طیبات سب حلال ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کو حرام ہی میں مزا ملے۔

جو حلال غذائیں ہیں اس میں لذیذ سے لذیذ تر غذائیں آپ کو کھانے کا حق ہے اور کوئی الزام نہیں مکروہ تک نہ ہوگا۔ سوا ان چیزوں کے جن کو کہدیا ہے کہ وہ مکروہ ہیں۔ یہ نہیں کہ لذیذ غذا کھانا مکروہ ہے۔ یہ کسی عالم نے آپ سے نہیں کہا ہوگا۔ تو ہمارا اچھا کھانا اسکو ناپسند نہیں ہے۔ پھر بھی کچھ پابندیاں ہیں اس میں بھی۔ مثلاً گوشت حلال ہے مگر وہ ذبیحہ کا ہو۔ تب تمہارے لئے جائز ہوگا۔ بغیر اس کے جائز نہیں ہوگا۔ تو یہ سب کیا ہے۔ یہ سب چیزیں اسکی پسندیدہ ہیں۔ اسکو ناگوار نہیں ہیں یہ سب کیا ہیں۔ صرف اس لئے کہ تمہیں مطلق العنان ہونے کا احساس نہ ہو۔ جان ہماری ہے مال ہمارا ہے جو چاہیں کھائیں جو چاہیں پیئں۔ پس ہر وقت بالادست اقتدار کا تصوّر رہے۔ اس طرح اسلام نے اپنے حکیمانہ نظام شریعت کے لحاظ سے وہ مشکل کام انجام دیا کہ دنیا میں جو ہمیشہ متضاد چیزیں سمجھی گئیں انہیں اکٹھا کر دیا یعنی ہمیشہ جسم و روح دو مختلف چیزیں سمجھی گئیں۔ ہمیشہ جسمانی ترقی کو سمجھا گیا کہ روحانی ترقی کے خلاف اور روحانی ترقی ہے تو پھر جسم کے تقاضے محدود نہیں رہیں گے۔ اسی کا ایک رُخ ہوگیا کہ دنیا اور دین ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ یا دنیا کو لو یا آخرت کو۔ دنیا کو لو یا دین کو لو۔ یہی عام تصوّر تھا لیکن اسلام نے اپنے حکیمانہ نظامِ شریعت کے لحاظ سے اس کو بدلا۔ اس کا تقاضا کیا تھا کہ جب دو چیزیں الگ الگ ہو گئیں تو کچھ کے ماہر اور ہوئے اور کچھ کے ماہر اور ہوئے اس کے معنی ہوئے کہ علوم دنیا کے ماہر بالکل الگ ہوں گے اور علوم دین کے ماہر بالکل الگ ہونگے۔ پھر حکومتیں بھی الگ الگ ہوگئیں۔ دنیاوی حکومت کے سربراہ اور ہوں گے۔ دینی حکومت کے سربراہ اور ہونگے۔ عیسائیت میں رہبانیت تھی لہٰذا وہاں کا وہ مقولہ بالکل صحیح کہ جو قیصر کا حق ہے وہ قیصر کو دیتے ہیں۔ جو پوپ کا حق ہے وہ پوپ کو دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں شعبہ الگ الگ ہیں تو ہر ایک کے تقاضے الگ الگ ہوئے۔ اسلام نے دین و دنیا کو بالکل سمو کر ایک ایسا مزاج معتدل پیدا کیا جس کی وجہ سے معیارِ دین بالکل بدل گیا۔ دنیا میں ہر جگہ پیشہ کوئی اور، اور مذہب کوئی اور یعنی ایک عیسائی چھ دن تک فقط ڈاکٹر ہے ساتویں دن وہ گرجا جائیگا تو معلوم ہوگا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہ یہ عیسائی ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ اس کے ڈاکٹر ہونے میں عیسائیت کا کوئی دخل نہیں۔ ایک تاجر جب دوکان پر ہے تو وہ۔ اس وقت اس کے مذہب کا کوئی سوال نہیں۔ ہاں جب وہ عبادت کے لئے جائیگا تو اس وقت مذہب کا سوال ہوگا۔ عبادت ان کی گرجا میں جاکر ہوگی اپنے گھر میں نہیں ہوسکتی۔ اور نہ وہ روز ہوسکتی ہے جب وہ گرجا پہنچیں گے تو عبادت کریں گے۔ وہاں خدا کو یاد کریں گے۔ اسلامی نظام نے یہ کام کیا کہ خدا کو یاد نہیں کیا جاتا بلکہ خدا کو یاد رکھا جاتا ہے۔ اسکا نتیجہ کیا ہے کہ اگر تم ڈاکٹر ہو تو وہ بھی مسلمان ڈاکٹر ہونا ہے۔ اگر تم تاجر ہو تو تم کو مسلمان تاجر ہونا ہے۔ اگر تم کوئی اور شعبہ رکھتے ہو۔ اختیار کئے ہوئے ہو تو تم کو مسلمان ہونا ہے۔ ہر شعبۂ حیات میں یاد الٰہی کارفرما ہوگئی۔ اب دیکھئے روزمرہ کی زندگی ہیں کہ آپ بزاز کی دُکان پر گئے اور اس سے کہا کہ اچھے سے اچھے کپڑے دکھاؤ۔ نئے ڈیزائن دکھاؤ۔ اس نے دکھانے شروع کئے۔ اب یہ جتنا کام ہو رہا ہے مادّی ضرورت کے لئے یعنی تن آسانی کی خاطر۔ ابھی بظاہر اس کے علاوہ کچھ نہیں اور ادھر ایک کپڑا آیا۔ اور اگر آپ پابند شرع ہیں اور آپ نے پُوچھا یہ خالص ریشم تو نہیں ہے تو پتہ چل گیا کہ انسان اپنی تن پوشی کی راہ میں خدا کو نہیں بھُولا ہے اور جناب اب اسی طرح سے بازار گئے تو طرح طرح کی لذیذ غذائیں ہیں تو پتہ چل گیا کہ شکم پری کی خاطر۔ اللہ کو فراموش نہیں کیا۔ اور اب تو یہ روزمرہ کی بات ہے۔ یہ شعبہ ہے میرا۔ تجربہ تو نہیں ہے کہ شکار کا شوق ہوتا ہے۔ شکار ملا اور اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور کتنی تگ و دو۔ اور کتنی دوڑ دھوپ اور کتنی مشکل اور آخر میں وہ زد پر آیا اور اُسے گولی لگائی۔ اس کے بعد وہ گرا اور کہا۔ واہ واہ۔ دیکھو نشانہ پر پڑ گیا اور اب وہ فوراً گئے اور وہاں جاکر دیکھا اور کہا ارے یہ تو مر گیا۔ اب جہاں کہا ارے یہ تو مر گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ ضرورت مادّی کی اس تگ و دو کے عالم میں بھی خدا کو نہیں بھُولا۔

اب ایک ناقابل بیان مرحلہ اور پھر مقام منبر۔ مگر میں کہتا ہوں۔ ایسی نفسانی

خواہش جس کی تکمیل میں انسان اور حیوان کے درمیان بہت کم فرق رہ جاتا ہے لیکن اس کے لئے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے تمام شرائط حاصل۔ تمام موانع ختم۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تراضی طرفین حاصل۔ دونوں بالکل آمادہ لیکن فوراً خیال ہوتا ہے کہ جب تک وہ خاص الفاظ زبان پر جاری نہ کریں۔ اس وقت تک ایک پردہ درمیان میں ہے جو نہیں اٹھ سکتا۔ بس یہ ایجاب وقبول کے صیغے جاری ہوں۔ تو یہ ہمارے لئے حلال ہو۔ پس معلوم ہوا کہ طوفانی خواہشات کے تموج میں بھی بندہ خدا کو نہیں بھُولا۔ میں کہتا ہوں کہ ناجائز تعلقات بھی تو کبھی دائمی رہتے ہیں۔ عمر بھر ناجائز تعلقات رہتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہوتا۔ تو جو فرق دائمی ناجائز تعلقات اور عقد دائمی میں ہے وہی فرق عارضی ناجائز تعلقات اور عقد عارضی میں ہے۔ وقتی ہونے سے خصوصیت تھوڑی ہوتی ہے۔ فرق ہے باضابطہ اور بے ضابطہ میں۔ تو حضور والا یہ ہے اصل میں کہ اپنے کو مطلق العنان نہ سمجھو۔ یہ سمجھو کہ اصل میں ہماری جان کسی اور کی ہے اصل میں ہمارا مال کسی اور کا ہے اور جس وقت یہ ایمان اختیار کیا اسی وقت اسکا اقرار ہوگیا۔ ہمارا مال ہمارا نہیں ہے۔ اب ہماری جان ہماری نہیں ہے۔ اسی میں حقیقتاً اسلامی سیاست بھی مضمر ہے۔ جس وقت ایمان لے آئے تو اقرار ہوگیا کہ اس کے مقابلے میں نہ ہماری جان ہماری نہ ہمارا مال ہمارا۔ تو اب اس کے اقتدار کے مقابلے میں نہ شوریٰ کا حق رہا۔ شوریٰ میں چھ سات آدمی فرض کیجئے جمع ہوئے۔ ایمان لائے ہوئے ہیں یا نہیں۔ اگر ایمان لائے ہوئے نہیں ہیں تو کوئی ان کے شوریٰ کو معتبر نہیں سمجھتا۔ اور اگر ایمان لائے ہوئے ہیں تو خواہ وہ پانچ چھ ہوں۔ اب عدد یہی ہے کیونکہ تاریخ میں یہی سامنے آیا ہے۔ خواہ پانچ چھ ہوں خواہ سو دو سو ہزار دو ہزار دس ہزار جتنی مردم شماری اس وقت کی کوئی سمجھے تو وہ سب ہوں۔ اس کا نام فرض کیجئے کہ اجماع ہو تو سوال یہ ہے کہ وہ بھی سب ہیں ایمان رکھنے والے۔ بحمداللہ بہ اقرار خود سب مومن ہیں ورنہ مسلم بھی نہیں ہیں کیونکہ بغیر اقرار ایمان تو مسلم بھی نہیں ہوتا۔ تو جب

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مدعی ایمان ہے یعنی جماعت ہے مومنین کی۔ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جب ایمان لائے تھے اسی وقت اللہ کے مقابلے میں بے اختیار ہو گئے تھے۔ تو اب یہ اختیار کیا ہے ثبوت اختیار۔ بے اختیار کیا ہے نفی اختیار۔ تو اب وہ دس ہزار ہوں یا دس لاکھ ہوں دس کروڑ ہوں دس ارب ہوں جتنے ہوں وہ سب بے اختیار۔ بے اختیار۔ بے اختیار تو بے اختیاروں کے مجموعہ سے اختیار کیونکر نکلے گا۔ یہ تو معمولی ریاضی کے طالب علم حساب پڑھنے والے بچے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ بڑے سے بڑا تختہ کاغذ کا ہو اس پر جتنے بن سکتے ہیں زیرو بنا دیجئے جب ان کی تکمیل ہوگی تو جو عدد بنے گا۔ وہ صفر ہی ہوگا تو اپنی جان اپنی نہیں اسکی ہے۔ اپنا مال اپنا نہیں اسکا ہے۔ بس یہی فلسفہ قربانی ہے۔ اپنا نہیں اسکا ہے تو اس کی راہ میں صرف ہونا چاہیئے۔ جب تک اس دنیا کی زندگی میں رہتے ہوئے مال صرف ہو سکتا ہے اس وقت تک اس کی راہ میں ہی صرف ہونا چاہیئے۔ اس لئے حقیقت میں جتنے احکام شریعہ ہیں تو ایک حد تک قربانی ہی کا مطالبہ ہیں۔ وہ نماز جو ہم پڑھتے ہیں اس میں بھی کچھ اپنے اوقات کچھ اپنی اپنے مشاغل کی قربانی ہے۔ وہ جو روزے رکھتے ہیں۔ اسمیں کتنی خواہشوں کی قربانی اور اسی طرح زکوٰۃ میں مالی قربانی ہے اور حج میں تو کئی قسم کی مالی قربانی الگ اور اپنے رکھ رکھاؤ اور وقار کی قربانی الگ۔ وضع قطع اور انداز لباس کی قربانی الگ معاف کریں آج کل کے نوجوان۔ بالوں پر کچھ لوگ بڑے ریاض کرتے ہیں کرتے ہیں طرح طرح سے بناتے ہیں بالوں کو۔ تو جناب وہ کتنے ہی ہیں لیکن اگر تو منیٰ میں جاکر فارغ البال ہونا پڑتا ہے۔ تو طرح طرح کی قربانیاں ہیں اور اگر انسان اسے پورا کر رہا ہے تو حقیقت میں وہ برابر قربانیاں پیش کر رہا ہے۔ اور اگر عمل نہیں آیا تو یہی قربانیاں اس کو پیش خدا بلند سے بلند مرتبے حاصل کرانے کے لئے ہیں۔ چونکہ شہادت تو وابستہ ہے ایسے کچھ حالات سے کہ جو سینکڑوں برس میں

ہوتے ہیں۔ اگر انسان نے شوق شہادت میں اپنی طرف سے کچھ ایسا کر دیا کہ جو اس کے تقاضائے شہادت کو پورا نہ کرے تو یاد رکھئے کہ وہ پھر ہلاکت ہوگی شہادت نہیں ہوگی۔ بڑا نازک مرحلہ ہے۔ شوق شہادت میں اگر کوئی غلط قدم اُٹھ گیا تو شہادت کی منزل دُور ہو گئی ہلاکت ابدی رہ گئی تو حقیقت میں جب جان اسکی دی ہوئی ہے تو جتنی قربانی جس وقت وہ چاہ رہا ہے۔ بس اتنی ہی کرو اس سے زیادہ اگر قربانی کرو گے تو وہ اپنے جی کی خاطر ہوگی۔ یعنی شوقِ شہادت میں قربانی پیش کر رہے ہیں تو وہ تو آپ کے شوق کی راہ میں قربانی ہوگی۔ وہ اللہ کی خاطر تو نہیں ہوگی۔ تو شوق شہادت کوئی غلط قدم نہ اٹھوائے۔ ورنہ بہت دُور ہو جائیگی منزل شہادت کی۔ اور یہ مجھے اس لئے کہنے کی ضرورت ہوئی کہ جب کوئی ہوا چلتی ہے تو پھر لوگ بہت آگے قدم بڑھاتے ہیں۔ اب وہ ایک لہذا چلی شوق شہادت کی۔ تو اب اگر ہر جگہ یہ ہوا چلنے لگے تو نہ جانے کتنے قدم غلط اٹھ جائیں گے۔ تو یہ بڑا خطرناک ہوگا۔ اس کی وجہ سے ہلاکت ابدی ہو سکتی ہے لہذا بہت سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ شہادت کا مرحلہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اور یاد رکھئے کہ ہماری قوم کے بہت سے افراد ہیں جنہیں خون ریزی سے نفرت ہو گئی ہے اور دہراتے ہیں خونریزی ارے خونریزی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر معرکہ جہاد میں آنا ہے تو ہر آدمی کو قاتل ہونے کے لئے آنا چاہیئے۔ اگر شوق شہادت میں کوئی کمی رہ گئی قاتل ہونے کی کوشش میں تو پھر وہ ہلاکت ہوگی شہادت نہیں ہوگی۔ ارادہ ہمارا یہی ہونا چاہیئے کہ ہمارا وار کارگر ہوگا۔ ہم زیادہ سے زیادہ افراد کو تہہ تیغ کریں گے اور اگر کوئی کمی کردی کہ بہت اچھا ہے کہ شہید ہو جائیں۔ اگر شہید نہیں ہوں گے ہوگا۔ یہ بڑی سخت منزل ہے۔ اسی لئے ہر منزل پر زندہ رہنما کی ضرورت کہتا ہوں کہ روز عاشور۔ کیا مسلم ابن عوسجہ کو برادرانِ حسینؑ سے زیادہ شوق شہادت تھا۔ کیا حبیب ابن مظاہر کو شوق شہادت حضرت ابوالفضل العباس سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زیادہ تھا۔ پھر کیا ہے کہ وہ اتنے جلدی شہید ہوئے۔ اور یہ اتنی دیر میں۔ تو کیا جس وقت وہ شہید ہوئے ان کا درجہ اونچا ہو گیا اُن سے کہ جو ابھی شہید نہیں ہوئے۔ میں تو کہتا ہوں کہ انکا بڑھ جانا وہ ان کا جہاد تھا اور ان کا رکا رہنا یہ ان کا جہاد تھا۔ اگر جوش میں آکر یہ آگے بڑھ جاتے تو یہ تقاضائے شہادت کے خلاف ہوتا۔ سب سے بڑا امتحان ابوالفضل العباسؑ کا تھا۔ جو دوسری محرم سے بے چین۔ جس وقت نہر سے خیمے اٹھائے گئے۔ تو ہمارے مرثیہ نگاروں نے تو نظم کر دیا ہے کہ حضرت ابوالفضل العباسؑ اس وقت بے تاب تھے اور انہوں نے عرض کیا۔ مگر نہیں۔ تاریخ کی روشنی میں یہاں حضرت ابوالفضل العباسؑ کا نام اس منزل میں نہیں ہے۔ جناب زہیر ابن قین نووارد تھے اس جماعت میں۔ یہ ابھی پورے طور پر نظام کار امام کو نہیں سمجھے ہوئے تھے۔ اس لئے جب خیمے ہٹائے جانے لگے تو جناب زہیر ابن قین نے عرض کیا کہ مولا یہ ابھی ایک ہزار ہیں ان سے ہمیں نمٹ لینے دیجئے ورنہ پھر اتنے آجائیں گے کہ ہمیں تاب مقاومت نہیں ہوگی۔ یہ نووارد ہیں اس لئے ان کی نظر اسباب پر ہے۔ اور وہ ہستیاں جو ہیں ان کو اس سے مطلب ہی نہیں کہ دس ہزار آجائیں گے یا دس لاکھ آجائیں گے۔ انہیں تو فرض کو پُورا کرنا ہے۔ انہوں نے یہ کہا۔ جناب زہیر ابن قین نے تو میں اس کو جناب حبیب ابن مظاہر کی شان کے لائق نہیں سمجھتا۔ تو جناب عباسؑ کی شان کے لائق کہاں سمجھوں گا۔ بس زہیر ابن قین نے یہ کہا۔ تو عباسؑ کی نظر تو حسینؑ کے لبوں پر جم گئی کہ یہ کیا جواب دیتے ہیں تو امام نے یہ جواب دیا۔ مختصر۔ میری شان یہ نہیں ہے کہ میں جنگ میں ابتدا کروں۔ بس اب انہوں نے امام کے اس جواب کو یوں کہوں کہ گرہ میں باندھ لیا۔ ورنہ آپ ذرا عباس کے دل میں دل ڈال کر دیکھیے کہ پانی بند ہو جائے اور عباس خاموش رہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مولا اجازت دیجئے کہ ہم جا کر دریا چھین لیں۔ جو تن تنہا جا کر چھین لے وہ اس وقت جب تمام اصحاب

موجود ہیں اس کے لئے کیا دشوار تھا۔ مگر وہ امام کا جملہ۔ اس کے تحت میں یہ فلسفہ مضمر ہے کہ اگر پانی ہی پر جنگ کرنی ہوتی تو خیمے ہی کیوں ہٹائے جاتے۔ یاد رکھئے کہ اگر اس وقت جہاد ہو جاتا تو واقعہ کربلا کی تاریخ بدل جاتی۔ کہ پانی پر جھگڑا ہوا تھا۔ حسینؑ تو یہ چاہتے تھے کہ جو میری جنگ ہو وہ اُصول پر ہو جب بپا شدہ خیمے ہٹا لئے اور پانی بند ہو گیا تو محل کیا ہے کہ ہم کہیں مولا سے کہ ہمیں اجازت جہاد دیجئے۔ یہ وہ ہے جو فلسفہ اقدام حسینی کو نہ سمجھتا ہو۔ اب آپ ان کے دل کی کیفیت کا اندازہ کیجئے کہ سکینہ العطش کہہ رہی ہو اور یہ خاموش رہیں اور بچے خالی کوزے لئے ہوئے پھر رہے ہوں اور یہ خاموش رہیں اور محمد باقرؑ کا کملایا ہوا چہرہ دیکھیں اور یہ خاموش رہیں۔ مگر ہاں بالکل خاموش تھوڑی ہیں کنویں کھود رہے ہیں یعنی وہ قوت جو تلوار پر صرف ہوتی وہ بیلچے پر صرف ہو رہی ہے۔ اب کہیں پانی نہیں نکلتا۔ پھر بھی جنگ کرنا نہیں ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ وہ جنگ وفائے عباس نہیں ہے۔ یہ خاموشی وفائے عباس ہے۔ چنانچہ تین دن گزر گئے۔ پیاس طوفانی ہوتی رہی۔ بڑھتی گئی اور عباس خاموش یہاں تک کہ اب عصر عاشور حملہ ہو گیا۔ اصحاب سب خیموں کے باہر ہیں، عزیز سب خیموں سے باہر ہیں۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا سب سے پہلے زینب کے کانوں میں جاتی ہے فرماتی ہیں فضہ سے کہ جاؤ دیکھو بھائی کیا کر رہے ہیں۔ فضہ نے جا کر دیکھا اور کہا کہ پاس کوئی نہیں ہے مگر نماز ظہر کے بعد عمود خیمہ سے تکیہ کر کے بیٹھ گئے ہیں نیند آگئی ہے۔ اب زینب آئیں قریب اور کہا بھائی بھائی آنکھ کھولئے۔ حملہ ہو گیا ہے۔ اب بھائی بہن میں کافی گفتگو ہوئی تو عباس آئے اور کہا مولا حملہ ہو گیا۔ کیا یہ بتلانے آئے ہیں کہ حملہ ہو گیا۔ اگر بتلانے آئے ہیں تو اتنی دیر میں آئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بتلا نہیں رہے ہیں۔ اس دن کی بات کا حوالہ دے کر تقاضا کرنے آئے ہیں کہ مولا حملہ ہو گیا۔ اب تو آپ کے اصول کو صدمہ نہیں پہنچتا۔ اس دن انداز اور تھا حا کم نہ تھا میری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شان نہیں ہے کہ میں جنگ میں ابتدا کروں۔ اب عباس نے جو یہ کہا ہے تو اب اس کا انداز حاکمانہ نہیں ہے کیونکہ اصول کوئی سدِ راہ نہیں ہے۔ حسینؑ اس کے متقاضی نہیں تھے کہ اب رات کو جنگ ہو جائے لہٰذا جو جنگ کے لئے بے چین ہے اس کو [illegible] جنگ کی درخواست دیکر بھیجا۔ خدا کی قسم یہ ہے عباس کی وفا میں کہتا ہوں کہ اس کام کے لئے حبیب ابن مظاہر کو بھیج دیجئے۔ اصحاب میں سے کسی سن رسیدہ فرد کو بھیج دیجئے۔ یہ عباس ایسے شیر کو اور اس مقصد کے لئے۔ دنیا صبرِ عباس کو نہیں دیکھتی ہلال عباس کو دیکھتی ہے۔ امام بھی جانتے ہیں کہ بڑا مشکل کام لے رہا ہوں۔ اس لئے انداز گفتگو کیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے تو علی اکبرؑ سے گفتگو میں بھی یہ لفظیں نہیں ملیں۔ ارے خود عباس سے گفتگو میں یہ لفظیں نہیں ملیں۔ طبری کے صفحات پر ہے حسینؑ فرماتے ہیں، بنفسی انت یا اخی۔ ارے میری جان قربان تم پر اے میرے بھائی۔ میں کہتا ہوں بس مولا جو چاہے کام لے لیجئے۔ دیکھئے اس وقت مرحلہ کتنا مشکل ہے۔ جو جنگ کے لئے تقاضے کو آیا ہے اس کا انداز طبیعت کیا ہوگا۔ جو درخواست صلح لیکر جائے اسکا انداز کیا ہونا چاہیئے۔ مگر الفاظ حسینؑ کے بعد عباس کو ایک دم اپنے کو بدلنا ہے اور بس اب چلے جا رہے ہیں۔ دبی زبان سے بھی تو نہیں کہتے کہ اس کام کے لئے تو کسی اور کو بھیج دیجئے لیکن یہ تو حکم امام کی اطاعت کو واجب جانتے ہیں۔ لہٰذا بس مڑ گئے میدانِ جنگ کی طرف اور اب وہاں جاکر کیا کیا سنا۔ ایسی باتیں جو ہمارے خون کو کھولا دیں۔ کوئی کہتا ہے مہلت دی جائے۔ کوئی کہتا ہے کہ مہلت نہ دی جائے۔ کوئی کہتا ہے کہ اگر کفار ترک و دیلم ہوتے اور وہ مہلت مانگتے تو دینا چاہیئے تھی یہ تو بہرحال مسلمان ہیں۔ عباس خاموش ہیں۔ کوئی ایسا اقدام نہ ہو جو مصلحت امام کو نقصان پہنچائے۔ بہرحال کامیاب ہوئے۔ اچھا مہلت ہے ایک رات کی ایک معاہدہ ہوا ہے۔ ایک طے شدہ۔ دو جماعتوں میں۔ تو اپنے دو نمائندے میرے

ساتھ کرو۔ کہ وہ جاکر توثیق کریں اس التوائے جنگ کی۔ تب وہ معتبر ہوگا۔ تو دو آدمی ادھر سے اپنے ساتھ لے کر حسینؑ کے پاس آئے۔ میں تو یہ الفاظ کہہ سکتا ہوں کہ ایسے خوش آئے جیسے فرات فتح کر کے آئے ہوں۔ رات کی مہلت مل گئی۔ دل بے چین تھا مگر اطمینان ہے۔ ارے میں نے ہی تو مہلت لی ہے۔ ایک رات ہی کی تو مہلت ہے۔ اب صبح ہو تو دیکھا جائے گا۔ اب وہ صبح ہوئی۔ ترتیب لشکر ہوئی۔ اور سب وہ مراحل درمیان کے گزرے۔ ایک دفعہ مولا کہتے ہیں کہ لو یہ عَلم تم لو۔ اب علم کا لینا تھا۔ سمجھتے تھے میرے پیروں میں زنجیریں پہنا دی ہیں۔ اب عباس کے دل میں جھانک کر دیکھئے کہ قاسم کا لاشہ آجائے، عون و محمد کے لاشے آجائیں اور عزیزوں کے لاشے آجائیں اور عباس خاموش کھڑے رہیں۔ خدا کی قسم یہ سب قربانیاں ہیں جو علم کے احترام میں ہو رہی ہیں۔ یہ نفسیاتی قربانیاں ہیں جو علم کے احترام پر ہو رہی ہیں اور پھر جب علم لیکر گئے۔ تو کس طرح حفاظت کی آپ کو معلوم ہے کہ ہاتھ بھی نہیں رہے تب بھی عَلم زمین پر نہیں گرنے دیا۔ ارے میں تو کہتا ہوں کہ اگر اس وقت پکار لیا ہوتا مولا کو تو سکینہ کی مشک پہنچ جاتی لیکن نہیں ابھی ہمت عباس تو پست نہیں ہوئی۔ ایک ہاتھ نہیں رہا علم بھی مشک بھی پھر بھی شمشیر زنی۔ پھر بھی رُخ خیموں کی طرف۔ آپ کو توجہ دلاؤں۔ کیا جب سے عباس آئے ہیں بچے خیمے کے اندر بیٹھے ہیں۔ یقیناً در خیمہ پر ہیں اور نگاہیں علم پر ہیں اور عَلم آ رہا ہے اور بچوں کا دل بڑھ رہا ہے اربابِ عزا اک دفعہ عَلم گرا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذائقہ ماتم المعروف بہ چہل مجلس شبیرؑ

مصنفہ ذاکر آلِ عبا مدّاح سید الشہدا سیّد وزیر حسین صاحب رضوی المشہدی۔ یہ نظم ونثر کی مشہور و معروف کتاب نہایت ہی نفیس ہے۔ احوال اہلبیت سے بہرہ مند ہونے کے لئے تاثیر کامل رکھتی ہے۔ یکم محرّم سے لیکر چہلم تک کی سلسلہ وار مجالس درج ہیں۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کُتب خانہ۔ مُغل حویلی

اندرون موچی دروازہ۔ لاہور ۸

قرآن مجید و اِسلامی کُتب کیلئے

عِمران کمپنی

خالد ایجوکیشنل سنٹر
بالمقابل مسجد لوئر مال

۴۰۔ اُردو بازار، لاہور

اسلامیانِ پاک وہند میں تاریخ کی مشہور ترین کتاب

تاریخِ احمدی (معہ اضافہ)

مؤلفہ:۔ نواب شیخ احمد حسین صاحب خان بہادر آف پریانواں ضلع پرتاب گڑھ۔ نہایت آب و تاب کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ بلاشُبہ یہ ایسی کتاب ہے جس کا جواب نہیں۔ اس کی نسبت مصوّرِ فطرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنی تقریظ میں لکھا ہے کہ مَیں نے تاریخ احمدی مؤلفہ خان بہادر نواب شیخ احمد حسین خان صاحب تعلقدار پریانواں بالاستیعاب دیکھی۔ اس طرز اور شان کی کوئی تاریخ آج تک نظر سے نہیں گذری اور نہ اُردو میں چھپی۔ آنحضرت صلعم سے لے کر عباسیوں کے آخری خلیفہ تک اِسلامی تاریخ کے تمام مشہور و نمایاں واقعات کو نہایت محققانہ و مؤرخانہ انداز سے جمع کیا گیا ہے۔ سب سے بڑی خوبی جو اس کتاب میں ہے کہ ہر واقعہ کا حوالہ معتبر اور مستند کتاب اور احادیث و تواریخ سے دیا گیا ہے۔ اور اصل عبارتیں اُن کتابوں کی حاشیہ پر درج کر دی ہیں۔ یہ ایک ایسی نرالی اور عظیم الشان کوشش ہے کہ اس کتاب کا پڑھنے والا اسلامی ادب کی تمام مشہور و نایاب کتب تواریخ و احادیث سے واقف ہو جائے گا۔ اور اس لحاظ سے "تاریخ احمدی" کو خلاصۃ التواریخ کہنا چاہیئے۔ یہ کتاب ہر حیثیت سے ہر طبقہ اور ہر مکتبِ فکر کے لئے یکساں مفید ہے۔

نوٹ:۔ کتاب "تاریخ احمدی" خریدتے وقت امامیہ کُتب خانہ لاہور کی شائع کردہ خریدیں۔ کیونکہ یہ ایڈیشن بالکل صحیح اور ہر طرح سے مکمّل ہے۔

سائز ۱/۲ ۷" × ۱۰" حجم ۴۸۴ صفحات لکھائی نہایت عمدہ۔ آفسٹ چھپائی۔ ہدیہ قسم اوّل سفید کاغذ مجلد

ملنے کا پتہ

امامیہ کُتب خانہ۔ مُغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مخزنِ عملیات اُردو ترجمہ مجمع الدّعوات کبیر

جس میں بچوّں کے چھالوں۔ دنبل پھوڑے زخم۔ چنبل ناسُور کے دفع کرنے کے عمل۔ مسوں
علاج گنج۔ عمل برائے خنازیر۔ سُرخ باد۔ فالج۔ لقوہ۔ چہرے پر چھائیوں۔ بالوں کے گرنے اور
داغہائے بدن پھلبہری۔ کوڑھ۔ دھدری خارش اور اُنگلیوں کے جوڑوں میں درد اور زکام۔
کھانسی۔ قے اور ڈکار۔ ہاتھ پاؤں ہونٹ کے پھٹنے کا علاج۔ نزلہ۔ دانتوں کا درد۔ بدن پر
وبا اور طاعون کے لیئے دُعا۔ پیشاب کی زیادتی۔ جریان۔ سیلان۔ بے خوابی۔ احتلام۔ مُنہ اور تالو
گلے اور دانتوں کا درد۔ بچوّں کے دانت بآسانی نکلنے کا علاج۔ دانتوں کے کیڑوں و لکنت زبان
نکسیر بند کرنے کا علاج۔ ہر قسم کے خون کے اجرا کو بند کرنا۔ دِل کی حدت اور درد۔ دردِ معدہ
بوجھ معدہ نفخ شکم اور معدہ۔ ضعف معدہ کا علاج۔ پیٹ اور ناف کا درد۔ بلغم۔ صفرا۔ سودا
ازالۂ بلغم۔ دردِ پشت اور کمر۔ درد تنگی پیشاب۔ تلی۔ قولنج۔ پیچش۔ انتڑیوں کا درد اور اسہال کا علاج
جگر اور دردِ گُردہ۔ یرقان۔ مثانہ کی پتھری۔ زخم خصیہ و عضو تناسل۔ خارش۔ دردِ شرمگاہ۔ رحم۔ بواسیر
پاؤں۔ ران۔ زانو۔ پاؤں کے تلوؤں کے درد دل اور ریح کا علاج۔ عمل برائے رَدِ دشمن۔ ظالموں کے
ظلم اور دشمن کی دشمنی کے لیئے۔ خوف وخطر کی دُوری۔ برائے اُم الصبیان و آسیب۔ حاملہ ہونے کے متعلق
اولاد ہونے اور اُسکی ہر تکلیف کی دُوری کا علاج۔ برائے تنگی ولادت۔ مہینوں کے مطابق مریض کے
حالات کا اندازہ۔ زندگی اور موت کے جاننے کے متعلق۔ اور چند عمل جو کہ وسعت رزق۔ فراخی روزی
فقر و فاقہ اور تنگ دستی اور قرض کی ادائیگی۔ بیماروں کی شفایابی۔ جان و مال کی حفاظت۔ بلیات و
آفاتِ ارضی و سماوی سے حفاظت۔ محبوسین زندان کی رہائی کے واسطے ہیں اور چند ختم و عمل مہمات
مشکلات کے حل اور حوائج و مرادات کے حصول اور مدعا کے برآنے کے لیئے جو دُعائیں منقول
ہیں وُہ اکثر فحول علماء اور ثقات و عدول علمائے سے مروی ہیں اور مُجرّب و آزمائے ہوئے ہیں۔
حجم ۴۰۰ صفحات۔ سائز $\frac{۱۸\times۲۳}{۸}$ کتابت عُمدہ۔ چھپائی آفسٹ۔ ہدیہ سفید کاغذ

ملنے کا پتہ:۔ **امامیہ کُتب خانہ۔ مُغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸**

ذخیرۂ عملیات اُردو ترجمہ جامع الدّعوات

مترجمہ:۔ جناب مولانا مولوی ابُو الریاض **سیّد عبدالواحد صاحب رضوی** ایم۔ اے کربلائی مشہدی۔
مومنین کے بیحد اصرار پر فارسی سے اُردو ترجمہ کرا کر یہ کتاب پہلی بار پاکستان میں شائع ہوئی ہے جس میں واجب نمازوں
کی تعقیبات۔ دُعائے سحر مختصر۔ اعمال شب ہائے قدر ماہِ رمضان کی نادر دُعا۔ زیارت وارث تمام شہداء کی زیارات۔
نمازیں عید الفطر۔ عید الاضحیٰ۔ دُعائے قُربانی۔ صیغۂ توبہ۔ دفن میت اور تلقین کے آداب۔ دفن کی رات کی نماز۔ نماز آیات۔ نماز
مغفرت والدین۔ اصُولِ دین۔ واجب نمازیں۔ ایمان کن چیزوں سے ثابت ہوتا ہے۔ ابجد صغیر۔ ابجد کبیر۔ بیمار کے حالات جاننا۔ بارہ
برجوں کا بیان۔ مردوں اور عورتوں پر اسکے اثرات۔ تعبیر نامہ حضرت یوسُفؑ۔ قوس و قزاح کے احکام۔ خُون نکلوانے اور
حجامت کرانے کے احکام۔ نیا چاند دیکھنے کے احکام۔ رجال الغیب کا بیان۔ مُرغ کی دن اور رات کی بانگوں کے اثرات۔
مولود نامہ استخارہ کے اوقات۔ فالنامہ حضرت امام جعفر صادقؑ اور حضرت امیر المومنینؑ۔ سفر کے احکام۔ استخارہ حضرت امام
رضاؑ۔ تسبیح کے ذریعہ سے استخارہ۔ آٹے یا مٹی کے ذریعہ سے اِستخارہ۔ دِل کے مشورے سے استخارہ۔ عریضہ حضرت امام
رضاؑ اور حضرت صاحب العصر والزمان۔ رسالہ حضرت لُقمان (طبی تیر بہدف نسخہ جات) عورتوں کے حمل اور اسکی حفاظت کا
بیان۔ جنات کو حاضر کرنے اور دفع کرنے کے عملیات۔ دُعائے مرجانہ۔ دُعائے ابی دجانہ۔ لیسین مغربی۔ دُعائے نادِ علی کبیر
دُعائے طلب فرزند اور دیگر اس قسم کے متعدد دُعائیں درج ہیں۔ اِسکے علاوہ مترجم نے افادہ مومنین کے لئے اپنے
تجربات میں سے چند ایک عملیات بطورِ تتمہ اس کتاب کے آخر میں درج کر دیئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔ فالنامہ
حضرت امام جعفر صادقؑ۔ گُم شدہ انسانوں یا جانوروں ... کے جوابات۔ روزِ مہورت۔ تعبیر خواب کے
اثرات مُطابق ایام ماہ مُطابق فرمان حضرت امام جعفر صادقؑ۔ مجموعہ اعداد آیات و سُورتہائے قرآنی جدول ساعات
ستارگان برائے روز و شب۔ سُورج کا دورہ اور قیام بارہ برجوں میں۔ اعداد ایام ہفتہ۔ طبائع بُرج بمعہ اسم ستارہ
ماہ اور پیدائش۔ بُرج و ستارگان کی نحس تاریخیں۔ مزاج بروج۔ حروف کے حساب سے برجوں کا جدول مُوکلان بروج۔
دائرہ دوستی و دشمنی بروج۔ دائرہ دوستی و دشمنی ستارگان۔ بچے کے نام رکھنے کے حروف بلحاظ ستارہ موکل۔ سعد و
نحس لگن مطابق بروج اقسام نگینہ برائے انگشتری۔ سر حروف اسمائے مرد و عورت کے فلائف گھنٹہ منٹ سے گھڑی پل
بنانے کی جنتری۔ بابُ الرمل۔ طریقہ استخراج زائچہ۔ جدول اشکال۔ جوابات مُطابق سوالات اور موجودہ مختلف قسم کے
تعویذات درج ہیں۔ فاضل مؤلف نے اس کا آسان اُردو میں ترجمہ کر کے مذہب شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت
کی ہے۔ حجم ۳۲۰ صفحات۔ سائز $\frac{۱۸\times۲۳}{۸}$ کتابت عُمدہ۔ آفسٹ چھپائی۔ ہدیہ قسم اوّل سفید کاغذ۔ خرچہ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ:۔ **امامیہ کُتب خانہ۔ مُغل حویلی —— اندرون موچی دروازہ لاہور ۸**

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نئے سال کی بہترین کارآمد اور مقبولِ عام

اثنا عشری جنتری کلاں

جس میں عیسوی سال کی تاریخوں کے مطابق اسلامی سنِ ہجری اور سنِ بکرمی کی مکمل تقویم نوروز عالم افروز کا مکمل خاکہ۔ تاریخہائے سعد و نحس۔ قمر در عقرب۔ فہرست تعطیلات کے علاوہ ہر سال نئے موضوعات پر مذہبی، معاشی، طبّی اور سائنسی عنوانات پر ملک کے مایہ ناز ادیبوں کی تخلیقات اور تحقیقات شاملِ اشاعت ہوتی ہیں۔ تقویم و نجوم بارہ بُرجوں کے حالات۔ حضرت امام رضاؑ کی ہدایات کے مطابق ماہانہ حالات، عملیات و تعویذات جیسے موضوعات پر بھی بہترین معلومات سے مرصّع "اثنا عشری جنتری" ہر سال ماہ نومبر میں ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر ہدیۂ قارئین ہوتی ہے۔ جسکے مستقل قاری اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ سب سے بہتر۔ کارآمد اور معیاری جنتری ہے۔ بانظیر رنگین ٹائیٹل۔ آفسٹ پر دیدہ زیب طباعت و کتابت عمدہ کاغذ۔ ضخامت سب سے زیادہ۔ قیمت سب سے کم۔ اپنے شہر کے قریبی بُک سٹال سے حاصل یا براہِ راست ہم سے طلب فرمایئے۔

——— ملنے کا پتہ ———

امامیہ کُتب خانہ — مُغل حویلی

اندرون موچی دروازہ۔ لاہور ۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas